مولائی داستانیں

حضرت آیۃ اللہ شہید محراب دستغیب شیرازی
مترجم مولانا حسن عباس حیدری جلال پوری

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: مولائی داستانیں
مؤلف: آیت اللہ شہید دستغیبؒ
مترجم: حسن عباس حیدری جلالپوری، حوزۂ علمیہ، قم۔
پیش کش: مؤسسۃ الولایۃ، جلالپور
ناشر: عباس بک ایجنسی، درگاہ حضرت عباسؑ، رستم نگر لکھنؤ
کمپوزنگ: ابومحمد حیدری
تاریخ طبع: اول جون ۲۰۰۲ء
ہدیہ ۶۰ روپے

ملنے کے پتے

۱۔عباس بک ایجنسی، درگاہ حضرت عباسؑ، رستم نگر لکھنؤ
Ph: 501816, 647590 Fax: 0522-647910

۲۔حوزۂ علمیہ حضرت امام جعفر صادقؑ، محلہ کریم پور رنگپور، جلالپور، امبیڈکرنگر، یوپی۔فون: pp ۶۳۹۰۱، ۶۳۵۳۰-۰۵۲۷۵

فہرست عناوین

انتساب ۷
تقریظ آقائے سید علی رضوی ۸
عرض ناشر ۹
گفتار مترجم ۱۱
شہید دستغیب کے مختصر حالات ۱۵
مقدمہ کتاب ۱۹
۱۔خلیفہ کی نماز ۲۳
۲۔حضرت علی علیہ السلام کا مقروض ہونا ۲۷
۳۔موازنہ ۲۹
۴۔مہمان خدا کا دوست ہے ۳۵
۵۔قسیم النار والجنۃ ۳۶
۶۔شاہ ولایت کا غلام ۳۸
۷۔نور ولایت ۳۹
۸۔محبت کی جزا ۴۰
۹۔مباہات خداوند عالم ۴۱
۱۰۔افراط و تفریط سے ممانعت ۴۳
۱۱۔ٹپکے گا وہی ظرف سے جو ظرف میں ہوگا ۴۵
۱۲۔اے زندہ دل، مردہ نہیں جانتے کہ کون ہے ۴۷
۱۳۔حق ہمسفری ۵۰
۱۴۔شان تواضع ۵۲
۱۵۔کسٹم پولیس (مَنْ یَعمل مِثْقال ذَرَّۃٍ) ۵۴
۱۶۔توہین کی سزا ۵۷
۱۷۔نادر شاہ کا عجیب خواب ۵۹
۱۸۔مسجد کے دروازوں کا بند ہونا ۶۱
۱۹ ستارہ کا نزول ۶۳
۲۰۔دل شکستہ شاعر ۶۴
۲۱۔لباس تقویٰ ۶۶
۲۲۔خشک جنگل میں ایک چشمہ ۶۷
۲۳۔میراث پیغمبرؐ ۷۰

۲۴_یادِ خدا کی فضیلت......۷۲
۲۵_یمن کا ایک مسافر......۷۴
۲۶_حق کی تلوار......۸۰
۲۷_ہارون کا شکار......۸۲
۲۸_آفتاب کا پلٹنا......۸۴
۲۹_خرابہ نشینوں کا دوست......۸۵
۳۰_یتیموں کی فریادرسی......۸۶
۳۱_تپا ہوا لوہا......۸۸
۳۲_مظہر عدالت......۹۰
۳۳_کتیبہ کا لشکر......۹۱
۳۴_پیغمبر کا ہمنوالہ......۹۳
۳۵_پیسے کی تقسیم......۹۵
۳۶_انگلی کی ضربت......۹۷
۳۷_عقلمند قاضی......۹۸
۳۸_زندان میں ایک کتا......۹۹
۳۹_حیرت انگیز افطار......۱۰۲
۴۰_صدقہ و نجویٰ......۱۰۳
۴۱_باطن کا اندھاپن......۱۰۶
۴۲_روحانی رابطہ......۱۰۹
۴۳_فدک......۱۱۰
۴۴_اللہ کی بارگاہ کا محبوب......۱۱۴
۴۵_بابرکت ہار......۱۱۶
۴۶_بہشتی طعام......۱۱۸
۴۷_بن بلایا مہمان......۱۱۹
۴۸_قیامت میں شفاعت......۱۲۱
۴۹_مُلّا جعفر کی داستان......۱۲۲
۵۰_نمونہ......۱۲۴
۵۱_جسارت کا انجام......۱۲۷
۵۲_بہشتی خرما......۱۲۸
۵۳_دو عدد انار......۱۳۰
۵۴_ایک درس امام حسن مجتبیٰ سے......۱۳۲
۵۵_تکبر کا غرور......۱۳۳
۵۶_وضو کی تعلیم......۱۳۵
۵۷_عجیب خواب......۱۳۶
۵۸_اہانت کا نتیجہ......۱۳۸
۵۹_ہر درد کی دوا......۱۴۰
۶۰_بدنصیب بہانہ......۱۴۲
۶۱_نسل کوثر اور نسل ابتر......۱۴۳
۶۲_علم کے بقدر بخشش......۱۴۵
۶۳_بے تقویٰ دل کو نصیحت......۱۴۷

۶۴_دلجمعی......۱۴۹
۶۵_آفتاب نیزہ پر......۱۵۰
۶۶_پیاس......۱۵۲
۶۷_موت سے فرار......۱۵۴
۶۸_بابرکت سفر......۱۵۷
۶۹_خون آلود خاک......۱۵۹
۷۰_بردباری......۱۶۱
۷۱_عرب کی زیبائی......۱۶۲
۷۲_بے پناہوں کی پناہ......۱۶۵
۷۳_اجنبی ہمسفر......۱۶۷
۷۴_صحیفۂ عبادت......۱۶۸
۷۵_برائی کا جواب......۱۷۰
۷۶_خدا کی راہ میں آزاد شدہ غلام......۱۷۱
۷۷_امام کی عیدی......۱۷۳
۷۸_بہت جلد شفا......۱۷۴
۷۹_بیکار انسان خدا کے غضب کا نشانہ......۱۷۷
۸۰_بہشت میں ایک گھر......۱۷۸
۸۱_مبارک زبان......۱۸۰
۸۲_قیمتی خط......۱۸۳
۸۳_سچا وعدہ......۱۸۵
۸۴_نعمت میں اضافہ کا سبب......۱۸۷
۸۵_ظہور امام کی تعجیل کے لئے دعا......۱۸۸
۸۶_سفیان ثوری......۱۸۹
۸۷_رحمت کی بارگاہ......۱۹۱
۸۸_سور اور بندر......۱۹۳
۸۹_شک اور ایمان......۱۹۴
۹۰_اطاعت گذار شیر......۱۹۶
۹۱_وحشتناک خواب......۱۹۷
۹۲_بزدل خونخوار......۱۹۸
۹۳_خدا اور رسول کی خوشنودی......۲۰۳
۹۴_معجزنما طبیب......۲۰۶
۹۵_سازش......۲۰۸
۹۶_سید السادات......۲۱۰
۹۷_خداوند عالم نے مکھی پیدا کی......۲۱۱
۹۸_منصور کا قیدی......۲۱۲
۹۹_دھوکہ باز رسوا ہوگیا......۲۱۳
۱۰۰_نیک بندہ......۲۱۵
۱۰۱_بدگمانی......۲۱۹
۱۰۲_اگر بندہ ہوتا تو ایسا نہ ہوتا......۲۲۱

١٠٣۔ہارون اور مامون ٢٢٣
١٠٤۔حمام ٢٢٥
١٠٥۔دعبل کا قصیدہ ٢٢٦
١٠٦۔چور بادشاہ ٢٢٩
١٠٧۔سریع مسافرت ٢٣٣
١٠٨۔نادان قاضی ٢٣٦
١٠٩۔راتوں کی زیارت ٢٣٩
١١٠۔ایک دلچسپ روایت ٢٤٢
١١١۔صفین کا زخم ٢٤٩
١١٢۔ہدایت ٢٥١
١١٣۔دوبارہ حیات ٢٥٣
١١٤۔بیس سال سفر ٢٥٥
١١٥۔شفائے اسماعیل ٢٥٨
١١٦۔مشکل کشا ٢٦٣
١١٧۔ملکوتی درخت ٢٦٦
١١٨۔وفائے نذر ٢٦٩
١١٩۔محبت اہل بیت ٢٧٣
١٢٠۔بجلی ٢٧٥
١٢١۔حقیقی طبیب ٢٧٦
١٢٢۔جھوٹی قسم ٢٧٩
١٢٣۔ٹوٹی ہوئی ناک ٢٨٠
١٢٤۔جناب فضہ ٢٨٢
١٢٥۔وفادار غلام ٢٨٨
١٢٦۔بریر کا مباہلہ ٢٩٠
١٢٧۔فداکاری ٢٩٣
١٢٨۔اہل یقین کا ایک نمونہ ٢٩٥
١٢٩۔مقداد اور آہنی دل ٢٩٧
١٣٠۔عمار کوفی کا تواضع ٢٩٨
١٣١۔تین افراد کے علاوہ ٣٠٠
١٣٢۔مقاومت ٣٠١
١٣٣۔تازہ لاش ٣٠٣
١٣٤۔آل علی کی دشمنی کا انجام ٣٠٥
١٣٥۔مشکلوں میں ایک فریادرس ٣٠٧
١٣٦۔قرآن کی ولایت ٣٠٩

بِسْمِ رَبِّ الشُّهدآءِ وَالصِّدِّيقِين

انتساب

چونکہ ولی امر مسلمین، رہبر عظیم الشان، مرجع شیعیان جہان حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے سید علی الحسینی الخامنہ ای دام ظلہ الوارف نے ١٣٨١ شمسی مطابق ١٤٢٣ھ کو "سال عزت وافتخار حسینی" قرار دیا ہے، اس لئے اس حقیر وناچیز کوشش وکاوش کو حامل ولایت کبریٰ، فرزند لواء حمد، یوسف زہرا سلام اللہ علیہا، سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے وفادار وجانثار ساتھیوں کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد عاشقان حریم ولایت وامامت، حضرت امام زمانہ کے چار عظیم سپاہی جنھوں نے در حضرت معصومہ قم سلام اللہ علیہا سے ملکوت اعلیٰ کی جانب سفر کیا اور راہی جنت ہوئے۔

١۔ حجۃ الاسلام مولانا سید راغب حسین رضوی صاحب
٢۔ حجۃ الاسلام مولانا ناصر مہدی صاحب بنارسی
٣۔ حجۃ الاسلام مولانا سید ذاکر حسین رضوی صاحب
٤۔ حجۃ الاسلام مولانا افتخار موسیٰ صاحب گھوسوی
٥۔ والد مرحوم جناب احمد حسن صاحب مشہدی
٦۔ برادر مرحوم جناب قربان علی صاحب رائے پوری

سے منسوب کرتا ہوں۔ نیز سورۂ فاتحہ کا ملتمس ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خاکپائے غلامانِ ولایت وامامت

حسن عباس حیدری

تقریظ

(حجۃ الاسلام والمسلمین عالیجناب مولانا سید علی رضوی قبلہ دہرادونی)

باسمہ تعالیٰ

عصر حاضر کے پرآشوب اور مادی دور میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہمارے طلاب محترم اور علماء کرام اپنی قوم خصوصاً عوام الناس کو زیادہ سے زیادہ علوم وکردار آل محمد علیہم السلام سے روشناس کرائیں نہ صرف تقاریر کے ذریعہ بلکہ تالیفات وتصنیفات اور مفید کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ کرکے مذہب وملت کی خدمت کرنی چاہئے تاکہ ہماری ملت میں بھی وہ جذبہ پیدا ہو جو جذبہ نواسۂ رسول سالار شہیدان کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے یار وانصار میں پیدا کیا تھا۔

اس سلسلے میں صد لائق تحسین وداد ہیں میرے عزیز برادر حجۃ الاسلام والمسلمین حسن عباس حیدری صاحب جلالپوری کہ جو بغیر کسی مادی غرض کے نہایت ہی مفید اور موثر کتاب کا ترجمہ اپنی قوم کی خدمت میں پیش کررہے ہیں مؤلف کتاب (شہید دستغیب") کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے اکثر وبیشتر اہل علم ان سے واقف ہیں نیز ان کی مفید کتابوں سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔

مولانا موصوف کو نزدیک سے جانتا ہوں نہایت ہی فعال اور دین کے دردمند ومخلص افراد میں سے ہیں خداوند منان مولانا موصوف کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔ (آمین)

سید علی رضوی دہرادونی

نائب مدیر مدرسہ امام علی علیہ السلام

۲۰ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

قم جمہوری اسلامی ایران

عرض ناشر

اسلام کی تعلیمات میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو عقل اور علم کے معیار پر کھری اور پوری نہ اترتی ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ دین سائنسی ترقی کے پہلو بہ پہلو پیش قدمی کرنے اور اپنی شان وشوکت اور عظمت کو زیادہ سے زیادہ اُجاگر کرنے میں کامیاب رہا ہے۔

موجودہ نسل کے ہوشمند وحق پرست افراد ان علمی خیالات اور نظریات سے بھی واقف ہیں جو انہیں مغربی اور مشرقی ممالک سے بہم پہنچائے جارہے ہیں اور مختلف فلسفیانہ مکاتب سے بھی ان کا رشتہ استوار ہے' لہٰذا وہ اپنی دینی تعلیمات کو بغیر سوچے سمجھے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کے اعتقادات بھی روحانی قدر وقیمت کے لحاظ سے مستحکم اور اس تعلیم کے ہم پلہ یا اس سے بلند تر سطح پر ہوں۔

بعض افراد ایسے بھی ہیں جن کی مذہب سے واقفیت محض واجبی اور ان کی تعلیمات تک محدود ہے اور ان میں سے بعض کی قنوطیت کا یہ عالم ہے کہ کسی مقصد کے بغیر ہی مذہب سے بے گانگی کو اپنی نجات کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے زیر نظر کتاب یقیناً مشعل راہ ہے۔

یہ کتاب دراصل آیۃ اللہ شہید محراب دستغیب شیرازی علیہ الرحمہ کی کتاب "ولایت وامامت اور داستان ہائے شہید" کا اردو ترجمہ ہے جسے عزیزی حسن عباس صاحب حیدری مقیم حوزۂ علمیہ قم ایران نے "مولائی داستانیں" کے نام سے مرتب کیا ہے اور اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ انداز نگارش میں سادگی برقرار رہے اور لفظوں کے دروبست میں کوئی مفہوم کتاب کے اصل مفاہیم سے الگ نہ ہونے پائے۔

یہ "مولائی داستانیں" بقول مؤلف' انسانی دلوں کو ہلا دینے والی' آخرت و قیامت اور اللہ کے حساب کو یاد دلانے والی ہیں اور ان میں اسلامی تعلیمات کی روح جلوہ گر ہے۔

یہ "مولائی داستانیں" اس بات کا درس دیتی ہیں کہ ہم اپنے آپ کو کس طرح اہل بیت علیہم السلام کی محبت کے ساتھ عالم برزخ کے مواقف سے گذاریں اور کس طرح قیامت تک کی ہلاکتوں سے نجات حاصل کریں۔

خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ادارے کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ وہ شہید محراب آیۃ اللہ دست غیب شیرازی علیہ الرحمہ کی تصنیفات و تالیفات میں "توبہ" "استعاذہ" "قلب سلیم" "عالم برزخ" اور "گناہان کبیرہ" ایسی گراں قدر کتابیں شائع کر چکا ہے۔

اس کتاب "مولائی داستانیں" کے بارے میں بھی ہمیں امید ہے کہ سابقہ کتابوں کی طرح یہ بھی عوام سے خراج تحسین حاصل کرے گی اور عزیزی حسن عباس حیدری بھی ایک جاریہ ثواب کے مستحق قرار پائیں گے۔

والسلام
سید علی عباس طباطبائی
عباس بک ایجنسی درگاہ حضرت عباس
رستم نگر۔ لکھنؤ

گفتار مترجم

اعوذ اللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ المکرمین المعصومین .

موضوع ولایت وامامت اہم ترین پیغام الٰہی ہے کہ جو موجب تکمیل دین، اتمام نعمت اور خوشنودیٔ پروردگار ہے، حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین آقای شیخ عبدالحمد لواسانی فرماتے ہیں: ''ترویج ولایت علی ابن ابی طالب علیہما السلام واجب مؤکد ہے'' فرمان خدا اور سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے ۱۵ر رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ کو ترویج معارف اسلامی وعلوم آل محمد علیہم السلام کے لئے محلہ کریم پور رنگپور جلالپور میں "مؤسسۃ الولایۃ" تحریک کی بنیاد مومنین اور علماء کے باہمی تعاون سے رکھی گئی جس کے توسط سے اب تک بہت سے اسلامی، اجتماعی، دینی، ثقافتی واعتقادی امور انجام پا رہے ہیں تا کہ ولایت کی خوشبو سے تمام عالم انسانیت کو معطر کیا جاسکے، اسی جگہ پر موسسۃ الولایۃ کے سرپرست علامہ مرحوم شیخ شبیر حسین صاحب قبلہ نجفی طاب ثراہ جو کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے روضہ میں مدفون ہیں ان کی یادوں کے ساتھ سورہ فاتحہ کا ملتمس ہوں، سایہ ولایت کے پرودہ والدین کی ولائی پرورش وتربیت کا نتیجہ یہ تھا کہ مکتب جعفریہ جلالپور کی ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسۂ باب العلم مبارکپور گیا اور وہاں دس ماہ عربی وفارسی پڑھنے کے بعد مرکز علم وادب (لکھنؤ) گیا، فخر

العلماء حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین عالیجناب مولانا مرزا محمد عالم صاحب قبلہ نجفی اعلی اللہ مقامہ کے مدرسہ علمیہ جامعۃ التبلیغ (مدینۃ العلم) میں حوزوی تعلیم کے لئے وارد ہوا، اور ۱۹۸۴ء تک دینی تعلیم حاصل کی۔ بعدہ اعلی تعلیم وتربیت کی غرض سے سرزمین انقلاب اسلامی ایران سے شرفیاب ہوا، کیونکہ حقیر کو حضرت ثامن الائمہ علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام اور آپ کی خواہر گرامی حضرت بی بی فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا قم کی زیارت، حضرت امام خمینیؒ سے کافی گہرا دلی لگاؤ تھا، آیت اللہ العظمیٰ حضرت امام خمینیؒ وہ عظیم جہانی شخصیت تھی کہ جس کا مقائسہ تاریخ معاصر کے کسی بھی مشہور سیاسی، انقلابی، علمی اور مذہبی چہرے سے نہیں کیا جاسکتا، حضرت آیت اللہ علی مشکینی دامت برکاتہ رئیس مجلس خبرگان وامام جمعہ قم کا ایک تاریخی جملہ ''امام خمینیؒ کے ارتحال ملکوتی کی مناسبت سے جسے سنہرے حرفوں سے لکھنا چاہئے کہ'' خداوند عالم نے چہاردہ معصومین علیہم السلام کے بعد امت اسلام کو ایک عظیم نعمت عطا کی، کہ ایسا نمونہ اور شاہکار کسی اور امت کو میسر نہ ہوا، یہ مذہب تشیع کے لئے باعث افتخار ہے''

شہر فقہ واجتہاد قم میں علوم آل محمد علیہم السلام حاصل کرنے لئے مدرسۂ حجتیہ میں تعلیمی وتربیتی حوزوی وروحانی دروس کا سلسلہ شروع کیا اور ۱۹۸۶ء میں خداوند عالم کی توفیق سے مسجد امام حسن عسکری علیہ السلام میں ماہ رجب میں معتکف ہوا، اور اعتکاف میں ذکر خدا، عبادات اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ علامہ حضرت آیت اللہ شہید دستغیب شیرازی رحمۃ اللہ علیہ معلّم اخلاق کی گراں قدر کتاب بنام ''ولایت وامامت درداستانہای شہیدؒ'' کا ترجمہ شروع کیا، اس کتاب کی نمایاں خصوصیات مجموعی حیثیت سے انسان کی عظمت اور اس کی اہمیت علم وادب، اخلاق کریمانہ سے آراستگی، صفات حمیدہ سے درخشندگی، رزائل سے اجتناب، کردار کی بلندی ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی سچی پیروی اور ان کے علوم وافکار کی ترویج بالخصوص ولایت وامامت

سے سرشار مودّت ومحبت کے اظہار کا جذبہ وولولہ، اسی لئے حقیر نے صاحب ولایت کبریٰ سے شدید وابستگی کی غرض سے ترجمہ کیا جو کہ بحمد للہ چند ہی روز میں مکمل ہوگیا، جس کا نام'' مولائی داستانیں'' انتخاب کیا ہے البتہ بطور اصلاح مرحوم مولانا ناصر مہدی صاحب بنارسی طاب ثراہ اور برادر بزرگوار مولانا ہادی حسن فیضی صاحب کے حوالہ کیا محترم فیضی صاحب نے جامعہ ناظمیہ لکھنؤ کے معروف استاد عالم جلیل القدر استاد سید محمد شاکر صاحب قبلہ نقوی کی تحویل میں دیا، موصوف نے تواضع وانکساری کے ساتھ قبول کرتے ہوئے نظر ثانی کے بعد چند مفید ہدایات کی نشاندہی فرمائی، مولانا موصوف کا صمیم قلب سے اور دیگر افراد کا جنہوں نے تعاون کیا، شکر گزار ہوں۔

نیز عزتمآب عالیجناب الحاج محمد سعید صاحب رائے پوری کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کے حوالے سے کافی حوصلہ افزائی کی امید ہے کہ اسی طرح دین کی خدمت انجام دیتے رہیں گے، نیز مدرسہ مہدیہ جلالپور کے تمام اراکین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بارگاہ احدیت میں دست بدعا ہوں کہ مدرسہ کے تمام تعمیری کام جلد از جلد مکمل ہوجائیں، اور حوزۂ علمیہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نگپور (جلالپور) جس کا وجود ۱۴۰۵ھ ہجری میں عمل میں آیا کہ جو جلالپور کی فداکار اور مخلص قوم سے تعلق رکھتا ہے جس کی باگ ڈور اراکین مجلس منتظمہ، موجودہ مدرسین نیز حوزۂ علمیہ قم کے طلاب کرام وعلماء عظام بنام ہیئت طلاب نمائندگان حوزۂ علمیہ حضرت امام جعفر صادقؑ جلالپور مقیم قم کے ہاتھوں ہے، اور اس ہیئت نمائندگان کے سرپرستان مجاہد ملت حجۃ الاسلام والمسلمین آفتاب شریعت عالیجناب مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب قبلہ اور حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید علی رضوی صاحب قبلہ نائب مدیر مدرسۂ امام علی علیہ السلام قم اور حجۃ الاسلام والمسلمین عالیجناب مولانا شیخ حسن

رضا صاحب قبلہ نجفی مقیم دوبئی ہیں، ان حضرات ودانشوروں اور حق کے پرستاروں کی خدمت عالیہ میں امتنان وسپاسگذاری پیش کرتا ہوں، جنھوں نے اس مقدس منصوبہ کی نشر واشاعت میں تمام تر حوصلوں اور توانائیوں کے ساتھ ہمت افزائی کی، نیز برادر محترم عالیجناب مولانا سید علی صاحب طباطبائی کا نہایت شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے کتاب کی نشر واشاعت قبول فرمائی۔

بارگاہ خداوندی میں دعا ہے کہ ان حضرات کی توفیق خیر، ثبات قدم اور استحکام کی دولت نصیب فرمائے۔

ارباب علم کی اعلیٰ ظرفی سے گذارش ہے کہ معمولی تسامحات کو دامن عفو میں جگہ عنایت فرمائیں اور اہم غلطیوں سے مطلع فرمائیں۔

آخر میں بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہیں کہ ظہور حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف میں تعجیل فرمائے اور ہمیں آپ کے اعوان وانصار میں شمار فرمائے۔ (آمین)

اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ

خاکپائے غلامانِ ولایت وامامت

حسن عباس حیدری

۱۶ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

مقیم حوزۂ علمیہ قم۔ ایران

باسمہ تعالیٰ

شہید دستغیبؒ کے مختصر حالات

حضرت آیت اللہ شہید دستغیبؒ کی حیات طیبہ کا تاریخچہ اگر قلمبند کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب آمادہ ہو جائے، لہذا شہیدؒ کی زندگی کا صرف ایک مختصر خاکہ محترم قارئین کی خدمت اقدس میں پیش ہے، تاکہ آپ کی اخلاقی، عرفانی، اجتہادی، مجاہدانہ اور سیاسی الٰہی شخصیت پہچانی جاسکے۔

شہیدؒ مظلوم حضرت آیت اللہ الحاج سید عبد الحسین دستغیب شیرازی نے بروز عاشورہ ۱۳۳۲ھ ق میں دار العلم شیراز کے ایک علمی ومذہبی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ نو سال کی کمسنی میں ہی آپ کے پدر بزرگوار حضرت آیت اللہ مرحوم سید محمد تقی دستغیبؒ کا سایہ سر سے اٹھ گیا جو کہ اپنے وقت کے عظیم پرہیزگار عالم دین تھے انھوں نے اس لعل گراں بہا کی پرورش اور تعلیم وتدریس میں ہر ممکن سعی کی پھر اس شہر کے مدرسہ میں رسمی تعلیم کے لئے داخل کر دیا آپ نے علوم وادبیات عربی شہر شیراز میں شروع کی، پندرہ سال کی عمر مبارک میں بازار حاجی کے پاس باقر خان کی مسجد میں نماز جماعت پڑھانے کے لئے تشریف لے جاتے تھے، آپ کا خانوادہ اسّی ۸۰ سال سے دستغیب کے نام سے چلا آرہا ہے جو قابل اور جید علماء

فقہاء وحکماء سے مملو رہا ہے، موقوفات میں سبھی کے اسماء گرامی محفوظ ہیں اور اس عظیم شخصیت کا حسب ونسب ۳۲ واسطوں سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تک پہونچتا ہے۔

شہیدؒ دستغیب نے شیراز میں کفایۃ الاصول اور کچھ درس خارج، فقہ واصول حاصل کرنے کے بعد باب مدینۃ العلم (نجف اشرف) سے مشرف ہوئے، اور ایسے پرآشوب ماحول میں کہ جس وقت رضا شاہ پہلوی علماء عظام کے سروں سے عمامہ اتار دیا کرتا تھا، آپ کی علمی شخصیت وصلاحیت نا قابل انکار تھی، علم فقہ، اصول اور دروس سطح عالی و دروس خارج کو حوزہ علمیہ نجف اشرف ہی میں حاصل کیا، آپ مفسر قرآن بھی تھے، درس اخلاق کے ساتھ ساتھ تفسیر کا بھی درس دیا کرتے تھے، آپ نے تفسیر کے موضوع پر بہت سی کتابیں تحریر کی ہیں۔ آپ نے سند اجتہاد آیات عظام حضرات شیخ محمد کاظم شیرازیؒ اور سید ابوالحسن اصفہانیؒ اور آقای ضیاء عراقیؒ اور دوسرے فقہا نامدار سے حاصل کیا۔

جب آپ نے تفقہ فی الدین کے بعد ایران واپس آنا چاہا تو حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقای الشیخ محمد کاظم نے فرمایا کہ شیراز نہ جائیں! یہیں نجف اشرف ہی میں رہیں، تا کہ آپ کو میرے بعد مرجعیت (ارجاع احتیاط) کا منصب عطا کیا جائے، لیکن شہیدؒ نے فرمایا کہ میری ضرورت شیراز میں زیادہ ہے، اور میں اپنی قوم میں جا کر خدمت کرونگا۔ باب مدینۃ العلم سے اکتساب دانش کے بعد اپنے وطن شیراز تشریف لائے، اور آتے ہی شاہ رضا خان سے جہاد ومبارزہ شروع کر دیا، حوزات علمیہ شیراز میں کفایۃ الاصول اور مکاسب کے دروس کا آغاز کیا اور کبھی بھی آپ نے مجتہد یا فقیہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ آپ کو شیراز میں کافی شہرت حاصل ہوئی اور آپ کی شہرت صرف ایک معلم اخلاق اور استاد کی حیثیت سے نہ تھی، بلکہ آپ کی شخصیت ومجاہدانہ زندگی ہر شخص اور ہر طبقہ کی نظر میں تھی، شہیدؒ کی مقبولیت اور محبوبیت جو قوم

کے اندر تھی اس کی تین وجہ تھی: ۱ فقاہت۔ ۲ اخلاق حسنہ۔ ۳ شجاعانہ ومجاہدانہ زندگی۔

آیت اللہ العظمیٰ حضرت امام خمینیؒ سے آپ ایک مرتبہ ملاقات کے لئے تہران تشریف لے گئے، حضرت امام خمینیؒ دیکھتے ہی کھڑے ہوگئے اور پرتپاک انداز میں تبسم کے ساتھ گلے ملے، حضرت امام خمینیؒ نے آپ کی علمی وعملی صلاحیت کی بنا پر صوبۂ فارس کا امام جمعہ منصوب کر دیا، آپ کی اخلاقی شخصیت اس قدر بلند تھی کہ جب سے آپ نے حوزوی علوم کو حاصل کرنا شروع کیا اسی وقت سے تہذیب وتربیت نفس کی بھی سعی وکوشش شروع کر دی اور ۱۹/۲۰ سال کی عمر میں مکمل طور پر اخلاقی ونورانی شخصیت بن کر ابھرے کہ ۳۰ رسال کی عمر بابرکت نفسیاتی اور اخلاقی طہارت وشائستہ کرداری کے اعتبار سے علماء سلف ومستقبل کا نفیس ترین نمونہ بن گئی، آپ عرفان اور اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز ہو چکے تھے آپ بہت ہی متواضع ومنکسر مزاج تھے اور کبھی بھی اپنی عمر میں لفظ ''میں'' کا استعمال نہیں کیا اسی وجہ سے آپ کو ''معلم اخلاق'' کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ شہیدؒ دستغیب کی خاص خوبی یہ تھی کہ نماز شب کے پابند تھے، تلاوت قرآن اور ذکر خدا میں مسلسل مشغول رہتے تھے، شب جمعہ راز ونیاز، مناجات وتوسل ائمہ معصومین علیہم السلام میں بسر کرتے تھے، دعائے کمیل مسلسل پڑھا کرتے تھے اور دعا کے بعد انقلاب کی حمایت میں اور رضا شاہ کے ظلم وتشدد کے خلاف تقریریں کیا کرتے تھے۔

آپ کی تیس سے زیادہ کتابیں مختلف زبانوں میں طبع ہو چکی ہیں جن میں مشہور ومعروف یہ کتابیں: گناہان کبیرہ، قلب سلیم، معاد، غیبت، داستانہائے شگفت، صلوٰۃ الخاشعین، استعاذہ، اخلاق اسلامی، قلب سلیم، بہشت جاویدان، معارفی از قرآن، معراج، قیامت وقرآن، پرسش اور قیام سید الشہداء علیہ السلام، ہیں۔

جب آپ نماز جمعہ کے لئے تشریف لے جارہے تھے راستے ہی میں امریکی دہشت گردوں اور منافقین کے منصوبہ بند پروگرام کے تحت بم حادثہ میں بروز جمعہ ۱۴ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ کو جام شہادت نوش کیا اور رحمت الٰہی سے ملحق ہوگئے ان کی روح پرفتوح شاد ہو، آپ سبھی حضرات سے سورۂ فاتحہ کا ملتمس ہوں، نہایت ہی شکریہ۔

آپ کی قبر مطہر آپ کے پدر بزرگوار کے ہمراہ حضرت بی بی معصومہ اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے بھائی شاہ چراغ (شیراز) کے روضۂ مبارک میں ہے جو کہ زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

خاکپائے غلامانِ ولایت وامامت

مترجم حسن عباس حیدری

باسمہ تعالیٰ

مقدمۂ کتاب

(شہید سید عبدالحسین دستغیبؒ کی مظلومانہ شہادت کی مناسبت سے بانی جمہوری اسلامی حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینیؒ کے پیغام کا ایک حصہ)

﴿﴾ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" اسلام کی عظیم ملت نے مسجد کوفہ کی محراب سے کربلا کے افتخار آمیز صحرا تک اور تشیع کی پوری باعظمت سرخ تاریخ میں عزیز اسلام کے لئے اور خدا کے راستے میں بہت سی قیمتی قربانیاں دی ہیں، اور شہادت طلب ایران بھی اس (قربانی) سے جدا نہیں ہے۔

آج جمعہ اور نماز وعبادت کے دن امریکی جنایت کاروں کے ہاتھوں نے ایک بہت ہی عظیم شخصیت و عالم دین کو کہ جس کا گناہ فقط اسلام سے وفاداری تھا، ایران کی قوم وملت اور محترم اہل فارس کے ہاتھوں سے چھین لیا، اور تمام حوزات علمیہ واہل ایران کو سوگ میں بٹھادیا، حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین شہید حاج سید عبدالحسین دستغیبؒ کو جو کہ معلم اخلاق ومہذب نفوس اور اسلام وجمہوری اسلامی کے وفادار تھے، ان کے ساتھیوں کے ساتھ شہید کردیا۔

اور اس زمانے کی سپر طاقتوں اور جنایتکاروں کے حق میں اپنی خدمت کا حق ادا کردیا، اس خیال خام میں کہ ایران کی مجاہد ملت کو آسیب اور ٹھیس پہنچائیں اور اُن کو مقصد تک پہنچنے سے روک دیں، یہ کوردل نہیں دیکھتے کہ ہر ایک شہادت اور ہر ایک جنایت کے موقع پر اسلام اور ملک کی وفادار قوم پہلے سے زیادہ مصمم اور میدان میں حاضر ہوتے ہیں۔

میں اس عظیم افسوس ناک فقدان پر حضرت امام مہدی ارواحنالہ الفداء اور ایران کی بہادر قوم اور صوبۂ فارس کے محترم باشندوں اور اس شہید کے خاندان اور گھر والوں کی خدمت میں تسلیت وتعزیت پیش کرتا ہوں۔

والسلام علیٰ عباد اللہ الصالحین.

شہید محراب حضرت آیت اللہ دستغیبؒ کی کتابیں اور تحریریں ایسے درس آموز واقعات وروایات سے پر اور مملو ہیں کہ جن کا مطالعہ بیدار ساز اور محرک ہوسکتا ہے، سالہا سال ہمارے آباء واجداد ان واقعات کو سنتے چلے آرہے ہیں۔

صدر اسلام کے بزرگوں اور بزرگ شیعہ علماء کے کارناموں کے بیان نے (جنھوں نے خدا کے علاوہ کسی کی پرستش نہیں کی اور اس کے ارادے کے مقابلے میں کسی اور کے سامنے سر سجدہ خم نہیں کیا ان پر وجد طاری کردیا) اور ان مظالم وآلام اور بے انصافیوں اور خونریزیوں کے بیان نے جو آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین پر وارد ہوئی ہیں ان کی آنکھوں سے آنسو جاری کردیئے ہیں۔

اور اب ہماری بات یہ ہے کہ ان واقعات سے فائدہ اٹھائیں وہ واقعات کہ ولایت ومحبت ومہر معصومینؑ کی روح، جن کی ہر ہر سطر میں موج زن ہے، وہ داستانیں جو جامعہ ومعاشرے کو حرکت میں لانے والی ہیں اور بشریت کے دلوں کو ہلا دینے والی ہیں اور روز آخرت وقیامت اور اللہ کے حساب کو یاد دلانے والی ہیں وہ داستانیں جن میں اسلامی تعلیمات کی روح جلوہ گر ہے اور وہ انسان ساز اسلامی تعلیمات فلسفی اور علمی اور کلامی اور صوفیانہ پیچیدگیوں سے دور رہ کر سکھاتی ہیں۔

وہ داستانیں ہمیں سکھلاتی ہیں کہ کس طرح ہم ایمان وعمل صالح کے اسلحوں سے الٰہی راہوں میں قدم رکھ سکتے ہیں اور کیسے ہم انسانی اور غیر انسانی شیاطین کے دام سے بھاگ سکتے ہیں اور کس طرح ہم قرب الٰہی کی منزل اور بہشت رضوان میں وارد ہوسکتے ہیں۔

وہ داستانیں ہمیں سکھلاتی ہیں کہ کیسے اہل بیت علیہم السلام سے محبت رکھ کر (جو خدا کے منتخب افراد ہیں) اپنے کو برزخ کے مواقف سے گذاریں اور قیامت کی ہلاکتوں سے بھاگیں۔

وہ داستانیں ہمیں سکھلاتی ہیں کہ کیسے خون واشک کے ساتھ یزید اور زمانے کے

یزیدوں سے جنگ کریں اور ہم کیسے حضرت امام حسین علیہ السلام اور زمانہ کے حسینؑ منتظر (حضرت مہدیؑ) کی مدد کریں۔

وہ داستانیں ہمیں سکھلاتی ہیں کہ کیسے جینا چاہیے یا بولنا چاہیے کیا کام کرنا چاہیے اور کیسے خدائی موت مریں۔

شہیدؒ کی داستانیں قرآن اور کلام معصومین علیہم السلام سے پھوٹا ہوا چشمہ ہیں اور ہم پر یہ واجب ہے کہ اپنے کو اس تقویٰ کے حوض میں غسل دیں اور اس کے معارف الٰہیہ سے اپنے کو سیراب کریں۔

شہید دستغیبؒ کی داستانیں ایسا معیار ہیں کہ اس کے ذریعہ ہم اپنے معاشرہ اور معاشرہ کے افراد کو تول سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ کس مرحلہ میں ہیں اور کس طرف راستہ طے کر رہے ہیں، اور کس حد تک زلال اسلام کی حقیقت تک پہونچے ہیں۔

شہید کی داستانیں! ہمیں بتاتی ہیں کہ خداوالے کون لوگ تھے ان کی رفتار وگفتار کیا تھی کیسے کفر ونفاق وظلم کے خلاف جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کیسے توحید کی اونچی چوٹیوں تک پہونچے اور ہم کیسے ان کے راستے پر قدم اٹھا سکتے ہیں۔

خلاصہ کلام شہید کی داستانیں بندۂ خداجو کے لئے راہ سعادت اور زندگی کی داستانیں ہیں۔ اس امید کے ساتھ کہ شہید کی داستانیں ہمیں خدا کی راہ پر چلنے میں فائدہ دیں گی۔

آپ کو چند ضروری نکات کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔

۱۔ کتاب کا نام "مولائی داستانیں" رکھا ہے، اس لئے کہ شہید بزرگوار آیت اللہ دستغیبؒ کی مختلف کتابوں سے ان داستانوں کو اخذ کیا گیا ہے۔

۲۔ چونکہ ہمارا مقصد زیادہ تر نوجوانوں کو فائدہ پہنچانا تھا، اور اس وجہ سے کہ ان شہید بزرگوار کی زیادہ تر کتابیں بہت پہلے چھپی تھیں لہٰذا داستانیں سادہ اور آسان زبان میں تحریر کی گئیں ہیں تا کہ اس سے نوجوان طبقے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرسکیں۔

۳۔ اس کتاب میں معصومین اور اہلبیت علیہم السلام اور آنحضرات کے اصحاب کی زندگی

کی داستانیں اور روایات نقل کی گئیں ہیں اور شیعوں سے متعلق ان کے لطف وکرم اور امداد وعنایات کے چند نمونوں کو بیان کیا گیا ہے تاکہ قارئین محترم آگاہ اور بیدار ہونے کے علاوہ اہلبیت علیہم السلام کی راہ ورسم کی پیروی کی تشویق دیں اور خداوند عالم کے فضل سے ان کی ہدایت وسعادت کا باعث ہوں۔

۴۔ وہ مفاہیم جنکے بارے میں مشکل اور سخت ہونے کا گمان ہوا ہے حاشیہ میں ان کے معنی اور شرح بیان کر دیئے گئے ہیں، تاکہ قارئین کرام داستانوں کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

۵۔ داستانوں کی تحریر وسادہ نویسی میں کوشش کی گئی ہے کہ کوئی مفہوم کتاب کے اصلی مفاہیم سے زیادہ نہ ہونے پائیں اور متن وعبارت کے مفاہیم کے ساتھ وفاداری اور امانت ہر صورت میں محفوظ رہے۔

۶۔ اور آخری بات یہ ہے کہ ہم امید رکھتے ہیں کہ خداوند عالم ہم کو تمام خطاؤں ولغزشوں سے محفوظ رکھے، اور دنیا وآخرت میں ہماری ہدایت فرمائے اور اسلام کے معارف عالیہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور بزرگوں سے تمام اہل فکر ونظر سے استدعا کرتے ہیں کہ اپنے لطف وکرم سے ہمیں اپنے بہترین نظریات وافکار سے آگاہ فرمائیں تاکہ ہماری غلطیوں کی اصلاح ہو جائے، اور اس کتاب کا زیادہ سے زیادہ استفادہ ہو سکے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب "

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(فرزند مؤلف) شہید دستغیبؒ

خلیفہ کی نماز

جس وقت حکومت وقت نے فدک کو غصب کیا اور فدک کو زبردستی چھین کر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے لے لیا تو حضرت معصومہ عالم نے حکم دیا کہ مسجد میں پردہ لگایا جائے اسکے بعد حضرت زہرا سلام اللہ علیہا مسجد کے اندر داخل ہوئیں اور لوگوں کے سامنے ایک فصیح وبلیغ خطبہ دیا آپ نے سب سے پہلے خدا کی وحدانیت اور دین اسلام واحکام خدا کو بیان کیا اسکے بعد غصب فدک کے متعلق ارشاد فرمایا کہ سبھی لوگ جانتے ہیں کہ فدک کو میرے پدر بزرگوار (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے بخشا تھا اور وہ میرے قبضہ میں بھی تھا لہذا کس دلیل سے حکومت نے اسے ضبط کر لیا ہے؟ اس تقریر پر خلیفہ اول نے کہا کہ ہم آپ سے دلیل چاہتے ہیں کہ آپ اپنے اس دعوے پر (کہ فدک آپکو رسول اللہؐ نے دیا تھا) گواہ پیش کریں درآنحالیکہ خود ابوبکر کو فاطمہ زہرا علیہا السلام سے فدک چھیننے کیلئے دلیل لانا چاہیئے تھی کیونکہ کسی شی کا ایک مسلمان کے قبضہ میں ہونا بر بنائے شریعت اسلام اسکی ملکیت کی واضح دلیل ہے اس بنا پر ابوبکر وعمر کو فدک چھیننے پر دلیل لانا چاہیئے تھی مولائے کائنات حضرت علیؑ اور امام حسنؑ وامام حسینؑ نے گواہی دی کہ اس زمین فدک کو رسول نے اپنی بیٹی کو دیا ہے اور چوتھی

گواہ ام ایمن تھیں یہ وہ خاتون ہیں جنکے بارے میں رسولؐ نے فرمایا تھا کہ یہ جنت کی عورتوں میں سے ہیں اور پانچویں گواہ اسماء ہیں ان دونوں نے بھی گواہی دی لیکن عمر نے ان سب کی گواہیوں کو قبول نہ کیا اور کہا کہ حضرت علیؑ کی گواہی فائدہ نہیں رکھتی اسلیئے کہ اپنے گھر والوں کے فائدے کیلیئے گواہی دے رہے ہیں اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کی بھی گواہی کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ دونوں بچے اور نابالغ ہیں اور ام ایمن اور اسماء کی بھی گواہی ناقص ہے اس لئے کہ عورت ہیں حضرت مولائے کائنات امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا کہ خود حضرت فاطمہؑ سے گواہی طلب کرنا قرآن کے خلاف ہے، پھر آپ نے کہا کہ اے ابوبکر اگر دو شخص گواہی دیں کہ فاطمہؑ نے نعوذ باللہ کوئی گناہ انجام دیا ہے تو کیا اس شہادت و گواہی کو قبول کرو گے، ابوبکر نے جواب دیا کہ:

جی ہاں حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر تم نے اس کام کو انجام دیا تو قرآن کے قول کے مطابق تم کافر ہو اس لئے کہ خداوند عالم نے قرآن میں حضرت زہراؑ کی عصمت و پاکدامنی کی گواہی دی ہے کہ:

"إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا." (سورہ احزاب آیت ۳۳)

اے رسول کے اہل بیتؑ خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو (ہر طرح کی) برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔

کیا خدا کی گواہی کو قبول نہیں کرتے ہو؟ اور دو عام شخصوں کی شہادت کو قبول کرتے ہو؟ اس موقعہ پر جو لوگ مسجد میں موجود تھے سب رونے لگے اور رونے کی آواز

مسجد میں گونجنے لگی اور بہت شور اٹھا اس بنا پر حکومت نے اس جلسہ کو برخاست کیا اور تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے۔ جب ابوبکر و عمر گھر میں واپس پہونچے۔ تو ابوبکر نے عمر سے کہا کہ دیکھا علی نے کس طرح ہم لوگوں کو رسوا کیا؟!

عمر نے کہا کہ علی کو قتل کر دو... ابوبکر نے پوچھا کہ کون شخص ان کو قتل کرے؟

عمر نے جواب دیا کہ اس کام کو انجام دینے کیلیئے سب سے بہتر خالد بن ولید ہے (۱) خالد کو بلایا گیا جب آیا تو ابوبکر نے کہا کہ اے خالد بن ولید کل صبح کی نماز جماعت میں جب میں نماز کا سلام دوں تو اسوقت حضرت علی کو قتل کر دو، اسماء ابوبکر کی بیوی جو حضرت علیؑ کے شیعوں میں تھی اس نے اپنے غلام کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجا اور کہا کہ اے غلام جاکر اس آیت کو حضرت علی کے پاس پڑھ دو۔

"وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ" (سورہ قصص آیت ۲۰)

اور ایک شخص شہر کے اس کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اور (موسیٰ سے) کہنے لگا موسیٰ (تم یہ یقین جانو کہ شہر کے) بڑے بڑے آدمی تمہارے بارے میں مشورہ

... ...

(۱) خالد بن ولید:۔ کفار قریش کا ایک سردار تھا فتح مکہ کے وقت رسولؐ کے ذریعہ مسلمان ہوا یہ شخص شمشیر زن اور خونریز تھا ابوبکر کے زمانے میں اس نے بہت زیادہ ظلم و استبداد و غارت گری کی ہے بہت سے مومنین کو قتل کیا اور ان کی عورتوں سے زنا کیا لیکن ابوبکر نے اسکو معاف کر دیا اہلسنت نے خالد بن ولید کو سیف الاسلام (شمشیر اسلام) کا لقب دیا ہے۔

کرر ہے ہیں کہ تم کو قتل کر ڈالیں تو تم (شہر سے) نکل بھاگو میں تم سے خیر خواہانہ کہتا ہوں ۔ حضرت علی علیہ السلام نے غلام سے فرمایا کہ اسماء سے کہدو کہ وہ لوگ مجھے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے جب صبح ہوئی تو خالد بن ولید نے تلوار اٹھائی اور مسجد میں حضرت علی علیہ السلام کے پاس بیٹھا۔

ابو بکر نے نماز پڑھی اور تشہد تک پہنچا ہی تھا کہ سوچنے لگا کہ حضرت علی کو قتل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اور مسجد میں کہیں کوئی بلوا ہوا تو اس کا نتیجہ برا ہی نکلے گا۔

ابو بکر شرمندہ ہوا اسی وجہ سے اس نے تشہد کو اتنا طولانی کیا کہ سورج نکلنے کے قریب تھا مجبوراً اسے ایک مرتبہ کہنا پڑا کہ اے خالد! جس چیز کا تجھے حکم دیا تھا اس کو انجام مت دینا اور پھر نماز کا سلام پڑھا اور نماز تمام کی، نماز ختم ہونے کے بعد حضرت علی علیہ السلام، خالد کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ اس (ابو بکر) نے تجھے کس چیز کا حکم دیا تھا؟ خالد نے کہا کہ آپ کو قتل کرنے کے لئے کہا تھا حضرت علیؑ نے فرمایا کہ کیا تم نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ مجھے قتل کر دو گے؟

خالد نے کہا کہ جی ہاں، حضرت علیؑ نے خالد کے گلے کو پکڑ کر دبوچا تو وہ بد بخت خرخر کرنے لگا اور کسی کو جرأت نہ ہوئی جو خالد کی سفارش کرے اور بچائے۔

ابو بکر نے عمر سے کہا کہ یہ تیرے منحوس مشورہ سے ہوا ہے جاؤ عباس کو لے کر آؤ تا کہ حضرت علیؑ کے پاس آ کر سفارش کریں، رسول کے چچا عباسؓ کو بلا کر لائے تو اس وقت حضرت علیؑ نے ان کے احترام کی وجہ سے خالد کے گلے سے ہاتھ کو ہٹا لیا۔

(صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہراؑ ص ۱۴۴)

حضرت علی علیہ السلام کا مقروض ہونا

ابراہیم بن مہران شیعہ راویوں میں سے تھے اور یہ موثق وصادق و راستگو تھے انھوں نے بیان کیا ہے کہ: میرے پڑوس شہر کوفہ میں ایک شخص ابو جعفر نام کے رہتے تھے یہ خوش معاملہ اور ایسے نیکوکار تھے کہ جب کسی سید شخص کو پیسے کی ضرورت ہوتی تھی اور وہ ان کے پاس جاتے تھے تو فوراً اس شخص کی مدد کرتے تھے چنانچہ اسکے بعد اگر کوئی سید پیسے ادا کرنے پر قدرت رکھتے اور ادا کر دیتے تو وہ اپنے رجسٹر سے قرض ادا کرنے والوں کا نام کاٹ دیا کرتے تھے اور اگر کوئی سید پیسے نہیں دے سکتا تھا تو ابو جعفر اپنے غلام سے کہتے تھے کہ رجسٹر میں لکھو کہ یہ وہ رقم ہے جسے حضرت علیؑ نے قرض لیا ہے۔

کچھ دنوں بعد ابو جعفر فقیر وغریب ہو گئے اور تمام ثروت و دولت ختم ہو گئی نتیجہ میں روزانہ اپنے گھر میں بیٹھتے تھے اور رجسٹر کو اپنے سامنے کھول کر بیٹھے دیکھا کرتے تھے اگر کسی کا نام ملتا تھا کہ قرض لیا ہے تو اس شخص مقروض کے پاس کسی کو پیسہ لینے کے لئے بھیجتے تھے کہ اگر زندہ ہے تو آ کے قرض ادا کر دے اور اگر شخص مقروض انتقال کر چکا ہوتا تھا تو اسکے نام کو رجسٹر سے کاٹ دیا کرتے تھے ایک روز ابو جعفر گھر کے باہر بیٹھے تھے اور حسب دستور اپنے رجسٹر میں دیکھ رہے تھے کہ شیعوں کے ایک دشمن کا آپ کے پاس

سے گذر ہوا وہ شخص ابو جعفر کے حالات سے واقف تھا اس نے مذاق اڑاتے ہوئے ابو جعفر کو طعنہ دیا کہ تیرے سب سے بڑے مقروض حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے تیرے ساتھ کیا کیا ابو جعفر اسکی بات سے غمگین ورنجیدہ ہوئے اٹھے اور گھر کے اندر گئے اور جب اس روز سوئے تو رات میں حضرت رسول کو خواب میں دیکھا کہ رسول کے پاس حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین بھی موجود ہیں، پیغمبر اسلامؐ نے امام حسنؑ وامام حسینؑ سے پوچھا کہ تمہارے والد بزرگوار کہاں ہیں؟ اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لائے اور کہا کہ میں یہاں ہوں اگر کوئی کام ہو تو فرمائیے اس وقت رسول نے حضرت علی سے فرمایا کہ کیوں ابو جعفر کے قرض کو ادا نہیں کر دیتے، حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس کا پیسہ نکال کر رکھا ہے اور ابھی جا کر اس کو واپس دیتا ہوں اسی حال میں حضرت علیؑ نے ایک تھیلی "سفید اون" کی لائے اور ابو جعفر کو دیا اس وقت رسول اسلامؐ نے ابو جعفر سے کہا کہ اسکو لے لو، البتہ اگر کوئی میرے فرزندوں میں سے تیرے پاس آئے تو اسکو نا امید کر کے باہر نہ کر دینا اس لئے خداوند عالم نے تجھے برکت دی ہے، اب اس کے بعد تم کبھی فقیر نہیں ہو سکتے، ابو جعفر جب خواب سے بیدار ہوئے اور اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا ایک تھیلی سفید اون کی ان کے ہاتھ میں تھی اسی وقت رات میں اپنی بیوی کو جگایا اور کہا کہ چراغ جلاؤ، جب چراغ روشن ہوا تو ابو جعفر نے تھیلی کھولی اس میں ایک ہزار اشرفی سونے کی تھی اسکے بعد رجسٹر لائے اور دیکھا کہ جتنا سیدوں کو دیا تھا اور حضرت علی کے نام حساب لکھا تھا، جمع ہو گیا، اور جتنا سیدوں کو قرض دیا تھا اسی مقدار میں ہزار اشرفی ہے نہ ایک سکہ کم اور نہ ایک سکہ زیادہ ہے۔ (گناہان کبیرہ، جلد دوم ۔ ۲۹۶)

موازنہ

(حلیمہ سعدیہ) رسول اسلامؐ کی دایہ (رضاعی) ماں تھیں (۱) حلیمہ سعدیہ کی ایک بیٹی تھی جسکا نام حرہ تھا، کہ یہ حضرت مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی چاہنے والی شیعہ عورت تھی، جب یہ ضعیف ہوئی اور ایک روز حجاج کی نشست میں گئی، حجاج نے اس ضعیفہ سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم عقیدہ رکھتی ہو کہ ابو بکر، عمر، عثمان سے زیادہ افضل مولائے کائنات علی بن ابیطالب علیہما السلام ہیں حرہ نے کہا کہ جس شخص نے یہ کہا ہے جھوٹ کہا ہے اسلئے کہ میں عقیدہ رکھتی ہوں کہ حضرت علی بن ابیطالب فقط ان خلفاء ثلاثہ پر ہی برتری وفضیلت نہیں رکھتے بلکہ رسول اکرم کے علاوہ تمامی انبیاء پر برتری وفضیلت رکھتے ہیں حجاج نے جب یہ جسورانہ اعتراف سنا تو فریاد کی کہ وائے ہو تم پر؟ کیا حضرت علیؑ کو اولوالعزم پیغمبروں سے بھی افضل سمجھتی ہو؟

حرہ نے جواب دیا کہ میں ان کو برتر نہیں سمجھتی بلکہ حضرت علی کو خداوند عالم نے تمام انبیاء پر برتری دی ہے اور اسکے متعلق قرآن نے بھی گواہی دی ہے۔

---

(۱)۔ دایہ۔۔ جب بھی بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت سے دودھ پئے تو وہ عورت بچے کی دایہ کہلاتی ہے۔

حجاج (۱) نے کہا کہ اگر اس موضوع کو قرآن سے ثابت کرو گی تم کو نجات مل جائیگی ورنہ حکم دوں گا کہ اسی نشست میں تجھ کو قتل کریں حرہ نے کہا کہ اس بات کو ثابت کرنے کیلئے حاضر ہوں اور اس عقیدہ پر یقین کامل رکھتی ہوں حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن فرماتا ہے کہ جب حضرت آدم ممنوعہ درخت سے نزدیک ہوئے اور گندم کھالیا تو خداوند عالم نے ان کا عمل قبول نہ کیا لیکن قرآن میں خداوند عالم نے حضرت علیؑ کو خطاب کیا کہ آپ حضرات خانوادۂ عصمت وطہارت کا عمل خدا کے نزدیک مقبول ہے:

"اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُوْرًا"

(سورہ دہر آیت ۲۲)

ترجمہ آیت: یہ یقینی تمھارے لئے ہوگا تمہاری (کارگزاریوں کے) صلہ میں اور تمھاری کوشش قابل شکر گذاری ہے۔

اور خدا دوسری جگہ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ: اس درخت کے قریب مت جانا: وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظَّالِمِيْنَ" (سورہ بقرہ آیت ۳۵، سورۂ اعراف آیت ۱۹)

مگر (خبردار) اس درخت کے پاس نہ جانا (ورنہ) پھر تم اپنا آپ نقصان کروگے"

(۱) حجاج عبدالملک بن مروان کا ایک ظالم اور خونخوار سردار تھا اور اسکی طرف سے عراق کا حاکم ہوا اور اس نے (حجاج) اپنی حکومت کے دور میں بہت سے شیعوں کو شہید کیا اور دسیوں ہزار لوگوں کو قتل کیا۔

لیکن حضرت آدم نے ترک اولیٰ (۱) کیا اور درخت کے قریب گئے پھل کو کھالیا لیکن خداوند عالم نے تمام چیزوں کو حضرت علیؑ کے لئے حلال کیا لیکن حضرت علیؑ دنیا سے نزدیک نہ ہوئے یعنی مثلاً جو کی روٹی کھاتے رہے جبکہ گیہوں کی روٹی کھانے کی اجازت تھی اور حضرت نوحؑ کے بارے میں خداوند عالم نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

"ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ"

ترجمہ آیت: خدا نے کافروں (کی عبرت) کے واسطے نوح کی بیوی (واہلہ) اور لوط کی بیوی (واعلہ) کی مثل بیان کی ہے کہ یہ دونوں ہمارے بندوں کے تصرف میں تھیں ان کی زوجہ خطا کار اور کافر تھیں، لیکن حضرت علی کی زوجہ ایسی تھیں کہ خدا نے اپنی خوشنودی کو ان کی خوشنودی میں قرار دیا تھا۔

(سورۂ تحریم آیت ۱۰)

اور حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں کہ انھوں نے خدا سے عرض کیا کہ:

"وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ

(۱) ترک اولیٰ، گناہ نہیں ہے بلکہ ایسے کاموں کا انجام دینا کہ اس سے بہتر بجالا سکتے ہوں، ترک اولیٰ عام لوگوں کیلئے جائز ہے لیکن خداوند عالم چاہتا ہے کہ انبیاء اولیاء علیہم السلام ہمیشہ اچھے کاموں کو بجالائیں اور ترک اولیٰ بھی انجام نہ دیں۔

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءً ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیاً وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ .(سورہ بقرہ آیت ۲۶۰)

اور (اے رسولؐ وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے (خدا سے) درخواست کی کہ اے میرے پروردگار تو مجھے بھی تو دیکھادے کہ تو مردہ کو کیونکر زندہ کرتا ہے خدا نے فرمایا کیا تمھیں (اسکا) یقین نہیں، ابراہیم نے عرض کی (کیوں نہیں) مگر آنکھ سے دیکھنا اسلیئے چاہتا ہوں کہ میرے دل کو پورا اطمینان ہو جائے فرمایا (اچھا اگر یہ چاہتے ہو) تو چار پرندلو اوران کو اپنے پاس منگالو (اور ٹکڑے ٹکڑے کرڈالو) پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھدو اس کے بعد ان کو بلاؤ (پھر دیکھو تو کیونکر) وہ سب کے سب تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور سمجھ رکھو کہ خدا بے شک غالب اور حکمت والا ہے؟

جناب ابراہیمؑ نے خدا سے کہا کہ مجھے دکھادے کہ تو کیسے مردوں کو زندہ کریگا خداوندعالم نے کہا:

کیا ایمان نہیں لائے ہو حضرت نے عرض کیا کہ ایمان لایا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ میرا دل مطمئن ہو جائے اور میرے یقین میں اضافہ ہو، لیکن حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ یَقِیْناً"

اگر پردہ ہٹ جائیں تا کہ میں غیب کی چیزوں کو دیکھوں تو میرے لئے کوئی فرق نہیں رکھتا میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہوگا یعنی امام علیؑ کو اتنا یقین ہے کہ پردہ

ہٹے یا نہ ہٹے پھر بھی یقین میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور آپ کو قیامت پر اس قدر ایمان ہے گویا ہر وقت قیامت کو دیکھتے رہتے ہیں۔

(غررالحکم جلد دوم پہلی حدیث فصل ۷۵)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ جب خداوندعالم نے ان کو حکم دیا کہ فرعون کی دعوت کے لئے جاؤ دین واسلام پہنچاؤ تو حضرت موسیٰ نے عرض کیا:

"قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْساً فَاَخَافُ اَنْ یَقْتُلُوْنِ ،،

(سورہ قصص آیت ۳۳)

ترجمہ: حضرت موسیٰ نے عرض کی پروردگارا میں نے ان میں سے ایک شخص کو مارڈالا تھا تو میں ڈرتا ہوں کہیں اس کے بدلے میں مجھے نہ مارڈالیں۔

لیکن جس رات کفار مکہ نے ارادہ کیا کہ حضرت رسول اسلامؐ کو قتل کردیں اور رسول کے گھر کے اطراف چالیس شمشیرزن ننگی تلوار لئے ہوئے جمع ہو گئے تو رسول نے فرمایا کہ اے علی: کیا میری جگہ سو رہو گے؟

حضرت علی نے عرض کیا کہ کیا میرے سو رہنے سے آپ کی جان بچ جائے گی رسول نے فرمایا ہاں حضرت علی نے فرمایا کہ میری جان آپ پر قربان ہو حضرت علی رسول کے بستر پر سوئے اور نہ ڈرے ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں روایت میں ہے کہ حضرت مریم عبادت گاہ میں رہتی تھیں جب آپ کا وضع حمل قریب ہوا، آواز آئی کہ:

اے مریم یہ عبادت خانہ ہے زچہ خانہ نہیں، اسکے نتیجے میں حضرت مریم بیت

المقدس (مسجد اقصیٰ) سے باہر گئیں اور بیابان وجنگل میں ایک درخت کے کنارے وضع حمل کیا لیکن جس وقت حضرت علی کی ماں فاطمہ بنت اسد حاملہ تھیں کعبہ کے پردے کو پکڑا اور خداوند عالم کو مولود کے حق میں قسم دی۔

کعبہ کی دیوار پھول کی طرح کھلی اور شگفتہ ہوئی حضرت فاطمہ بنت اسد کعبہ کے اندر داخل ہوئیں اور حضرت علی ابن ابیطالب کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آخر کار حجاج خونخوار وظالم اس قدر اس تقریر عارفانہ سے مبہوت ہوا کہ حرہ کو کوئی آزار وتکلیف نہ دی بلکہ انھیں خلعت وانعام بھی دیا۔

(صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہرا ص ۱۰۷)

مہمان خدا کا دوست ہے

ایک باپ اور بیٹے دونوں مومن وپرہیزگار تھے مہمان کی حیثیت سے حضرت علی علیہ السلام کے گھر پہنچے حضرت ان دونوں کو دیکھ کر تعظیم کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور عزت واحترام کے ساتھ بلند جگہ بیٹھنے کیلئے کہا اور خود بھی ان دونوں کے پاس بیٹھے۔

تھوڑی دیر بعد جب شام کے کھانے کا وقت آیا تو حضرت نے فرمایا کہ کھانا حاضر کیا جائے جناب قنبر جو حضرت علیؑ کے وفادار اور پرہیزگار غلام تھے کھانا لائے اور دسترخوان کو بچھا دیا جب شام کا کھانا کھا چکے تو قنبر طشت اور آفتابہ اور رومال لائے تا کہ مہمان اپنے اپنے ہاتھوں کو دھوئیں۔ حضرت علی نے قنبر سے لوٹا لیا تا کہ مہمانوں کے ہاتھوں کو دھوئیں لیکن وہ شخص مہمان اس بات پر آمادہ نہیں تھا کہ امیرالمومنین اور مسلمانوں کے حقیقی خلیفہ ہاتھوں پر پانی ڈالیں، بالآخر حضرت امیرالمومنین کے اصرار پر مہمان اس کام پر راضی ہوا، جب وہ شخص اپنے ہاتھوں کو دھو چکا تو حضرت علی نے اس لوٹے کو اپنے فرزند محمد حنفیہ کو دیا اور فرمایا: اے میرے بیٹے اگر یہ پسر تنہا میرے گھر مہمان ہوتا تو میں خود اس کا ہاتھ دھوتا لیکن خدا دوست نہیں رکھتا اس جگہ جہاں باپ اور بیٹے موجود ہوں اور ان کے ساتھ ایک ہی طرح کا برتاؤ کیا جائے میں نے اس کے باپ کا ہاتھ دھویا تم بھی میرے بیٹے ہو تم اس کے بیٹے کا ہاتھ دھوؤ تا کہ باپ باپ کا ہاتھ دھوئے اور پسر پسر کا ہاتھ دھوئے ہو۔ (گناہان کبیرہ جلد دوم۔۲۰۶)

قسیم النار و الجنة

اعمش جو دوسری صدی ہجری کے عظیم مفسر اور مشہور محدث تھے یہ حالت احتضار میں تھے کوفہ کے قاضی القضاۃ، اور ابوحنیفہ ان کی عیادت کرنے گئے۔ ابوحنیفہ نے ان کے حالات پوچھے تو اعمش نے کہا کہ عمل خیر سے میرا ہاتھ کوتاہ ہے ایک مرتبہ اعمش گریہ کرنے لگے۔

ابوحنیفہ نے کہا کہ گویا تم سمجھ گئے ہو کہ آج تمہاری عمر کا آخری دن ہے اور بہت زیادہ گناہ کئے ہو، لیکن سب سے بڑا گناہ تیرا یہ ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کے اہلبیتؑ کی شان میں بہت زیادہ تعریف کی ہے لہذا تم اسوقت جو ان کے بارے میں تعریف کی اور فضائل کو بیان کیا ہے توبہ کرو تا کہ خداوند عالم تیرے گناہوں کو معاف کردے۔

اعمش نے کہا کہ مگر میں نے حضرت علیؑ کے بارے میں کیا کہا ہے ابوحنیفہ نے کہا کہ تم نے کہا ہے کہ حضرت علیؑ لوگوں کے درمیان جنت ودوزخ تقسیم کرنے والے ہیں اعمش نے اپنے گھر والوں سے کہا مجھے اٹھائیں، ان لوگوں نے انھیں اٹھایا اور وہ بیٹھے ابوحنیفہ کی طرف رخ کر کے کہا کہ اے یہودی: کیا مجھ پر اعتراض کر رہے ہو؟

خدا کی قسم میں نے چند واسطوں سے رسول اسلام سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ یا علیؑ تم جنت وجہنم کے کنارے بیٹھے ہونگے اس حال میں کہ جہنم کی آگ تمہارے اختیار میں ہوگی، لوگ تمہارے پاس سے گذریں گے جس شخص کو تم چاہو گے کہ جنت میں جائے تو آگ اسکو نہیں پکڑے گی ورنہ جہنم کی آگ اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور جہنم میں ڈال دے گی۔

"یَاوَجِیهاً عِنْدَ اللّٰهِ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ اللّٰهِ"۔ اے مولائے کائنات امیرالمومنینؑ آپ خدا کے نزدیک آبرومند ہیں خدا سے ہماری شفاعت فرمایئے۔

(الٰہی آمین)

(صدیقہ کبریٰ، فاطمہ زہرا۱۰۷)

شاہ ولایت کا غلام

ایک شخص ایک بڑے جرم کا مرتکب ہوا اور شاہ عباس صفوی کی سزا کے خوف سے نجف اشرف بھاگ گیا اور حضرت علی علیہ السلام کے حرم مبارک میں پناہ لے لی، اور علامہ مقدس اردبیلیؒ (۱) سے درخواست کی کہ شاہ عباس صفوی کے پاس خط لکھ دیں شاید میری غلطی کو معاف کردے یا یہ کہ سزا میں کمی کردے، مقدس اردبیلیؒ نے شاہ عباس صفوی کے پاس اس مضمون کے ساتھ خط تحریر کیا: بانی ملکِ عاریت عباس! معلوم ہو کہ اگرچہ یہ شخص پہلے ظالم و مجرم تھا لیکن اب مظلوم دکھائی دیتا ہے چنانچہ اس کی غلطی کو معاف کردو، شاید خداوند عالم تمھاری بعض غلطیوں کو معاف کردے۔ کتبہ: بندہ شاہ ولایت احمد اردبیلی۔

شاہ عباس صفوی نے علامہ مقدس اردبیلی کے پاس جواب میں لکھا کہ شاہ عباس آپ کی خدمت اقدس میں عرض کرتا ہے کہ آپ نے جس خدمت کیلئے فرمایا تھا اپنی جان سے قبول کیا، امید ہے کہ اس محب کو دعائے خیر سے فراموش نہیں کریں گے۔ کتبہ: کلب آستان علی: عباس

(گناہان کبیرہ، جلد دوم ص ۴۶)

(۱) مقدس اردبیلی زمانہ صفویہ میں بزرگترین علماء شیعہ میں سے تھے اور ان سے لوگوں نے کرامات اور بہت سے خارق العادۃ امور نقل کئے ہیں ان کی مشہور ترین کتاب حدیقۃ الشیعہ ہے۔

نور ولایت

جب نادر شاہ کو حکومت ملی تو اسوقت عراق عثمانی حکومت کے ہاتھ میں تھا، نادر شاہ نے سپاہیوں کو جمع کیا اور عراق پر حملہ کیا اور عراق کو عثمانی حکومت سے آزاد کرالیا تو اس وقت نادر شاہ نے ارادہ کیا کہ حضرت علی علیہ السلام کی زیارت کرنے نجف اشرف جائے جس وقت نادر شاہ نے چاہا کہ حرم مطہر میں داخل ہو تو ایک نابینا شخص کو دیکھا کہ حرم مبارک کے صحن میں بیٹھا ہے اور فقیری کررہا ہے نادر شاہ نے اس نابینا سے کہا کہ کتنے سال سے یہاں پر ہو؟ نابینا نے کہا کہ بیس سال سے۔

نادر شاہ نے کہا کہ ۲۰ سال سے یہاں پر ہو! اور ابھی تک اپنی آنکھوں کی روشنی حضرت علی علیہ السلام سے نہیں لی! میں حرم میں جارہا ہوں اور پلٹتا ہوں اگر اب بھی اپنی آنکھوں کی روشنی نہیں لے سکے تو تجھ کو قتل کردوں گا۔ شاہ حرم مطہر کے اندر گیا اور فقیر نابینا نے نادر شاہ کے ڈر سے دعا و آہ و نالہ وزاری کرنا شروع کیا اور حضرت علی سے درخواست کی کہ آنکھ کی بینائی پلٹا دیں جب نادر شاہ حرم سے پلٹا دیکھا کہ نابینا نے حضرت علیؑ کے توسل کی برکت سے اپنی آنکھ کی روشنی حاصل کرلی ہے۔

(حدیقۃ کبریٰ فاطمہ زہرا ص ۶۹)

محبت کی جزا

حضرت رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمام لوگ علی بن ابیطالبؑ کے دوست ہوتے تو خداوند عالم جہنم کو خلق نہ کرتا ایک دن رسولؐ چند مسلمانوں کے ساتھ مسجد کے باہر بیٹھے تھے اسی وقت چار حبشی لوگ ایک تابوت میں جنازہ کو لئے قبرستان کی طرف جارہے تھے رسول اسلامؐ نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ جنازہ کو ادھر لائیں جب جنازہ کو لائے حضرت نے کھول کر چہرہ دیکھا اور فرمایا کہ اے علی یہ شخص (رباح) بنی نجار کا سیاہ پوست غلام ہے، حضرت علیؑ نے اسکو دیکھ کر فرمایا جس وقت یہ غلام مجھ کو دیکھتا تھا خوش ہوجاتا تھا اور کہتا تھا کہ میں آپ کو دوست رکھتا ہوں، جس وقت حضرت رسول اسلامؐ نے حضرت علیؑ کی اس بات کو سنا اٹھے اور حکم دیا کہ اس مردے کو غسل دیں اسکے بعد رسولؐ نے اپنے لباس کو کفن کے عنوان سے مردہ کو پہنایا اور اسکی تشییع جنازہ کیلئے چلے راستے میں چلتے وقت آسمان سے عجیب آواز بلند ہوئی تب رسول اسلامؐ نے فرمایا یہ آواز ستر ہزار فرشتوں کے نازل ہونے کی ہے تاکہ اس سیاہ غلام کی تشییع جنازہ کریں، پھر رسول قبر کے اندر گئے اور غلام کی صورت کو مٹی پر رکھا اور قبر کے پتھر کو رکھا جب دفن کر چکے تو رسولؐ نے حضرت علیؑ کو خطاب کیا کہ یا علی بہشتی نعمتیں جو اس غلام پر پہنچ رہی ہیں وہ سب آپ کی محبت و دوستی کی وجہ سے ہیں۔

(قیامت و قرآن ص ۲۰۶)

مباہات خداوند عالم

علمائے شیعہ وسنی نے اپنی کتابوں میں ایک روایت کو نقل کیا ہے اور غزالی نے بھی اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ خداوند عالم کی طرف سے جبرئیل امین ومیکائیل کو جو فرشتوں میں سے مقرب ترین فرشتے ہیں ندا آئی کہ میں نے تم دونوں کو آپس میں بھائی قرار دیا ہے لیکن تم دونوں میں ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ ہوگی تم دونوں میں کون راضی ہے کہ تم میں ایک کم عمر رکھے اور تمہارا دوسرا بھائی زیادہ عمر کا حامل ہو، دونوں فرشتے خاموش ہوگئے اس لئے کہ موت سے کراہت رکھتے تھے آواز آئی کہ کیوں نہیں مثل حضرت علی ابن ابی طالبؑ اور رسولؐ کے ہوئے کہ ہم نے ان دونوں کے درمیان عقد اخوت باندھا اس طرح سے کہ شب ہجرت حضرت علیؑ، رسولؐ کے بستر پر سوئے اور اپنی جان کو رسول کیلئے فدا کردیا جس وقت کہ حضرت رات میں اپنے گھر سے نکلے تاکہ اپنے کو مدینہ تک پہنچائیں مولائے کائنات بستر رسول پر سوئے۔ صبح کے وقت کفار خانہ رسول کے اندر داخل ہوگئے لیکن رسول کو نہ پایا اور ان کی جگہ پر حضرت علی ابن ابیطالبؑ کو پایا ابوجہل نے کہا کہ اے علیؑ اپنے چچازاد بھائی رسول کو کیا کیا؟ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ رسول کو کیا تم نے میرے حوالے کیا تھا کہ تم مجھ سے ان کے بارے میں

پوچھ رہے ہو۔ کفار میں سے کسی نے کہا کہ ٹھیک ہے اگر رسولؐ چلے گئے تو بہتر یہی ہے کہ ان کے بجائے حضرت علیؑ کو قتل کردیں ابوجہل نے اس کے جواب میں کہا کہ نہیں حضرت علی جوان ہیں انھیں اپنی عقل پر کنٹرول نہیں ہے اور وہ عقل کامل نہیں رکھتے (نعوذباللہ) حضرت علیؑ نے ابوجہل کے جواب میں کہا کہ خداوند عالم نے مجھے ایسی عقل دی ہے کہ اگر اسکو دنیا کے تمام لوگوں میں تقسیم کریں تو کوئی بھی شخص دیوانہ ومجنون باقی نہ رہیگا اور خدا نے مجھے ایسی قدرت وطاقت دی ہے کہ اگر اسکو دنیا کے تمام لوگوں میں پھلائیں اور تقسیم کریں تو کوئی ضعیف وناتواں باقی نہ رہے گا تو اس موقعہ پر کفار میں سے کسی نے حضرت علی کی طرف تلوار کھینچی تاکہ امام کو قتل کردے حضرت امیر مومنینؑ نے جلدی سے اسکے ہاتھ کو پکڑا اور دبایا شمشیر اسکے ہاتھ سے گر گئی اور وہ دشمن خود کانپنے لگا اور زمین پر گر کر بے ہوش ہوگیا دوسروں نے اسکو اٹھایا اور ڈر وخوف سے سہمے ہوئے گھر سے بھاگ گئے۔

(قیامت وقرآن ص ۱۸۱)

افراط وتفریط سے ممانعت

علاء بن زیاد: یہ حضرت علی کے اصحاب اور ان کے دوستوں میں سے تھے جو کہ بصرہ میں رہتے تھے اور بہت زیادہ خوبصورت ووسیع مکان رکھتے تھے یہ ایک دفعہ بیمار ہوئے حضرت علی ان کی عیادت کیلئے گئے جب امام نے اسکے مزین وزیبا ووسیع مکان کو دیکھا تو فرمایا کہ اے علاء اس گھر کو لیکر دنیا میں کیا کروگے؟ حالانکہ آخرت میں اس سے زیادہ تم محتاج ہو، اگر تم چاہتے ہو کہ اسی طرح کا عالیشان مکان آخرت میں ہو تو تم کو چاہئے کہ تم اس گھر میں لوگوں کی مہمانی کرو اور اپنے رشتہ داروں اور خاندان والوں کی مہمان نوازی کرو اور ان کے شرعی حقوق کو ادا کرو اگر تم نے ایسا کیا تو یہ گھر آخرت میں تمھاری نجات کیلئے وسیلہ ہوگا ورنہ آخرت میں یہ مکان تم کو ہلاکت وعذاب میں ڈال دیگا علاء نے عرض کیا اے امیر المومنین میں اپنے بھائی عاصم کے بارے میں آپ سے شکوہ کروں۔

حضرت علی نے فرمایا کہ کیا ہوا ہے؟ تو کہا کہ بہت خراب لباس پہنتا ہے اور دنیا سے روگردانی کر لی ہے حضرت علی نے حکم دیا کہ عاصم کو لائیں جب آیا تو حضرت نے اس سے فرمایا کہ اے اپنے نفس کے دشمن شیطان نے تجھ کو دھوکہ دیا اور سرگردان

کردیا ہے کیوں اپنے اہل وعیال پر رحم نہیں کرتے کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ خداوند عالم نے پاک چیزوں کو حلال کیا ہے لیکن یہ دوست نہیں رکھتا کہ تم ان حلال چیزوں سے استفادہ کرو عاصم نے جواب دیا کہ اے امیرالمومنین آپ کا لباس خود معمولی اور خراب اور کم قیمت کا ہے اور آپ کی غذا مختصر اور فقیروں جیسی ہوتی ہے آپ ہمارے رہبر وپیشوا ہیں،،اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کی اتباع کروں۔

حضرت نے فرمایا کہ تجھ پر وائے ہو،اس لئے کہ میں تیری طرح نہیں ہوں چونکہ خداوند عالم نے اس شخص پر جو امام وبرحق رہنما اور مخلوقات کا سردار ہے یہ بات واجب کردی ہے کہ فقیروں اور کمزوروں کے مانند زندگی بسر کرے تا کہ فقیروں پر سخت وناگوار زندگی نہ گذرے۔

(قلب سلیم جلد دوم ص۵۲۰)

ٹپکے گا وہی ظرف سے جو ظرف میں ہوگا

علمائے اہلسنت میں سے ایک عالم نے نقل کیا ہے کہ ایک رات میں نے حضرت علی کو خواب میں دیکھا اور حضرت سے عرض کیا کہ قریش وبنی امیہ نے مکہ میں آپ کو بہت پریشان کیا اور تکلیف پہنچائی کہ دانہ پانی آپ پر بند کردیا آپکے بارے میں مسخرہ کرنے اور تکلیف وشکنجہ اور قتل کرنے سے دریغ نہ کیا۔

جب تک آپ نے مدینے کی طرف ہجرت نہیں کی اور پھر دشمنوں نے آپ کے مقابلے میں لشکر کشی کی اور آپ سے جنگ کی اور آپکے بزرگوں کو قتل کیا،لیکن جب آپ کی نوبت آئی اور کفار کو شکست دی اور مکہ کو فتح کیا تو کیوں ان لوگوں سے انتقام نہیں لیا بلکہ فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں جائے گا وہ امان میں رہے گا۔

تو اس نتیجہ میں وہ لوگ جری ہوگئے اور فاجعہ کربلا میں آپکے بیٹے امام حسین کو شہید کیا۔حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ابن صیفی کے اشعار کو اس سلسلے میں تم نے سنا ہے؟

میں نے کہا کہ نہیں امام نے فرمایا کہ اس سے سنو جب میں خواب سے اٹھا تو

ابن صفی کے گھر گیا اور اپنے خواب کو اس سے بیان کیا خواب کو سننے کے بعد اس نے فریاد کی اور رونے لگا اور کہا کہ قسم بخدا کل رات چند اشعار کہے ہیں اسکو ابھی نہیں لکھا ہے اور کسی کو سنایا بھی نہیں پھر اس نے اپنے اشعار مجھے سنائے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

''ہم قوی و با اقتدار ہوئے پس عفو و در گذشت ہماری خصلت و فطرت تھی،،

''اور جب تم قوی ہوئے تو خون کا سیلاب مکہ میں جاری ہوا تم لوگوں نے اسیروں کو قتل کرنا جائز سمجھا،،

لیکن ہم اسیروں کو معاف کر دیتے تھے اور انھیں نئی زندگی عطا کرتے تھے یہی فرق کافی ہے ہمارے اور تمہارے درمیان ''ٹپکے گا وہی ظرف سے جو ظرف میں ہوگا''

" از کوزه همان برون تراود که در او است ،،

(قلب سلیم جلد۲ ص ۳۶۶)

اے زندہ دل، مردہ نہیں جانتے کہ کون ہے؟

اعمش یہ بہت بڑے عالم وراوی حدیث ہیں ان کا بیان ہے کہ خانہ خدا کے سفر حج میں ہم لوگ قافلہ کے ہمراہ ایک بیابان سے گذر رہے تھے راستے میں دیکھا کہ ایک کنیز عورت ہے جسکی دونوں آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا وہ نابینا تھی لیکن اسکے باوجود وہ کنیز خداوند عالم سے برابر دعا کر رہی تھی کہ خدایا بحق حضرت محمدؐ وآل محمد تجھ سے چاہتی ہوں کہ میری بینائی پلٹا دے اس کنیز کے پاس گیا اور کہا کہ اے عورت یہ کیا الفاظ کہہ رہی ہو کیا محمد خدا پر کوئی حق رکھتے ہیں؟ تو اس کنیز نے جواب دیا کہ تم محمد کو نہیں پہچانتے ہو کیا نہیں جانتے ہو کہ خدا نے محمد کی جان کی قسم کھائی ہے میں نے پوچھا کہ کس جگہ پر خدا نے محمد کی جان کی قسم کھائی ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ کیا تم نے قرآن کریم نہیں پڑھا ہے کہ خدا نے کہا: لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ"

(سورہ حجر آیت ۷۲)

ترجمہ: اے رسول: تمھاری جان کی قسم یہ لوگ (قوم لوط) اپنی مستی میں مدہوش ہو رہے تھے۔

یعنی اے محمد تیری جان کی قسم: یہ لوگ ہمیشہ مست وغفلت زدہ گمراہی وحیرت

میں باقی رہیں گے۔

اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے نزدیک عزیز نہ تھے تو خدا نے پھر ان کی قسم کیسے کھائی، میرے پاس اسکا کوئی جواب نہ تھا ہم لوگ سفر طے کرنے لگے اور مکہ پہنچے اعمال حج بجالانے کے بعد پلٹنے میں پھر اسی عورت کو دیکھا کہ اسکی دونوں آنکھوں میں روشنی آگئی ہے، اور وہ برابر کہتی جارہی تھی کہ اے لوگو: تم پر حضرت علی بن ابیطالبؑ کی محبت واجب ہے جو کہ خیر دنیا وآخرت ہے۔ میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ کیا تم وہی نابینا کنیز ہو؟ وہ کہتی ہے کہ ہاں۔ میں نے پوچھا کہ کس شخص نے تجھ کو روشنی دی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حضرت علیؑ کی محبت ودوستی نے روشنی عطا کی ہے میں نے اس سے واقعہ پوچھا تو بتایا کہ جس طرح تو نے دیکھا اور سنا کہ میں نے خدا سے بحق محمدؐ واہلبیتؑ دعا کی کہ میری بینائی واپس کردے غیب سے ایک ہاتف کی ندا آئی کہ اے عورت:

''اگر اس بات میں سچی ہو اور صمیم دل سے کہہ رہی ہو تو اپنے ہاتھوں کو آنکھوں پر رکھو اور اٹھالو،، جب میں نے اپنے ہاتھوں کو آنکھوں پر رکھا اور پھر اپنی آنکھوں کو کھولا تو دیکھا کہ میری آنکھیں روشن ہوگئی ہیں اپنے چاروں طرف نظر دوڑائی کسی کو نہیں دیکھا تو میں نے کہا کہ اے خداوند عالم محمد وآل محمدؐ کے صدقے میں جس نے میری آنکھوں کی بینائی واپس کی اسکو دکھادے پھر میں نے کہا کہ اے ہاتف:

میں خدا کے حق کی تجھے قسم دیتی ہوں تو خود کو مجھے دکھادے تو اسوقت ناگہان ایک شخص ظاہر ہوا اور کہا کہ میں حضرت خضرؑ حضرت علیؑ کا خادم ہوں تم پر حضرت علیؑ کی

محبت وولایت لازم ہے اور خیر دنیا وآخرت باعث دوستی علیؑ ہے۔

اے عورت اسی جگہ رہو جب حجاج حج کر کے واپس ہوں تو اس بات کو بیان کرو۔

ہاں ایسا ہی ہے کہ حضرت علیؑ کی محبت وولایت سے چشم باطن روشن ہوتی ہے جو چشم ظاہر سے مہم تر ہے مردہ کو زندہ کرنا معجزہ ہے لیکن وہ پھر بھی دوبارہ مرجائے گا لیکن حضرت علیؑ کی محبت وولایت تجھ کو حیات ابدی وجاوید عطا کرے گی، موت کے بعد زندوں میں شمار کیا جائیگا موت، تیری روح کے ظہور کا آغاز ہوگی تم ملائکہ کے دوش بہ دوش چلو گے اور تیری روح کو گلدستہ کی طرح ملکوت اعلی کی طرف لے جائیں گے۔

دلا! غافل زسبحانی چه حاصل
مطیع نفس شیطانی چه حاصل
بُوَدْ قدرِ تو افزون از ملائك
تو قدرِ خود نمی دانی چه حاصل

(نبوت ص ۲۱۴)

اے غافل گر تجھے ہے عشق سبحانی تو کیا حاصل
تیرا دل ہے مطیع نفس شیطانی تو کیا حاصل
تری قدر وبزرگی تو ملائک سے بھی افضل ہے
تجھی نے قدر اپنی خود نہیں جانی تو کیا حاصل

ضیغم بارہ بنکوی

حق ہمسفری

ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام ایک کافر ذمی (۱) کے ساتھ ہمسفر ہوئے تو اس نے مولا علی سے پوچھا کہ اے بندہ خدا کہاں جا رہے ہو؟ حضرت علی نے فرمایا کہ کوفہ جا رہا ہوں دونوں راستہ طے کرنے لگے ، راستے میں کافر ذمی حضرت کے اخلاق پسندیدہ کی طرف متوجہ ہوا اور امام کی محبت اسکے دل میں سما گئی یہاں تک کہ ایک دوراہہ تک پہنچے جہاں سے کوفہ کا راستہ وہاں سے الگ ہو جاتا ہے لیکن شخص ذمی امام کی طرف تعجب سے دیکھنے لگا کہ وہ تو اسکے ساتھ آ رہے ہیں اور کوفہ کی طرف نہیں جا رہے ہیں ذمی نے عرض کیا کہ کیا آپنے نہیں کہا کہ کوفہ جا رہے ہیں امام نے فرمایا کہ کیوں:

تو ذمی نے کہا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ کوفہ کا راستہ اس طرف سے نہیں ہے

حضرت نے فرمایا کہ جانتا ہوں ذمی نے پوچھا کہ پھر کیوں اس طرف آ رہے ہیں۔

امام نے فرمایا اسلئے کہ ہمارے پیغمبرؐ اسلام نے (جس پر خدا کا سلام عرض ہو) فرمایا ہے کہ تم جب کبھی بھی کسی کے ساتھ ہمسفر ہو تو جدا ہوتے وقت تھوڑی دور چند قدم اسکے ساتھ ہو جاؤ اور میں تجھے پہنچانے آیا ہوں ذمی شخص نے سوال کیا کہ کیا آپکے

....

(۱) کافر ذمی وہ اہل کتاب ہیں جنکی جان و مال اسلام کی پناہ میں ہو اور وہ جزیہ (ٹیکس) دیں)

پیمبرؐ نے ایسا ہی حکم دیا ہے حضرت علی نے فرمایا کہ ہاں، ذمی نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ عظیم پیمبر سے رشتہ رکھتے ہیں۔

اب میں اسوقت آپکے حضور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اپنے مذہب سے نکل کر آپکے مذہب دین اسلام و دین پیمبر کا معتقد ہو گیا ہوں پھر اسکے بعد ذمی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ کوفہ گیا تا کہ اسلام کے احکام کو حضرت سے سیکھے۔

(قلب سلیم جلد دوم ص ۱۵۳)

شان تواضع

گرمی کے موسم میں قبل از ظہر ایک دن حضرت علی دیوار کے سائے میں بیٹھے تھے امام کا ایک پیرو اس جگہ سے گذر رہا تھا اس نے امام کو دیکھا اور عرض کیا کہ یا مولی اس گرم موسم میں کیوں گھر سے باہر آ کر بیٹھے ہوئے ہیں حضرت نے فرمایا کہ باہر اس لئے آیا ہوں تا کہ مظلوموں کی مدد کروں یا کسی عاجز اور درماندہ شخص کی فریاد کو پہنچوں تو اس وقت ایک عورت روتی ہوئی آئی اور عرض کیا: یا امیر المومنین میرے شوہر نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور قسم کھالی ہے کہ مجھے مارے گا، آیئے اور مجھے اس کے شر سے نجات دیجئے، حضرت علی نے تھوڑی دیر اپنے سر کو نیچے کیا اور پھر سر کو اٹھایا اور فرمایا کہ خدا کی قسم مظلوم کے حق کو لے لوں گا پھر امام نے عورت سے پوچھا کہ تیرا مکان کہاں ہے، عورت نے اپنے گھر کا پتہ بتلایا حضرت چلے اور عورت امام کے پیچھے پیچھے چلی، حضرت علی گھر کے دروازے پر پہنچے اور دق الباب کیا۔ ایک جوان شخص نے دروازہ کھولا امام نے بہت زیادہ تواضع وفروتنی کے ساتھ اس سے سلام کیا اور فرمایا کہ کیوں تم نے اپنی عورت کو ڈرایا اور دھمکی دی اور گھر سے باہر نکال دیا خدا سے ڈرو اور خدا کیلئے اسے گھر میں آنے دو، وہ جوان پوری جسارت کے ساتھ تیز آواز سے بولا: یہ ہماری گھریلو بات ہے آپ سے کوئی ربط نہیں، امام نے دوسری بار نرمی اور لطافت کے ساتھ اپنی درخواست پیش کی جوان نے

پھر غرور کے انداز میں زور سے کہا کہ خدا کی قسم آپ کے کہنے کے بعد اب تو اسکو آگ میں جلا ڈالوں گا۔ امام سمجھے کہ غرور وخودخواہی نے جوان کی چشم بصیرت کو اندھا کر ڈالا ہے اس طرح کہ پند ونصیحت کے ذریعہ خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوگا اس بنا پر امام نے اپنی تلوار کھینچ لی اور فرمایا کہ میں نے تجھ کو امر بالمعروف کیا اور برے کام سے نہی کرتا ہوں اور تم اس صورت میں میری بات کو رد کرتے ہو اور اپنی گستاخی زیادہ کر رہے ہو توبہ کرو، ورنہ تمہیں ابھی قتل کردوں گا شور ہونے کے باعث آس پاس کے گھروں کے لوگ ان کے چاروں طرف جمع ہوگئے اور جب حضرت کو پہچانا تو جوان کو ڈانٹ کر کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول کے جانشین اور مسلمانوں کے خلیفہ کے مقابلے میں کھڑے ہو، وہ خلیفۂ برحق کہ جس نے تمام ظالموں کی پشت کو خاک میں ملا دیا اور فاسقوں کے بدن سے سر کو جدا کیا ہے اور کبھی کسی جنگ میں مغلوب نہیں ہوئے ہیں جوان اچانک خواب غفلت سے بیدار ہوا اور ایسا ڈرا کہ پورا بدن کانپنے لگا اسی وجہ سے امام کے پیر پر گر پڑا اور معذرت چاہی اور عرض کی خدا کی قسم اپنی بیوی کو معاف کیا اسکو میں خوش رکھوں گا اور خاکی رہوں گا تا کہ وہ اس پر پیر رکھے یعنی میں اتنی انکساری کروں گا کہ وہ میری بیوی آرام سے اپنی آرزو وتمنا پوری کرے،، امام نے جوان گستاخ کو معاف کیا اور تلوار کو نیام میں رکھا پھر عورت کو نصیحت کی کہ اپنے شوہر کو ناراض نہ کرو اور اسکی اطاعت کرو تا کہ اسطرح کا کوئی واقعہ پھر واقع نہ ہو جب امام گھر واپس آئے خداوند عالم کا شکر کیا کہ اس نے آپ کو شوہر اور بیوی کے درمیان اصلاح کی توفیق دی ہے،،

(قلب سلیم جلد ۲ ص ۱۴۰)

کسٹم پولیس (مَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ)

ایک شیعہ اثناعشری حضرت علی علیہ السلام کی زیارت کرنے جارہا تھا ایک کسٹم پولیس والے نے اسے اذیت دی اور بہت زیادہ شدت کے ساتھ مارا، وہ شیعہ جو بہت زیادہ مارا گیا تھا اور مصیبت زدہ تھا اس نے کہا کہ میں نجف اشرف جارہا ہوں اور تیرے بارے میں امام سے شکایت کرتا ہوں، سپاہی نے کہا کہ جاؤ اور جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو میں نہیں ڈرتا، وہ شیعہ نجف اشرف مشرف ہوا اور حضرت علی کی قبر مطہر پر پہنچا، زیارت پڑھنے کے بعد ٹوٹے ہوئے دل سے روتے ہوئے عرض کیا:

اے مولیٰ مشکل کشا سپاہی سے آپ میرا انتقام لے لیں یہ شیعہ روزانہ یہی جا کر حرم مطہر میں بار بار کہتا تھا کہ مولی انتقام لے لیجئے تو اس نے رات سوتے وقت خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ سفید گھوڑے پر سوار ہیں اور ان کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا ہے آنحضرت نے اس شیعہ کا نام لیکر آواز دی وہ حضرت کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں حضرت نے فرمایا کہ میں علی ابن ابیطالب ہوں کیا تم سپاہی سے کوئی شکایت رکھتے ہو تو اس نے عرض کیا کہ میرے آقا ہاں آپ کی دوستی کی وجہ سے اس نے مجھے تکلیف دی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس سے بدلہ میں

حضرت نے فرمایا کہ میری خاطر تم اسکے گناہوں کو معاف کردو شیعہ نے کہا کہ اسکی غلطی کو معاف نہیں کروں گا حضرت نے تین بار اپنی فرمائش کی تکرار کی اور اس سے چاہا کہ تم اس سپاہی کو معاف کردو لیکن ہر مرتبہ اس مرد نے بہت سماجت کے ساتھ اپنی درخواست پر اصرار کیا اسکے بعد دن میں اس نے اپنے خواب کو زائرین سے بیان کیا سب لوگوں نے کہا کہ جب امام نے فرمایا ہے کہ اسکو معاف کردو تو پھر امام کے قول کی رد نہ کرو، بلکہ تسلیم کرلو، لیکن پھر بھی اس نے دوسروں کا کہنا نہ مانا اور پھر دوسری مرتبہ حرم مطہر میں داخل ہوا اور اپنی خواہش کو دوبارہ مولا سے عرض کیا۔

دوسری رات بھی پہلی رات کی طرح امام اسکے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اس سپاہی کی غلطی کو معاف کردو امام کی باتوں کو پھر اس نے قبول نہیں کیا تیسری رات میں امام نے اس سے کہا کہ تم اس کو معاف کردو اسلئے کہ اس نے ایک اچھا کام کیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تلافی کروں اس شیعہ نے پوچھا اے میرے مولا یہ سپاہی کون ہے اور کون سا نیک کام اس نے کیا ہے امام نے اسکے اور اسکے باپ اور دادا کا نام لیا اور فرمایا چند مہینے قبل فلاں دن فلاں وقت وہ اپنے لشکر سمادہ کے ساتھ بغداد جارہا تھا راستے میں جب اسکی نگاہ میرے گنبد پر پڑی گھوڑے سے اتر کر پیادہ ہوگیا اور میرے لئے تواضع واحترام کیا اور لشکر کے درمیان ننگے پیر چلتا رہا یہاں تک کہ گنبد اسکی نظر سے اوجھل ہوگیا اس وجہ سے وہ میرے اوپر حق رکھتا ہے اور تمھیں اس کو معاف کردینا چاہئے اور میں ضامن ہوتا ہوں کہ اس تیرے نیک کام کا صدقہ قیامت کے دن تلافی کروں گا۔

وہ شیعہ خواب سے اٹھا اور سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر اپنے شہر پلٹا جب راستے میں

اس سپاہی سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا:

اے شخص کیا میری شکایت امام سے کی مرد نے جواب دیا کہ ہاں لیکن امام نے جوتم نے ان کا احترام کیا تھا اسکی خاطر تجھے معاف کردیا پھر پورے واقعہ کو سپاہی سے مفصل طور پر بیان کیا تب سپاہی سمجھا کہ اسکا خواب صحیح ہے اور واقع کے مطابق ہے اٹھا اور سرو پیر اس شیعہ کے چومنے لگا اور کہا کہ جو کچھ امام نے کہا ہے قسم بخدا حق اور صحیح بیان کیا ہے پھر اس سپاہی نے اپنے باطل عقیدہ سے توبہ کی اور شیعہ مذہب کو قبول کیا اور اسی وجہ سے تین دن تک زائرین کی مہمانی کی پھر زائروں کے ساتھ حضرت امام امیر المومنین کی قبر کی زیارت کرنے گیا اور نجف اشرف میں شیعہ فقراء کے درمیان ہزار دینار تقسیم کیا اس وجہ سے کہ اس سپاہی نے جو امام کی قبر کا احترام کیا تھا اس سے عاقبت بخیر ہوا اور ہدایت کے راستے پر آ گیا۔

(قلب سلیم جلد۲ص۱۳۱)

توہین کی سزا

ایک شیعہ جو شہر موصل میں رہتا تھا یہ نقل کرتا ہے کہ میں نے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کیا تو اپنے ہمسایہ سے خدا حافظ کرنے کیلئے اس کے گھر گیا وہ شخص موصل کے اعیان واشراف میں سے تھا لیکن حضرت علی علیہ السلام کا بہت زیادہ سخت دشمن تھا مگر چونکہ میرا پڑوسی تھا حق ہمسائیگی رکھتا تھا اسلئے اسکے پاس گیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں مکہ ومدینہ جاؤں کوئی کام ہو تو بتائیے انجام دینے کی کوشش کروں گا اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو ضرور لاؤں گا وہ شخص گیا اور قرآن کریم لایا کہا کہ اس قرآن کی قسم کھاؤ کہ میرے بتائے ہوئے پہ عمل کرو گے کہا کہ ہاں قسم کھاتا ہوں کہ اگر قدرت رکھوں گا تو عمل کروں گا۔ کہا جب مسجد النبی قبر رسول کے سرہانے پہنچوں تو کہو کہ کیا فاطمہ زہرا کیلئے نایاب شوہر حضرت علی تھے جنکے ساتھ شادی کی وہ کہ جنکے سر کے اگلے حصہ میں بال نہیں تھا وغیرہ وغیرہ...کیوں ایسا کیا؟

میں مکہ معظمہ ومدینہ منورہ گیا اور چند دن گذرنے کے بعد اس پیغام کو بھول گیا یہاں تک کہ میری اقامت مدینہ میں تھی، مسجد النبی گیا اچانک اس کا پیغام یاد آ گیا اور رسول سے کہا کہ میں شرمندہ ہوں لیکن میرے ہمسایہ نے مجھے قسم دلائی ہے کہ ایسا میں

کہوں رات کے وقت حضرت علی کوخواب میں دیکھا حضرت مجھ کوشہر موصل لیکر ہمسایہ کے گھرلے گئے اور وہ سو رہا تھا حضرت نے لحاف کو اسکے چہرے سے ہٹایا اور چھری ہاتھ میں لئے تھے اس سے ہمسایہ کے گلے کو کاٹا پھر خون آلود چھری کو لحاف سے صاف کیا اس طریقے سے کہ دو سرخ لکیریں نشانی کیلئے لحاف پر باقی رہ گئیں پھر اسکے بعد امام نے اپنے دست مبارک سے کمرے کی چھت کو بلند کیا اور خون آلودہ چھری کو دیوار کے گوشہ میں رکھ دیا میں خواب سے چونکا اور واقعہ کو اپنے ساتھیوں سے بیان کیا اور تاریخ ودن کو تحریر کرلیا اور جب میں شہر موصل پلٹا اور اپنے ہمسایہ کے حالات کو پوچھا پڑوسیوں نے بتایا کہ:

اسکو کسی نے فلاں تاریخ کو قتل کردیا ہے اور ابھی تک قاتل کا پتہ نہیں چلا، لہٰذا پڑوسیوں میں سے چند لوگوں کو حکومت پکڑ کرلے گئی ہے، میں نے اپنے ہمسفر لوگوں سے کہا کہ آؤ حاکم کے پاس چلیں اور سارا ماجرا بیان کریں اور ان بیچاروں کو زندان سے آزاد کرائیں حاکم کے پاس پہنچے سارے حالات بیان کئے میرے دوستوں نے بھی گواہی دی اور اپنے خواب کی تاریخ بیان کی اور لوگوں نے کہا کہ دو نشانی موجود ہے لحاف پر دوخون آلود لکیریں اور چھت کے فلاں حصے میں چھری موجود ہے خود حاکم آیا اور نشانیوں کو دیکھا پھر حکم دیا کہ ہمسایوں کو آزاد کیا جائے، اس معجزہ کے اثر سے بہت سے لوگ شیعہ ہوگئے اور مقتول کے خاندان والے بھی شیعہ ہوگئے اور حضرت علی علیہ السلام کے دوستوں میں سے ہوگئے۔

(نفس مطمئنہ ص ۶۹)

نادرشاہ کا عجیب خواب

نادرشاہ کی آخری زندگی کے حالات بہت خراب ہوگئے کہ کسی کی ہمت نہ ہوئی تھی کہ اس سے بات کرے مزاج بہت سخت ہوگیا تھا اور چھوٹے سے چھوٹے بہانہ سے لوگوں کا قتل عام کردیتا تھا۔ جس رات کہ اسی وقت چند گھنٹے بعد نادرشاہ کا قتل ہوا، وہ پریشان حال گھر میں ٹہل رہا تھا اسکی آنکھوں سے نیند اڑ چکی تھی اور اسکے چہرے کا رنگ زرد ہوگیا تھا حسن علی معین الممالک یہ نادرشاہ کا خصوصی دوست اور ہم راز تھا جب اسے پریشان حال دیکھا تو پوچھا کہ آپکے اوپر کون سی بلا آئی ہے کہ آج کی رات نیند نہیں آرہی ہے نادر نے کہا کہ ایک راز تجھ سے بیان کرتا ہوں لیکن اجازت نہیں دیتا کہ اس کو کسی سے بیان کرو ورنہ تمھیں قتل کردوں گا جب حسن علی نے قسم کھائی نادر نے کہا کہ چند سال اس سے پہلے کہ میں سلطنت پر پہنچا، خواب میں دیکھا کہ دو مامور تھے وہ مجھے پورے احترام وعزت کے ساتھ ایسی جگہ لے گئے جہاں پر بارہ نور تشریف فرما تھے ان میں ایک بزرگوار تھے انھوں نے حکم دیا کہ شمشیر لاؤ چنانچہ اسکو میری کمر میں باندھا اور فرمایا تجھ کو ایران کی اصلاح کیلئے بھیجتا ہوں بشرطیکہ لوگوں کے ساتھ خوش رفتاری کرو اس خواب کے بعد میری کامیابی شروع ہوئی اور میں سلطنت وحکومت پر پہنچا اور ہندوستان

کو فتح کیا لیکن آج کی شب بہت ہی وحشت ناک خواب دیکھا ہے اور خواب سے چونک اٹھا۔خواب میں دیکھا کہ جو پہلے دو مامور آئے تھے وہی اس دفعہ بھی آئے اور زبردستی گرفتار کر کے مجھے اس بزرگوار کے پاس لے گئے جس بزرگوار نے میری کمر میں تلوار باندھی تھی جب بزرگوار کی خدمت میں پہنچا تو حضرت نے فرمایا کہ کیا مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا چاہیے؟

اسکی تلوار کو کھولو شمشیر کو میری کمر سے کھولا اور مجھے فوراً وہاں سے بھگایا میں خواب سے چونک اٹھا اور ڈرتا ہوں کہ کوئی بلا میرے سر پر آئے، اسی رات کی صبح نادر کو قتل کر دیا گیا اور اسکی لاش کو اس گھر میں جسے اسنے خود اپنے لئے تیار کر لیا تھا بھیج دیا گیا۔

سر شب سر قتل تاراج داشت

سحر گہ ،نہ تن سر، نہ سر تاج داشت

شعر کا ترجمہ: رات کے وقت جب کہ حکومت پر تھا قتل وغارت کی فکر میں تھا اور صبح کے وقت نہ بدن پر سر تھا نہ ہی سر پر تاج۔

بد بخت سمجھ گیا تھا کہ جو اسے کامیابی وبلندی عطا کرتا ہے وہی نیچے بھی گرا دیتا ہے۔

(نفس مطمئنہ۔ص ۶۵)

مسجد کے دروازوں کا بند ہونا

مسلمانوں نے سب سے پہلی مسجد مدینہ میں بنانے کے بعد اسکے چاروں طرف حصار کر دیا رسولؐ اس مسجد میں نماز پڑھتے تھے چاروں طرف گھر تھے اور اپنے اپنے لئے مسجد کی طرف دروازے بنا لئے تھے تاکہ نماز ادا کرنے کیلئے مسجد میں جلدی پہنچ جاویں بعض لوگوں کے گھر جیسے حمزہ عباس ،ابو بکر دو دروازے رکھتے تھے ایک دروازہ گلی کی طرف اور دوسرا دروازہ مسجد کی طرف کھلا رہتا تھا لیکن رسول اور حضرت علی کے گھر میں فقط ایک دروازہ تھا جو مسجد کی طرف تھا ایک دن خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ تمام دروازے جو مسجد کی طرف کھلتے ہیں سب بند ہو جائیں جز رسول اور حضرت علی کے گھروں کے،اس وجہ سے رسول منبر پر تشریف لے گئے اور آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ:

خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ جو دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے بند کر دیں (لیکن یہ بات کہ حضرت علی اس سے مستثنیٰ ہیں بیان نہیں کی) پہلا شخص کہ جس نے رسول خدا اور خدا کے حکم کی اطاعت کی حضرت علیؑ تھے کہ انھوں نے دروازے کو بند کرنا شروع کیا تو اس موقع پر رسول آئے اور حضرت علی کو اس کام سے روکا عباس،اور عمر نے خدا اور رسول کے حکم سے روگردانی کی اور اپنے گھروں کے دروازے کو بند نہیں کیا

بعض لوگوں نے کہا کہ دروازے کو بند کردیں گے لیکن اجازت دیجئے کہ ایک روشن دان مسجد کی طرف کھول لیں رسول نے فرمایا کہ روشن دان بھی نہیں کھول سکتے رسول کے چچا عباس نے عرض کیا کہ میں ضعیف العمر ہوں اور آپکے باپ کا حکم رکھتا ہوں کیا میں اور حمزہ بھی دروازے کو بند کریں؟

رسول مجبوراً منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ دروازے کو بند کریں بلکہ یہ حکم خدا ہے اور خود خدا نے فرمایا ہے کہ دروازے بند کئے جائیں لیکن حضرت علی کے گھر کا دروازہ کھلا رہے خدا کا رسول اپنی طرف سے کوئی کام نہیں کرتا۔

الحتصر یہ ہے کہ باوجود اسکے کہ مسلمان رسول کے ساتھ عرصہ تک رہے اور ان کے ساتھ ہم نشینی کی لیکن جب بھی خدا کی طرف سے کوئی حکم نازل ہوا اور وہ ان کے مزاج کے خلاف ہوا تو رسول کو متہم کیا کہ اپنے داماد کا لحاظ کرتے ہیں اور اپنی طرف سے کام کرتے ہیں خداوند عالم نے بھی آیت نازل کی اور فرمایا: "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورہ نجم آیت ۳)

اور وہ تو اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتے ہی نہیں یہ تو بس وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے۔

پیغمبر ہوا و ہوس کی رو سے کوئی کام نہیں کرتا جو کچھ کرتا ہے وہی کرتا ہے جس کی وحی ہوتی ہے۔

(معراج ص۳۱)

ستارہ کا نزول

ایک شب رسولؐ کے گھر میں اصحاب جمع تھے رسولؐ نے فرمایا کہ آج کی رات سحر کے قریب آسمان سے ایک ستارہ آئے گا یہ ستارہ جس شخص کے گھر میں اترے گا وہی میرا جانشین وخلیفہ برحق ہوگا اس رات کوئی بھی صحابیوں میں سے نہ سویا سب اپنے اپنے گھروں میں منتظر تھے کہ ستارہ ہمارے گھر اترے ان سب میں عباس رسول کے چچا بھی سے زیادہ طمع رکھتے تھے اور بہت زیادہ چاہتے تھے کہ ستارہ ان کے گھر نازل ہو۔

بہرحال رات کی تاریکی چھٹی اور سحر کا وقت ہونے لگا اس وقت نورانی ستارہ آسمان سے دھیرے دھیرے نیچے آیا اور حضرت علی علیہ السلام کے گھر کی چھت پر بیٹھ گیا۔ اس واقعہ کے بعد دشمن اور حاسد کہتے تھے کہ رسولؐ اپنے چچازاد بھائی کے بارے میں گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خود ان کو اپنا جانشین بنالیں۔

خداوند عالم نے اس موقع پر آیت بھیجی اور پیغمبرؐ کی ضلالت وگمراہی کی تکذیب کی: "وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ،،

(سورہ نجم آیت ۱و۲)

تارے کی قسم جب ٹوٹا کہ تمہارے رفیق (محمدؐ) نہ گمراہ ہوئے اور نہ بہکے۔

(معراج ص۲۹)

دل شکستہ شاعر

عضد الدولہ (۱) کو ایک خزانہ ملا تھا اس وجہ سے ۳۰۰ ہجری قمری کے سال میں مسعود بن آل بویہ کو نجف اشرف بھیجا تا کہ حضرت علی علیہ السلام کی قبر تعمیر کرے۔

مسعود نجف گیا اور قبہ اور بارگاہ اور دوسری تاسیسات بنانے میں مشغول ہو گیا اس زمانے میں ایک شاعر حسین بن حجاج نام کا رہتا تھا وہ عرب کے شاعروں میں سب سے زیادہ فصیح اور شیعہ پاک دامن اور شجاع تھا اس نے بارگاہ کی تعمیر کی مناسبت سے شعر کہے اور اس کو پڑھنے کے لئے نجف اشرف گیا ایک مجلس اور نشست جس میں مسعود اور سید مرتضی (۲) موجود تھے حسین بن حجاج نے قصیدہ کو پڑھا کہ:

اے صاحب قبہ، سفید در نجف

اس کے اشعار ایک عجیب قصیدہ تھے تمام فضائل علی کو ان اشعار میں جمع کر دیا

....

(۱) عضد الدولہ آل بویہ کا مقتدر ترین بادشاہ تھا آل بویہ ایرانی خاندان سے اور شیعہ تھے اور ایک قرن کے نزدیک اقتدار کامل کے ساتھ حکمرانی کی چوتھی صدی ہجری جو ان کی حکمرانی کا زمانہ تھا عراق میں شیعوں کی خوش آزادی کا زمانہ سمجھا جاتا تھا۔

(۲) سید مرتضی علم الہدی یہ بہت بڑے شیعوں کے علماء میں سے تھے یہ شیخ مفیدؒ کے شاگرد اور شیخ طوسیؒ کے استاد ہیں شیخ مفیدؒ کے فوت ہونے کے بعد شیعوں کی رہبری آپ تک پہونچی اور آپ سید رضیؒ کے بھائی ہیں جنھوں نے نہج البلاغہ کی جمع آوری کی ہے۔

تھا اس کا ہر شعر اور ہر بیت شیعوں کی آنکھوں کو روشن اور دشمنوں کی آنکھوں کو اندھا کر دیتا تھا بہر حال شعر پڑھتے پڑھتے اس جگہ پہنچا کہ خلفاء ثلاثہ پر لعن وطعن اور تقیہ کے خلاف تھا اس وجہ سے سید مرتضیؒ نے آواز بلند کی اور کہا کہ کافی ہے اب مت پڑھو، حسین بن حجاج کو اتنی تکلیف ہوئی کہ مجلس کو ترک کر کے چلا گیا اس لئے کہ اس کو آفرین کہنے کے اور انعام دینے کے بجائے اس کے اوپر آواز بلند کی اور اس کو ہٹا بھی دیا وہ غمگین اور رنجیدہ اپنے گھر چلا گیا۔

رات خواب کے عالم میں حضرت علی کو دیکھا حضرت نے اس سے کہا کہ اے حجاج کے بیٹے ناراض مت ہو میں نے غلطی کے جبران کیلئے سید مرتضیؒ کو حکم دیا ہے کہ کل وہ تمھارے پاس آئیں اور جب تشریف لائیں تو تم اپنی جگہ بیٹھے رہنا کہ تیرا احترام محفوظ رہ جائے سید مرتضیؒ شیعوں کے بزرگ اور بلند مرتبہ عالم جنکو ائمہ معصومینؑ بہت چاہتے تھے انھوں نے رات میں خواب دیکھا کہ میرے جد حضرت علی ناراض ہیں۔ عرض کیا کہ اے میرے آقا: میں آپکا فرزند اور مخلص ہوں کیوں مجھ سے ناراض ہیں حضرت علی نے فرمایا کہ کیوں ہمارے شاعر کا دل تم نے توڑا؟

کل جاؤ اور اس سے معافی طلب کرو ضمنا اس شاعر کی سفارش آل بویہ سے کرو تا کہ وہ اس کو زیادہ انعام دیں، اہل بیت کے شاعر ہمیشہ اپنی جان کو ہتھیلی پر لئے رہتے تھے ہر شعر کا بیت جو ائمہ معصومین کی مدح میں کہتے تھے وہ دشمنوں کے دلوں پر تیر مارتے تھے (اور دشمنوں کے کینے وغضب کے بدلے جان سے خریدتے تھے) دشمن کے کینہ وغضب کو جان سے خریدتے تھے ہمیشہ ان کی جانیں خطرے میں رہتی تھی اس وجہ

سے ہمیشہ اہلبیتؑ کے مورد لطف ومحبت وکرم قرار پائے ہیں۔

دوسرے دن سید مرتضیٰؒ اٹھے اور حسین بن حجّاج کے دروازے پر پہنچ کر دق الباب کیا حسین بن حجّاج نے گھر کے اندر ہی سے بلند آواز سے کہا کہ دروازہ کھلا ہے لیکن وہ شخص بزرگوار جس نے آپ کو یہاں بھیجا ہے مجھے بھی حکم دیا ہے کہ میں اپنی جگہ سے نہ اٹھوں سید مرتضی نے جواب دیا کہ میں نے سنا اور اطاعت کی پھر گھر کے اندر داخل ہوئے اور معافی طلب کی اور حسین شاعر کو مسعود کے پاس لیجا کر تعرف کرایا اور کہا کہ حضرت امیرؑ المومنین کا مورد نظر ولطف اس شخص پر ہے مسعود نے بھی اس کیلئے انعام مقرر کردیا۔ (قلب قرآن ص ۲۴۶)

لباس تقویٰ

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اپنے غلام قنبر کے ساتھ بازار گئے اور جاکر دو لباس خریدے جو لباس معمولی تھا وہ خود حضرت نے اپنے لئے منتخب کیا اور قیمتی لباس قنبر کو دیا قنبر نے عرض کیا کہ آقا میں آپ کا غلام ہوں آپ میرے آقا اور مسلمانوں کے خلیفہ ہیں جو اچھا لباس ہے اسے آپ پہنیں اسلئے کہ آپ اسکے لائق ہیں امامؑ نے جواب میں فرمایا کہ میں اپنے خدا سے شرمندہ ہوں کہ میں اپنے کو تم پر ترجیح دوں۔ (معارفی از قرآن ص ۵۱۴)

خشک جنگل میں ایک چشمہ

حضرت علی علیہ السلام کا لشکر معاویہ سے جنگ کرنے صفین کی طرف جارہا تھا کہ ایسے جنگل میں پہونچا جہاں آب وگیاہ بھی موجود نہ تھے مجبوراً لشکر کو اس جنگل میں قیام کرنا پڑا مالک اشتر جو حضرت کے لشکر کے سردار تھے قریب آئے اور عرض کیا کہ اے آقا یہ وادی خشک ہے اور پانی نہیں ہے ڈر رہا ہوں کہ لشکر والے اور اونٹ اور گھوڑے پیاس سے مرجائیں حضرت نے فرمایا کہ اچھی طرح سے چاروں طرف تلاش کریں لشکر والے پانی کی تلاش میں کئی کلومیٹر تک گئے لیکن کوئی چیز میسر نہ ہوئی پھر ناامید ومایوس ہو کر امام کے پاس آئے تو اس دفعہ خود حضرت پانی کی تلاش میں نکلے چند قدم آگے بڑھے ایک جگہ پہنچے اور ٹھہر گئے اور فرمایا:

یہاں کھودو، لشکر والوں نے پھاوڑے وکدال سے زمین کھودنا شروع کردی ریت بالو کو ہٹایا اور مٹی کو باہر نکالا یہاں تک کہ ایک بہت بڑا سیاہ پتھر دکھائی دیا سو ۱۰۰ طاقتور لوگوں نے کوشش کی پتھر کو ہٹائیں لیکن ہٹا نہ سکے حضرت کے پاس گئے اور واقعہ کو بیان کیا حضرت وہاں پر تشریف لے گئے اور اپنا ایک ہاتھ پتھر کے نیچے رکھا اور ایک ہی حرکت سے اسے اٹھادیا اور کنارے ڈالدیا ایک چشمہ ٹھنڈے اور خوش گوار پانی کا زمین

سے جوش مارنے لگا حضرت نے فرمایا کہ جتنا پینا چاہتے ہو پی لو اور اپنی اپنی مشکوں کو پانی سے بھر لو جب سب لوگ سیراب ہو گئے تو دوبارہ حضرت نے پتھر کو اٹھایا اور اس کی جگہ پر رکھ دیا اور لشکر والوں نے خاک اور ریت سیاہ پتھر پر ڈال کر اسے چھپا دیا لشکر چلا چند کلومیٹر دور تک گیا تھا کہ حضرت نے فرمایا تم لوگوں میں سے کون ہے جو چشمہ کی جگہ جانتا ہے سب لوگوں نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ چشمہ کس جگہ پر ہے حضرت نے فرمایا:

آؤ چلیں اور تم مجھے اس کا نشان بتاؤ لشکر پلٹا لیکن لوگوں نے جتنا بھی تلاش کیا چشمہ نہ پاسکے اس جنگل میں ایک عیسائی راہب ایک دَیر میں رہتا تھا جب اس نے اس معجزہ کو دور سے دیکھا تو خود لشکر کے پاس گیا اور کہا کہ آپ لوگوں میں سے کس نے پتھر کو اٹھایا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ ہمارے مولا حضرت علی علیہ السلام نے اس کام کو انجام دیا تھا۔ راہب نے پوچھا یہ کون آقا ہیں؟ لشکر والوں نے کہا وہ وصی اور جانشین رسول خدا ہیں، راہب یہ جملہ سنتے ہی حضرت کے پاس آیا اور حضرت کے ہاتھوں اور پیروں پر گر پڑا اور عرض کیا کہ اے آقا یہ صومعہ میرا نہیں ہے بلکہ کئی سو سال پہلے ایک راہب نے سنا تھا کہ یہاں پر ایک چشمہ ہے جسے کوئی کشف نہیں کر سکتا سوائے وصی محمدؐ کے، وہ راہب چلا اور یہاں تک آیا اور اس دَیر کو بنایا اور ولی خدا کے دیدار کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا لیکن یہ سعادت اس کے نصیب میں نہ تھی اس راہب کے بعد بہت سے راہب آئے لیکن اس بزرگوار کی زیارت کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔

میں بھی چند سال پہلے یہاں پر آیا اور رات دن دیکھتا تھا کہ کوئی بزرگوار آئے اور اس معجزہ کو انجام دے، اب میں اپنی مراد کو پہنچ گیا اور مسلمان ہونے کے عنوان سے

آپ کی بیعت کرتا ہوں، پھر راہب نے حضرت علی علیہ السلام سے خواہش کی کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں، حضرت نے فرمایا کہ ہم میدان جنگ کی طرف جا رہے ہیں، راہب نے عرض کی میں بھی آرزو رکھتا ہوں کہ اپنی جان کو دوست کی راہ میں فدا کر دوں، بالآخر وہ بھی لشکر کے ساتھ غزوہ صفین میں شریک ہوا اور اسے شہادت نصیب ہوئی اور خود حضرت نے اس کا کفن ودفن کیا۔

(معارفی از قرآن ص ۵۰۴)

میراثِ پیغمبرؐ

حسن بن قضاء علماء علم حدیث میں سے اور بہت عقلمند و متقی شخص تھے ایک روز اپنے دوست کے ساتھ جا رہے تھے اتفاق سے ابوحنیفہ(۱) کے درس میں پہنچے۔

حسن بن قضاء نے کہا کہ میں یہاں سے نہیں جاؤں گا مگر یہ کہ ابوحنیفہ کو شرمندہ کروں اس خیال سے حسن گئے اور ابوحنیفہ کے درس کی نشست میں اسکے شاگردوں کے پاس بیٹھ گئے اور کہا کہ اے ابوحنیفہ میرے اور میرے دوست کے درمیان اختلاف ہو گیا ہے تو ہمارے درمیان فیصلہ کر، ابوحنیفہ نے پوچھا کہ آپ کا اختلاف کس چیز میں ہے حسن نے جواب دیا کہ میں کہہ رہا ہوں کہ رسولؐ کے بعد ابوبکر تمام لوگوں سے افضل ہیں لیکن میرا دوست کہتا ہے کہ حضرت علی سب لوگوں سے افضل ہیں ابوحنیفہ نے کہا کہ حق پر تم ہو اور تم صحیح کہتے ہو اس لئے کہ ابوبکر و عمر کی قبر رسول کے پاس ہے حسن نے کہا کہ اتفاق سے اسی بات کو میں نے اپنے دوست سے بھی کہا لیکن اس نے جواب دیا کہ

....

(۱) ابوحنیفہ اہلسنت کے چار اماموں میں سے ایک ہیں اور ان کی پیروی حنفی لوگ کرتے ہیں اور یہ ابوحنیفہ حضرت امام صادقؑ کے شاگرد ایک مدت تک رہے ہیں۔

کس شرعی جواز سے ان دونوں کو قبر رسولؐ کے پاس دفن کیا ہے میں نے کہا عائشہ ابوبکر کی بیٹی ہے اور رسول اسلام کی بیوی ہیں، حفصہ بھی عمر کی بیٹی ہے اور رسول کی بیوی ہیں ان دونوں نے رسولؐ سے میراث لی ہے رسولؐ کے پاس نو بیوی تھی ان نو بیویوں کو مجموعاً ایک ہشتم حصہ میراث ملے گی اسی بنا پر ان دونوں نے اپنے باپ کو اپنے ایک بہتر ویں حصہ میں دفن کیا ہے۔ لیکن میرے دوست نے جواب کو قبول نہ کیا اور کہا کہ اگر ایسا ہی ہے کہ نو افراد کو ایک ہشتم حصہ کا ایک کمرہ ملے تو ان میں ہر ایک کو ایک بالشت جگہ ملے گی کیسے ان دونوں نے اپنے اپنے باپ کو ایک بالشت جگہ میں دفن کیا؟

اور دوسری دلیل دوست کی یہ ہے کہ مگر کیا ابوبکر و عمر نے نہیں کہا کہ رسولؐ اپنی طرف سے میراث نہیں چھوڑتے اسی وجہ سے حضرت فاطمہ زہراؑ اپنے باپ سے میراث نہیں لے سکیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بیٹی اپنے باپ سے میراث نہ لے لیکن حفصہ و عائشہ رسولؐ سے میراث لیں یہ سن کر ابوحنیفہ غصے کے مارے چیخے کہ اسکو گرفتار کرو اور مارو اسلئے کہ وہ شیعہ ہے یہ بھی کوئی جواب ہوا؟

(صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہراؑ ص ۱۳۱)

یاد خدا کی فضیلت

عبداللہ بن یحیٰ حضرت علی علیہ السلام کے دوستوں اور شیعوں میں سے تھے حضرت کے پاس گئے ایک کرسی حضرت کے پاس رکھی ہوئی تھی حضرت نے کہا کہ کرسی پر بیٹھو جیسے ہی عبداللہ کرسی پر بیٹھے کرسی ٹوٹ گئی اور زمین پر گر پڑے اور سر ٹوٹ گیا اور خون جاری ہو گیا

حضرت نے فرمایا کہ پانی لائیں جب پانی لائے تو عبداللہ کے سر کو دھویا اور پھر اس سے فرمایا کہ قریب آؤ جب قریب ہوئے حضرت نے اپنے دست مبارک کو زخم پر رکھا اور آبِ دہن مبارک کو زخم پر لگایا اور اور پھر سر کو باندھا اسی وقت عبداللہ کا سر ٹھیک ہو گیا اس طرح سے جیسے یہ کہ وہاں پر کوئی زخم نہیں تھا۔ حضرت نے اس وقت عبداللہ سے فرمایا:

اے عبداللہ خدا کا شکر کہ دنیا میں اپنے شیعوں کے گناہوں کو پاک کرتا ہے اس بلا اور مصیبت کے ذریعہ جو اُن کو پہنچتی ہے تا کہ شیعوں کی عبادت سالم رہے اور ان کو ثواب پہنچے عبداللہ نے عرض کی اے امیر المومنین کون سا گناہ مجھ سے سرزد ہوا ہے جس کی وجہ سے زمین پر گر پڑا بتایئے؟ تا کہ دوبارہ اس کو بجا نہ لاؤں حضرت نے فرمایا کہ

تمارا گناہ یہ تھا کہ کرسی پر بیٹھتے وقت تم نے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' نہیں کہا اس وجہ سے یہ بلا تم پر پہنچی تا کہ اس گناہ سے پاک ہو جاؤ۔

اے عبداللہ جان لو کہ رسول نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے ہر کام جس میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' نہ کہا جائے وہ کام اچھا انجام نہیں رکھتا۔

(حقائق از قرآن ص ۱۳)

یمن کا ایک مسافر

ابن ملجم کی حکایت باعث عبرت ہے اس واقعہ سے لسانی محبت اور قلبی محبت کا فرق بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔ جب مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی خلافت ظاہری کا زمانہ آیا تو حضرتؑ نے یمن میں اپنے عامل (نمائندہ) کو خط لکھا اور اس سے درخواست کی کہ لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف سے پیش آئے اور آخر میں اس سے چاہا کہ دس لائق ترین اور اپنے معتمد افراد کو ایک خاص کام کیلئے حضرت کے پاس بھیجے اس نے سو لوگوں کو منتخب کیا اور پھر ان میں سے دس لوگوں کو جو سبھی سے اچھے اور افضل تھے انتخاب کیا ان دس لوگوں میں سے ابن ملجم مرادی بھی تھا جب یہ لوگ حضرت کے پاس پہنچے ابن ملجم جو کہ شجاع وفصیح وبلیغ تھا اسکو ان لوگوں نے اپنا سخن گو بنایا تا کہ حضرت سے گفتگو کرے حضرت سے گفتگو کی اور مدح میں اس نے خود جو شعر کہے تھے پڑھے اسکی تمام باتوں میں سے ایک بات یہ تھی کہ ہم فخر کرتے ہیں کہ آپ فرمان دیں اور ہم سب غلامی کریں اور ہماری یہ تلواریں آپ کے دشمنوں کیلئے آمادہ ہیں حضرت نے بعد میں اس کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا کہ عبدالرحمن حضرت نے کہا کہ تمہارے باپ کا کیا نام ہے؟

کہا کہ ملجم حضرت نے کہا کہ کس قبیلے سے ہو؟ کہا کہ مراد۔ تو پھر حضرت نے

اس سے تین مرتبہ کہا کہ کیا تم مرادی ہو؟ کیا تم مرادی ہو؟ کیا تم مرادی ہو؟ ابن ملجم نے کہا جی ہاں اے امیرالمومنین۔

اس وقت حضرت نے زبان پر کلمہ ترجیع جاری کیا: "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" (سورہ بقرہ آیت ۱۵۶)

ہم تو خدا ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

پھر حضرت نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہاری دایہ یہودی عورت تھی کہا کہ ہاں وہ عورت جو مجھے دودھ پلاتی تھی ایک یہودی عورت تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ جب تم روتے تھے تو تمہاری دایہ کہتی تھی کہ اے قاتل شتر صالح سے بدتر؟ ابن ملجم نے کہا جی ہاں ایسا ہی تھا حضرت خاموش ہوگئے اور حکم دیا کہ اس کی مہمان نوازی کریں کچھ دنوں بعد ابن ملجم بیمار ہوا اور چونکہ کوفہ میں اس کا کوئی متعلق نہ تھا خود حضرت اس کی عیادت اور خدمت کرتے تھے یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہوگیا۔ ابن ملجم اس قدر حضرت کی محبت کا شیفتہ ہوگیا تھا کہ عرض کیا کہ میں آپ کے پاس سے نہیں جاؤں گا اور اب یہیں رہوں گا حضرت نے فرمایا:

"إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" ابن ملجم نے کہا اس آیت کے پڑھنے سے آپ کی مراد کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ تم میرے قاتل ہو ابن ملجم کو اس بات سے تعجب ہوا وہ سوچ رہا تھا کہ حضرت کا دوست ومحب ہے لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ خداوند عالم سبھی انسانوں کا امتحان لیتا ہے:

درمحبت هر که وَی دعوی کند

صد هزاران امتحان بر وَی زنند

جو شخص محبت کا دعوی کرتا ہے اس کے اوپر ہزاروں امتحان ہوتے ہیں۔

ابن ملجم نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا کہ اے امیر المومنینؑ ابھی اسی وقت مجھے قتل کر دیں تا کہ ایسا حادثہ پیش نہ آئے، حضرت نے فرمایا کہ تم نے ابھی کوئی کام انجام نہیں دیا میں کیسے جرم سے پہلے تم سے قصاص لوں، ابن ملجم صفین و نہروان کی جنگوں میں حضرت کے قافلہ کے ساتھ ساتھ تھا جب لشکر اسلام نے خوارج پر غلبہ کیا تو ابن ملجم نے کہا اے مولا اجازت دیں میں آپ سے پہلے کوفہ جا کر آپ کی فتح و کامیابی کی خوشخبری کوفہ والوں کو دوں، حضرت نے کہا کہ تمہارا مقصد اس کام سے کیا ہے؟

اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھ سے راضی ہو جائے کہ حضرت علی علیہ السلام کی کامیابی سے لوگوں کو خوشحال کروں۔ حضرت نے اسے اجازت دی اور اس نے ایک جھنڈا ہاتھ میں لیا اور کوفہ کی طرف گیا شہر میں داخل ہوا اور بشارت بشارت کی فریاد شہر میں گونجی اس طرح وہ گلیوں سے گذر رہا تھا کہ قطامہ کے گھر کے پاس پہونچا یہ بہت زیادہ خوبصوت و حسین و جمیل اور دولت مند عورت تھی لیکن بدکار و فاحشہ تھی جب اس نے فتح کی خبر سنی ابن ملجم کو پکارا تا کہ وہ اپنے باپ اور بھائی کے بارے میں پوچھے قطامہ اسے اپنے گھر لے گئی عزت واحترام کیا مہمان نوازی کی ابن ملجم پہلی ہی نگاہ میں اس کا عاشق ہو گیا او اپنے دین وایمان کو اس کے ہاتھ بیچ دیا قطامہ نے اپنے باپ اور بھائی جو سپاہ خوارج میں تھے پوچھا۔ ابن ملجم نے کہا وہ لوگ جنگ میں ہلاک ہو گئے یہ خبر سنتے ہی

رونے لگی اور ابن ملجم اس خبر کو دینے پر پشیمان ہوا قطامہ تھوڑی دیر بعد اٹھی اور دوسرے کمرے میں گئی اور اپنے کو آرائش وزینت سے سنوارا اور واپس آئی اس کو دیکھتے ہی ابن ملجم کا دل لرز گیا۔

نه هر کس کو مسلمان شد توان گفتش که سلمان شد

کز اول بایدش سلمان شد و آنگه مسلمان شد

ترجمہ: ''ہر وہ انسان جو مسلمان ہے اسے سلمان نہیں کہا جا سکتا اسے چاہیئے کہ پہلے سلمان ہو پھر مسلمان ہو''

ابن ملجم جو کہ شہوت نفسانی میں اسیر اور اپنے اختیار کو ہاتھ سے دے بیٹھا تھا قطامہ سے خواستگاری کی تو قطامہ نے کہا کہ اگر تم مجھے چاہتے ہو تو میری مہر بہت زیادہ ہے ابن ملجم نے کہا کہ جتنا بھی ہوگا قبول کروں گا قطامہ نے کہا کہ زیادہ ہے کچھ پیسے اور جواہرات اور مشک وعنبر وعطر وغیرہ ابن ملجم نے کہا کہ اسکے علاوہ اور کچھ؟ قطامہ نے کہا کہ بہت سخت ہے پھر اٹھی اور کمرے سے گئی اور اپنے کو دوسری شکل میں آرائش کی اور واپس آئی عبدالرحمن جو جنون کی حد تک پہنچ گیا تھا کہا کہ اور کیا چاہتی ہو؟

قطامہ نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کا قتل عبدالرحمن ایک دفعہ لرزہ پریشان ہوا اور تھوڑی دیر بعد کہا مشکل ہے ابھی چھوڑو چند روز اسکے بارے میں فکر کروں گا، دوسرے دن ایک قاصد یمن سے ابن ملجم کے پاس آیا اور کہا کہ تمہارے باپ اور چچا مر گئے ہیں اور تم ان سب کے وارث ہو جاؤ اور اپنے اموال کو جمع کرو ابن ملجم بہت خوش ہوا اور اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ پیسے کو لیکے قطامہ کے اوپر نثار کر دیگا اس وجہ سے حضرت

کے پاس گیا اور عرض کیا کہ میرے باپ اور چچا کا یمن میں انتقال ہو گیا ہے چاہتا ہوں کہ اپنے قبیلے کی طرف چلا جاؤں آپ اپنے عامل کے پاس یمن میں خط لکھ دیں اور سفارش کریں کہ میراث کے اموال میں جمع آوری کرنے میں مدد کرے۔

حضرت نے بھی اسکے پاس خط لکھا شعر:

دو ستان را کجا کنی محروم　　تو که باد شمنان نظر داری

یعنی تم دوستوں کو کب محروم کرو گے جبکہ آپ کی نظر کرم دشمنوں پر بھی رہتی ہے

ابن ملجم یمن کی طرف چلا راستے میں رات ہوگئی دور سے آگ کا شعلہ دیکھا اور اپنے دل میں سوچا کہ نزدیک جائے اور رات کو آگ کے پاس جا کر رہے اور جب آگ سے نزدیک ہوا اچانک جناتوں نے فریاد کی کہ اسد اللہ علیہ السلام کا قاتل آ گیا ابن ملجم ڈرا اور اس کا جسم کانپنے لگا جناتوں نے اس پر سنگباری شروع کر دی کہ وہ وہاں پر نہ رہ سکا کہ آرام کرے تھکا ماندہ وہاں سے بھاگا بزحمت کے ساتھ اپنے کو یمن پہونچایا اور خط یمن کے حاکم کو دیا حاکم نے حضرت امیر المومنین کے دستخط کا بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اور جلد از جلد اسکے کام کو پورا کیا ابن ملجم نے اپنے تمام اموال لئے اور خوشی خوشی کوفہ کی طرف چلا لیکن راستے میں ڈاکوؤں نے اسکو روکا اور اسکے لباس اور سواری کے علاوہ تمام اموال لوٹ لیا عبدالرحمٰن جنگل میں سرگرداں تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک قافلہ سے جا ملا اور ان کے ساتھ ہمسفر ہو گیا

قافلہ میں وہ دو شخص کا دوست ہو گیا وہ دونوں خوارج تھے (اور اسکے ہم فکر تھے) ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے عہد کیا ہے کہ حضرت علی علیہ اسلام اور معاویہ

وعمرو عاص کو قتل کریں۔ اس گروہ کا نظریہ تھا کہ یہ تین لوگ مسلمانوں کے درمیان اختلاف کا سبب ہیں وہ دونوں خوارج مامور ہوئے کہ معاویہ وعمرو عاص کو ہلاک کریں چنانچہ عبدالرحمٰن نے قبول کیا کہ مولا امیر المومنین کو شہید کرے۔ وہ کوفہ پہنچا اور سیدھا قطامہ کے گھر گیا یہ فاحشہ اور خود فروش عورت اسکے لئے شراب لائی اور ابن ملجم مست ہوا اور پھر قطامہ کے پیر پر گرا اور اسکے وصال کی خواہش کی لیکن قطامہ نے کہا کہ جب تک حضرت علی علیہ السلام کو شہید نہیں کرو گے ایسا نہیں ہوسکتا عبدالرحمٰن جو مجنون و پاگل ہو گیا تھا اس نے کہا کہ ابھی ابھی جاتا ہوں اور حضرت علی کو قتل وشہید کرتا ہوں۔ قطامہ نے کہا کہ اس طرح نہیں بلکہ قتل کیلئے مقدمات ضروری ہیں اس نے ابن ملجم کی تلوار لی اور ہزار درھم اسے تیز کرنے کیلئے دیا اور ہزار درہم اسکو زہر میں آلودہ کرنے کیلئے دیا۔ اس رات اس بے حیاء اور بدنصیب نے محراب مسجد کوفہ میں مولی علی علیہ السلام پر وار کیا اور تلوار سے ایسا زخم لگایا کہ اسکے اثر سے دو روز کے بعد جانشین رسول خدا وصی مصطفےٰ علی مرتضیٰ دنیا سے رخصت ہو گئے اور عالم جاوید کی طرف سفر فرما گئے۔

(امامت ص ۱۱۳ تا ص ۱۲۱)

حق کی تلوار

زید نساج: کہتا ہے کہ میرے پڑوس میں ایک بوڑھا شخص تھا اسکو بہت کم دیکھتا تھا ایک روز جمعہ تھا بدن سے کپڑے اتار چکا تھا اور چاہتا تھا کہ غسل جمعہ انجام دے اس بوڑھے کی پشت پر ایک بالشت کی مقدار بھر زخم تھا اس زخم کی جگہ بہت زیادہ چرک تھی میں نے دیکھا اسکے قریب گیا اور زخم کے بارے میں پوچھا پہلے تو اس نے کچھ نہیں کہا لیکن جب میں نے بہت ہی زیادہ اصرار کیا مجبوراً اس کو اس قصہ کو بتانا ہی پڑا کہ جوانی کے عالم میں ہم چند لوگ جو دوستوں میں سے تھے فسق و فجور اور برے کاموں اور گناہوں میں آلودہ تھے ہر شب کسی نہ کسی دوست کے یہاں جمع ہوتے تھے ایک رات میری نوبت آئی میرے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی ناچار ہو کے اپنی تلوار کو اٹھایا اور کوفہ سے باہر گیا کہ شاید کوئی میرے پاس سے گذرے اور میں اس پر حملہ کر کے اسکا مال چھین لوں تھوڑی دیر گذری تھی کہ ہوا ابر آلود اور تاریک ہوگئی اچانک رعد و برق شروع ہوگئی اور ایک بجلی چمکی بجلی کی روشنی میں دو عورتوں کو دیکھا میں جلدی سے ان کے پاس پہنچا اور میں نے آواز دی کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے فوراً دیدو ورنہ تم دونوں کو قتل کردوں گا وہ بیچاری دونوں عورتیں جو ساتھ میں جواہرات رکھتی تھیں مجھے دیدیا اسوقت ایک دوسری بجلی چمکی میں متوجہ ہوا کہ ان میں ایک جوان خوبصورت لڑکی ہے اور دوسری ضعیفہ ہے شیطان نے فریب دیا میں نے چاہا کہ اس جوان لڑکی کی طرف ہاتھ بڑھاؤں۔ بوڑھی عورت نے

میرے لباس کو پکڑا اور التماس کی کہ تم اس جوان لڑکی کو چھوڑ دو وہ یتیم ہے اور میں اسکی خالہ ہوں وہ کل اپنے چچا کے لڑکے سے شادی کرے گی اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ مجھے زیارت قبر مطہر حضرت علی علیہ السلام لے چلو شاید شوہر کے گھر جانے کے بعد زیارت کی توفیق نہ ہو سکے لہذا تم اسکو حضرت کی زیارت کی خاطر چھوڑ دو میں نے ان سب باتوں پر اعتماد نہ کیا اور لڑکی کو زمین پر ڈالدیا تو اسوقت اس نے ٹوٹے ہوئے دل اور کمال یاس سے کہا کہ یا علیؑ میری فریاد کو پہنچئے اچانک میرے پیچھے سے آواز آئی اور سنا کہ کسی سوار نے مجھے آواز دی کہ اٹھ جاؤ میں نے پورے غرور و تکبر کے ساتھ کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ اس لڑکی کی سفارش کروں تم خود میرے چنگل سے بھاگ نہیں سکتے جیسے ہی میں نے یہ جسارت کی اس سوار نے تلوار کی نوک میری پشت میں چبھائی اور میں گر پڑا ان دو عورتوں نے سوار سے کہا کہ آپ نے لطف و مہربانی کی اور اس ظالم سے نجات دی ہم آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ ہم کو حضرت علی علیہ السلام کی قبر تک لے چلیں اس سوار نے بہت ہی اچھی اور مہربان آواز میں کہا کہ تم دونوں کی زیارت قبول ہے میں خود علی ابن ابیطالب ہوں۔ بوڑھا شخص بیان کرتے کرتے کہتا ہے کہ میں اپنے برے کام سے پشیمان ہوا اور میں نے فوراً حضرت کے پائے مبارک پر اپنے کو گرا دیا اور عرض کی کہ مولا میں نے توبہ کی اور مجھے معاف فرمائیں حضرت نے فرمایا کہ اگر حقیقت میں تم نے توبہ کی ہے خدا قبول کریگا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ زخم مجھے بہت تکلیف دیتا ہے تو حضرت نے ایک مشت خاک اٹھائی اور میری پشت میں لگایا میرا زخم اچھا ہوگیا لیکن اس کا اثر ہمیشہ کیلئے میری پشت پر باقی رہ گیا۔ (امامت ص ۱۳۵)

ہارون کا شکار

حضرت علی علیہ السلام کو رات کے وقت اور پوشیدہ طور پر دفن کیا گیا اسلئے کہ حضرت کے دشمن اور خوارج اگر دفن کی جگہ سے اطلاع رکھتے تو ممکن تھا کہ وہ نامناسب کام انجام دیتے اسوجہ سے مخفی طور پر دفن کیا گیا نجف اشرف شروع میں زکل کا علاقہ تھا پھر خشک ہوگیا کوفہ کا قبرستان نجف اشرف کے قریب اور حضرت کی قبر ایک بلندی پر تھی ائمہ علیہم السلام کبھی کبھی مخفیانہ طریقے پر حضرت کی زیارت کرنے جاتے تھے یہاں تک کہ امام باقر وامام صادق علیہما السلام جب حضرت کی زیارت کرنے گئے تو انھوں نے اپنے بعض خاص اصحاب کو قریب سے حضرت کی قبر کا نشان بتایا اور جب حکومت بنی عباس ہارون رشید تک پہنچی ایک روز وہ کوفہ گیا اور کہا کہ آج میرا دل چاہتا ہے شکار کروں ساتھ میں شکاری کتے اور باز چلے ایک جنگل کی طرف روانہ ہوئے تھوڑی دیر بعد آہوؤں کے ایک جھرمٹ کے پاس پہنچے کتوں نے ان سب ہرنوں کا پیچھا کیا لیکن اس بلندی کے نیچے تک رہ گئے اور باز بھی اپنی حرکت سے رک گئے اور تھوڑی دیر کے بعد یہ سب واپس آگئے ہارون نے اس واقعہ سے تعجب کیا۔

جب تھوڑی دیر گذری آہوؤں نے اپنے لئے امن وآرام کا احساس کیا اور

پھر اس بلندی سے نیچے آئے ہارون نے دوبارہ حکم دیا کہ کتے اور بازوں کو آزاد کردیا جائے جب کتوں نے دوبارہ حملہ شروع کیا تو آہوؤں نے پھر اس پہاڑ کی چوٹی پر جاکر پناہ لی اور کتے بلندی کے نیچے ہی رہ گئے ہارون بہت زیادہ متعجب وحیران ہوا سمجھ گیا کہ عجیب وغریب جگہ آئے ہیں حکم دیا کہ اسکے اطراف میں جاکر تلاش کریں جو شخص بھی اس جگہ کو پہچانتا ہے اسے لے آئیں ہارون کے غلاموں نے ایک بوڑھے شخص کو اسکے حدود میں دیکھا ہارون کے پاس لائے سوال کیا کہ یہاں کیا بات ہے یہ کیسی جگہ ہے۔ بوڑھا شخص پہلے ڈر رہا تھا کہ جواب دے پھر جب اسے اطمینان ہوا کہ کوئی خوف میرے لئے نہیں ہے، تو کہا کہ ایک دن اپنے باپ کے ساتھ یہاں آیا میرے باپ نے کہا کہ حضرت امام صادق نے فرمایا ہے کہ:

یہاں پر حضرت علی علیہ السلام کی قبر ہے، ہارون نے حکم دیا کہ بقعہ وگنبد اور ایک بارگاہ وہاں پر بنائیں اسکے بعد دن گذرتے گئے دوسرے لوگوں نے بھی اسکی تعمیر وتکریم میں کوشش کی خصوصا آل بویہ کی حکومت کے زمانے میں کہ جو ایرانی اور شیعہ تھے اس جگہ پر عالیشان بارگاہ بنوائی اور پھر نادرشاہ نے اس روضے کی طلاکاری کی۔

(امامت ص۱۳۲)

آفتاب کا پلٹنا

رسول نے جس طرح اپنی انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا اور دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا اسی طرح حضرت علیؑ آنحضرت کے خلیفہ بلا فصل نے اپنی انگشت مبارک سے خورشید کی طرف اشارہ کیا اور ڈوبے ہوئے سورج کو دوبارہ پلٹا دیا اور واقعہ اس طرح ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے پاس لشکر سے بعض افراد آئے اور عرض کی اے امیر المومنین ہم نماز عصر ادا نہ کرسکے اور سورج ڈوب گیا حضرت نے سورج کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کیا خورشید آسمان کے درمیان آگیا اور لشکر والوں نے نماز عصر پڑھ لی ایک بزرگ شیعہ عالم نے اسکے متعلق شعر کہے تھے اور ایک عظیم الشان پروگرام اور گرم محفل میں حضرت کی مدح ہورہی تھی محفل اتنی طولانی ہوئی کہ آفتاب ڈوب گیا اس موقعہ پر حضرت کے اس شیفتۂ محبت نے آفتاب سے خطاب کر کے کہا کہ اے وہ آفتاب کہ تو جنگ صفین میں میرے مولا علی کے واسطے ان کے اختیار سے پلٹ آیا تیرے لئے یہ سزاوار نہیں ہے کہ تو اتنی جلدی ڈوب جائے لہذا پلٹ جا تاکہ میری مدح علی کے بارے میں تمام ہو جیسے ہی اس محب علی کا کہنا تھا آفتاب پلٹ آیا اور وہ دوبارہ حضرت کی مدح میں مشغول ہوگیا۔

(امامت ص ۱۲۸)

خرابہ نشینوں کا دوست

جب امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اپنے پدر بزرگوار امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی تشییع جنازہ اور دفن کر کے پلٹے تو ایک جھاڑی کے قریب پہونچے اس خرابہ میں ایک مریض پڑا ہوا نالہ کر رہا تھا وہ دونوں بزرگوار جھاڑی کے قریب پہونچے تو ضعیف بیمار کے سر کو اپنے زانو پر رکھا اور اسکے حالات پوچھے اس بوڑھے نے کہا کہ اس دنیا میں کوئی میری فریاد کو سننے والا نہیں تھا مگر ایک شخص روزانہ آتا تھا اور منہ میں کھانے کا لقمہ ڈال کر جاتا تھا۔ لیکن آج تیسرا دن ہوگیا وہ شخص نہیں آیا ہے اور میں بھوکا اور پیاسہ ہوں دونوں بزرگوار نے پوچھا کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ بیمار ضعیف نے کہا کہ میں نابینا ہوں میری آنکھ سے کچھ دکھائی نہیں دیتا لیکن ایک روز اس بزرگوار سے پوچھا تھا کہ آقا آپ کا کیا نام ہے تو فرمایا کہ میں خدا کا بندہ ہوں دونوں بزرگوار نے پوچھا کہ کیا ان کی نشانی رکھتے ہو؟ ضعیف شخص نے عرض کیا کہ جب وہ بزرگوار جھاڑی میں آکر ذکر خدا کرتے تھے تو تمام سنگ ریزے اور اشجار یہاں کے ساتھ ہو کر خدا کی تسبیح وتقدیس کرتے تھے، یہ سنتے ہی امام حسن اور امام حسین علیہما السلام بلند آواز سے گریہ کرنے لگے اور فرمایا کہ ارے وہ ہمارے باپ حضرت امیر المومنین تھے ہم ابھی ابھی ان کی تشییع جنازہ کر کے آرہے ہیں بیمار ضعیف اس خبر غم کو سن کر رونے لگا اور التماس کی صورت میں عرض کیا اے آقازادے ممکن ہے کہ مجھ پر احسان کرو اور اپنے بابا کی قبر پر لے چلو، امامؑ کے فرزند اسے ساتھ لیکر حضرت کی قبر پر گئے وہ بوڑھا مرد قبر پر اتنا رویا اور نالہ کیا کہ اس نے اپنی جان دیدی۔

(معارفی از قرآن ۲۳۱ و امامت ص ۹۶)

یتیموں کی فریادرسی

ایک روز حضرت علی علیہ السلام ایک عورت کے پاس پہنچے کہ وہ اپنے دوش پر پانی کی مشک لیکر جارہی تھی اور بڑی مشکل سے اٹھائے ہوئے تھی حضرت نے اس سے کہا کہ کیا تم اجازت دیتی ہو کہ تمھاری مدد کروں :عورت نے کہا اگر یہ کام انجام دیا تو احسان کیا حضرت نے مشک اٹھائی اور اپنے دوش پر رکھی اور روانہ ہوئے راستے میں حضرت نے فرمایا کہ:

پانی لانا گھر کے مرد کا کام ہے تم کیوں اس کام کو انجام دے رہی ہو عورت نے کہا کہ میرا شوہر حضرت علی علیہ السلام کی رکاب میں ایک جنگ میں قتل ہو گیا میں چند یتیم بچے رکھتی ہوں اور حضرت بھی ہماری حالت سے غافل ہیں حضرت نے مشک اسکے گھر پہنچادی اور چلے گئے کچھ مقدار آٹا اور خرما اسکے لئے لائے اور فرمایا کہ:

اے عورت یا میں آٹے کو خمیر کرتا ہوں اور تنور روشن کرتا ہوں اور تم بچوں کو دیکھو اور یا یہ کہ تم ان سب کاموں کو انجام دو میں بچوں کی نگہداری کرتا ہوں اس عورت نے عرض کی میں بچوں کی نگہداری بہتر کرسکتی ہوں تم روٹی پکاؤ حضرت اٹھے اور تنور جلایا جب تنور سے آگ کا شعلہ نکلنے لگا تو حضرت نے اپنے روئے مبارک کو حرارت کے

مقابل کیا اور خود کو خطاب کیا کہ اے علی:

آگ کی حرارت کو چکھو ایسا نہ ہو کہ یتیموں کے حال سے غافل ہو جاؤ اس موقع پر ہمسایہ کی عورت آئی اور حضرت کو باورچی خانے میں دیکھا پہچان لیا فوراً وہ عورت بیوہ عورت کے پاس گئی اور کہا کہ تجھ پر وائے ہو جو تمہارے لئے روٹی پکا رہے ہیں وہ امیر المومنین ہیں فوراً بیوہ عورت حضرت کے پاس گئی اور عذر خواہی کی۔

(امامت ص ۹۴)

تپا ہوا لوہا

جناب عقیل: حضرت علی ابن ابیطالب کے بھائی نے اپنے گھر دعوت کی تا کہ وظیفہ زیادہ ہو جائے ایک دن حضرت علی علیہ السلام اپنے نابینا بھائی کے گھر تشریف لے گئے جناب عقیل نے تھوڑا کھانا تیار کیا اور گھر کی حالت اور سخت فقیرانہ زندگی کو حضرت سے بتایا اور عرض کی کہ یہ وظیفہ جو بیت المال سے لیتا ہوں بہت کم ہے اور میرے خرچ کیلئے کفایت نہیں کرتا آپ سے خواہش کرتا ہوں کہ زیادہ پیسہ دیجئے حضرت نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ مال رکھتے ہو کہ دوسروں کی مہمانی کرتے ہو پھر حضرت نے تانبے کے لوہے کو گرم کیا اور اسکو اپنے بھائی کی طرف بڑھایا عقیل سمجھے کہ حضرت پیسہ دے رہے ہیں خوش ہو کر ہاتھ کو بڑھایا کہ پیسہ لیں حضرت نے لوہے کو ہاتھ کے پاس کیا عقیل نے ڈر کر فریاد کی اور ہاتھ کو پیچھے ہٹایا اور عرض کی کہ:

اے بھائی! کیا کر رہے ہیں حضرت نے فرمایا کہ تم تو مخلوق کی روشن کی ہوئی آگ سے ڈرتے ہو کیوں میں جہنم کی آگ سے خوف نہ کھاؤں اور نالہ وگریہ نہ کروں تم تو دنیا کی آگ کی تاب نہیں رکھتے اور صبر نہیں کر سکتے کیسے تم چاہتے ہو کہ تمھارا بھائی دوزخ کی آگ سے جل جائے بیت المال سے استفادہ کرنے میں تمھارے اور

دوسروں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے بہر حال عقیل تاب نہ لا سکے اور معاویہ کے دربار شام میں گئے تا کہ اسکے پیسے سے استفادہ کریں۔

ہاں: ایسا ہی ہے کہ حضرت علیؑ کی عصمت ان کی عدالت سے معلوم ہو رہی ہے حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام دنیا و ریاست نہ تھے سونا اور مٹی ان کی نظر میں مساوی تھے کیا ہو سکتا ہے کہ فضائل علی کا شمار کر سکیں

کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست
که تر کنی سر انگشت و صفحه بشماری

کتاب فضل کو تیری سمندر بھی ہے ناکافی
کہ جس سے کر کے تر انگلی ورق میں اسکے گن ڈالوں۔

یعنی آپکے فضائل اتنے ہیں کہ سمندر کا پانی کافی نہیں ہوگا بلکہ کم ہوگا کہ ہم اپنی انگلی تر کریں اور صفحے شمار کرتے جائیں۔

(امامت ص۹۲)

مظہر عدالت

عید کا زمانہ تھا ان دنوں عورتیں زیور و جواہرات پہنتی ہیں حضرت علی علیہ السلام کی دختر نیک ام کلثوم نے بیت المال کے خزانچی کو پیغام بھجوایا کہ اگر بیت المال میں تمہارے پاس جواہرات میں سے کوئی چیز ہے تو امانت کے طور پر میرے پاس بھیج دو تا کہ عید کے دنوں میں اس سے فائدہ اٹھاؤں پھر واپس کردوں گی خزانہ دار جو خالص شیعہ اور پاکدامن تھا مولا علیؑ اور آپ کے اہل بیتؑ سے زیادہ محبت رکھنے والا تھا اس نے فوراً اطاعت کی اور ایک گردن بند حضرتؑ کی دختر کے لئے بھیج دیا حضرت علی علیہ السلام انھیں عید کے دنوں میں گھر میں داخل ہوئے گران قیمت گردن بند اپنی بیٹی کی گردن میں دیکھا تو پوچھا کہ یہ کہاں سے لائی ہو؟

آپ کی دختر نے فرمایا کہ یہ بیت المال کا مال ہے اور اس کو امانت کے طور پر لیا ہے حضرت نے اپنی بیٹی پر اعتراض کیا اور پھر گردن بند کو ان سے لیا اور خزانہ دار کے پاس گئے اس حال میں کہ اسے تہدید کر رہے تھے، فرمایا کہ اگر میری بیٹی نے یہ گردن بند امانت کے طور پر نہ لیا ہوتا تو اس کا ہاتھ قطع کر دیتا۔

(امامت ص۹۱)

کتیبہ کا لشکر

جنگ صفین اٹھارہ مہینے تک چلتی رہی اس جنگ میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام شام کے لشکر سے کہ جس کی رہبری معاویہ اور عمرو عاص کر رہے تھے جنگ کی: اس موقع پر معاویہ ۲۵۰۰۰ افراد کا ایک لشکر اکٹھا کر کے لایا۔ اس لشکر میں شام کے دلاور و شجاع و بہادر لوگ تھے بھی لوگوں نے بہت دنوں تک مشق کی تھی اور وہ لڑنے کیلئے پوری آمادگی رکھتے تھے اور معینہ دنوں کے اندر ان لوگوں نے اپنے اپنے جسموں پر جنگ کا لباس پہنا اور حملہ کرنے کیلئے آمادہ ہو گئے ان لوگوں کی زرہ انکے تمام جسموں کو ڈھکے ہوئے تھی اور ان کی کلاہ جنگی سوائے دونوں آنکھوں کے تمام سر کی محافظت کر رہی تھی اس طرح کہ ان کے بدن کی کوئی جگہ آسیب پذیر نہ تھی تا کہ بدن کے کسی جگہ پر آسیب نہ پہنچے اور اگر ان لوگوں کی طرف تیر مارتے یا شمشیر سے حملہ کرتے تو تیر و تیغ ان لوگوں کے بدن کے کسی حصہ پر کوئی اثر نہ کرتا ان لوگوں کا تمام لشکر سوار تھا ان لوگوں میں کوئی پیادہ نہیں تھا اور اس لشکر کا نام کتیبہ رکھا تھا

جب معاویہ اور عمرو عاص کا یہ لشکر میدان میں آیا تو مسلمانوں کے لشکر پر عجیب ترس و دوحشت مسلط ہوگئی اور مسلمان کانپنے لگے اور کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ ان لوگوں سے جا کر میدان جنگ میں لڑے تو اس موقع پر حضرت علی لشکر کی صف سے باہر آئے اور ان لوگوں سے مخاطب ہو کر تقریر کی اور مسلمانوں کو ظالموں سے جہاد کرنے کیلئے رغبت دلائی

اور اپنے لشکر والوں سے کہا کہ سبھی کھڑے رہیں اور ہماری جنگ کو جو لشکر کتیبہ سے ہوگی تماشا کریں اور دیکھیں۔

حضرت تنہا میدان جنگ میں شیر نر کی طرح اپنی تلوار کو ہوا میں لہراتے ہوئے آتے ہیں اور دشمن پر حملہ کرتے ہیں حضرت کی شمشیر کی ہر ضربت سے دشمن زمین پر گرتے تھے اور خون میں غلطاں ہونے لگتے تھے حضرت ایک ناپیدا بگولے کی طرح دشمن کے لشکر میں گھومتے تھے اور چکر لگاتے تھے اور کافروں کو کاٹتے جاتے تھے اور ان کو موت کے گھاٹ اتارتے جاتے تھے اور کشتوں کے پشتے لگاتے جاتے تھے، چند ہی گھنٹوں کے بعد معاویہ کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا، اور وہ لوگ جو زندہ بچ گئے تھے اور اپنی جان بچالے گئے تھے معاویہ کے خیمہ میں پناہ لے لی معاویہ نے جس کی آرزوئیں برباد ہو چکی تھیں پوچھا کون ہے جو تم لوگوں پر یہ بلا لے آیا ہے؟ آیا حضرت علی کی فوج کے لوگ کتنے تھے کہ اس طرح تم لوگوں کو تار و مار کر دیا لشکر کے فراریوں نے جواب دیا کہ ہم نے علیؑ کے علاوہ کسی اور کو میدان جنگ میں نہیں دیکھا ہے لیکن آنحضرت لشکر میں چاروں طرف بگولے کی طرح حملہ کر رہے تھے۔ لشکر والوں کے سر ان کے بدن سے اڑ رہے تھے اسطرح کہ ہر وقت ہم ان کو اپنے آگے دیکھتے تھے اور جب ہم بھاگتے تھے تو وہ ہماری پشت پر دکھائی دیتے تھے بس یہی سمجھ لو جس نے بھی تلوار کھائی ہے اس نے حضرت علی کی تلوار کھائی ہے اور جسکے بھی بدن میں نیزہ لگا ہے وہ آنحضرت کے خشم و غضب کا گرفتار ہے، ہم نے آج رسولؐ کے داماد کی وہ شجاعت دیکھی ہے کہ ابھی تک اپنی عمر میں اسکے مانند نہ دیکھی تھی اور نہ کسی سے سنی تھی۔ (آدابی از قرآن ص ۳۰۲)

پیغمبرؐ کا ہمنوالہ

انس بن مالک: یہ رسولؐ کے خادم تھے ان کا بیان ہے کہ میں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا ایک بھنا ہوا مرغ مسلم خداوند عالم کی جانب سے آنحضرت کیلئے آیا اور رسولؐ چاہتے تھے کہ کھانا شروع کریں اسوقت رسولؐ نے اپنے ہاتھوں کو دعا کیلئے اٹھایا اور کہا کہ خداوند عالم!

عزیز ترین بندہ جو تیرا ہو اسے بھیج دے تا کہ میرے ساتھ کھانا کھائے تھوڑی دیر کے بعد دروازے کی آواز سنائی دی میں گیا اور دروازے کو کھولا دیکھا کہ حضرت علیؑ علیہ السلام ہیں چونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ حضرت علیؑ خداوند عالم کے عزیز ترین بندے کے عنوان سے رسولؐ کے ساتھ کھانا کھائیں میں نے پوچھا کہ کیا کام ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ چاہتا ہوں رسولؐ کی خدمت میں شرفیاب ہوں تو میں نے کہا کہ رسولؐ ابھی مشغول ہیں دوسرے وقت تشریف لائیے حضرت علیؑ چلے گئے دوسری مرتبہ رسولؐ نے دعا کی کہ خداوند عالم اپنے عزیز ترین بندے کو بھیج دے تا کہ میرے ساتھ کھانا کھائے۔

ابھی تھوڑی دیر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ دوبارہ دروازے کی آواز سنائی دی

دروازے کو کھولا اس مرتبہ بھی حضرت علیؑ تھے اس وقت بھی میں نے حیلہ و بہانہ کیا اور آنے سے روک دیا۔

رسولؐ نے تیسری مرتبہ دعا کی کہ اس وقت دروازہ تیز آواز سے کھٹکھٹایا گیا اس طرح کہ خود رسولؐ نے دروازے کی آواز سن لی اسی بنا پر مجھے ہمت نہ ہوئی کہ حسب سابق حضرت علیؑ کو گھر میں داخل ہونے سے روکوں، رسولؐ نے پوچھا کہ اے علیؑ! کیوں دیر میں آئے؟

حضرت نے کہا کہ یہ تیسری مرتبہ ہے کہ آپ کے گھر آرہا ہوں، رسولؐ نے انس سے فرمایا کہ کیوں تم حضرت علیؑ کے آنے سے مانع ہوئے؟

انس نے عرض کی کہ میں چاہتا تھا کہ یہ فضیلت خود میرے متعلقین کے لئے ہو، اور انھیں میں سے کوئی ایک آپ کے ساتھ کھانا کھائے۔

(امامت ص ۸۷)

پیسے کی تقسیم

حضرت علی علیہ السلام کے پاس دو آدمی قضاوت کرنے کے لئے گئے اور عرض کی کہ ہم میں سے ایک کے پاس تین روٹی تھی اور دوسرے کے پاس پانچ روٹی تھی ایک شخص ہمارے ساتھ مہمان ہوا اور اس نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا اور جب وہ جانے لگا تو جو کچھ کھایا تھا اس کے عوض ہم کو آٹھ درہم دیئے اور چلا گیا ہم میں پیسہ تقسیم کرنے میں اختلاف ہوگیا ہے اور معاملہ جھگڑے تک پہونچ گیا میرا یہ دوست جو پانچ روٹی رکھتا تھا وہ کہہ رہا ہے کہ:

پانچ درہم میرے ہیں اور تین درہم تمہارے، لیکن میں کہہ رہا ہوں کہ کہ آٹھ درہم کا نصف کرلیں اور چار چار درہم لے لیں اس لئے کہ مہمان نے دونوں کی روٹیاں کھائی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اگر حق چاہتے ہو تو جس کی پانچ روٹیاں تھی وہ سات درہم لے اور تمہاری تین روٹی تھی ایک درہم تمہارا حصہ ہوگا، تو اس نے اعتراض کے ساتھ پوچھا کیوں؟

حضرت نے جواب فرمایا:

اس لئے کہ تم دونوں کے پاس کل آٹھ روٹیاں تھیں اور تین لوگوں نے برابر سے روٹیاں کھائیں ہیں اگر ہر روٹی کو تین تین حصہ تقسیم کریں تو کل چوبیس حصے ہونگے اور تم میں ہر ایک نے چوبیس ٹکڑوں میں سے آٹھ ٹکڑے کھائے ہیں لیکن جو پانچ روٹی رکھتا تھا اگر ہر روٹی کو تین تین حصہ کریں تو اسکے پندرہ حصے ہونگے اس کے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ ٹکڑے اس نے خود کھائے اور سات ٹکڑے مہمان کو کھلائے ہیں لیکن تم جو تین روٹی رکھتے تھے ہر روٹی کا تین حصہ کر کے کل نو حصے ہوتے ہیں اس نو حصے میں سے ایک حصہ مہمان کو کھلایا ہے اور آٹھ حصے تم نے خود کھایا ہے مہمان نے ان آٹھ حصوں کے عوض جو کھائے ہیں آٹھ درہم دیئے ہیں یعنی ہر حصہ کیلئے ایک درہم دیا ہے۔

پس اس بناپر تمہارے دوست نے روٹی کے سات حصے مہمان کو دیئے ہیں سات درہم اسے لینا چاہیے اور تم نے ایک حصہ مہمان کو کھلایا ہے لہذا ایک درہم تیرا حصہ ہوگا۔

(آدابی از قرآن ص ۲۸۴)

انگلی کی ضربت

مرہ قیس: عرب کے اعیان واشراف اور بہت بڑے قبیلہ کا مالک تھا یہ ایک لاکھ آدمی کا مسلح لشکر رکھتا تھا سب سے زیادہ اہم خصوصیت اس کی یہ تھی کہ حضرت علی علیہ السلام سے دشمنی رکھتا تھا، جب اس کو معلوم ہوا کہ لوگ چاروں طرف سے حضرت کی قبر کی زیارت کرنے جاتے ہیں اور ان کے روضہ کا احترام کرتے ہیں تو غصہ ہوا اور کہا کہ جاتا ہوں اور ان کی بارگاہ اور گنبد کو ڈھا کر حضرت کی قبر کا نشان مٹا دیتا ہوں وہ اپنے لشکر والوں کے ساتھ نجف اشرف کی طرف چلا کوئی بھی مقابلہ کی ہمت نہیں رکھتا تھا اسی بناپر وہ بغیر کسی مقاومت کے شہر کے اندر داخل ہوا اور جوتے پہنے ہوئے حرم کے اندر داخل ہوا جب وہ ضریح مطہر سے نزدیک ہوا، اچانک حضرت کی انگشت مبارک ضریح مطہر کے شگاف سے نمودار ہوئی اور ایک اشارہ سے اسکو دو حصے کر دیا عرب وعجم کے شعراء کرام نے اس واقعہ کے بعد اشعار کہے ہیں

شاہی کہ بہ ضربت دو انگشت　　　چون مرّہ قیس کافری کشت

یعنی اس شاہ (حضرت علی علیہ السلام) نے اپنی دو انگلیوں سے مرہ قیس کہ جو کافر تھا قتل کر دیا مرہ کا جسم پتھر کے ٹکڑے کی طرح ہوگیا تھا اسکو حرم مطہر سے باہر لائے اور نجف اشرف کے باہر پھینک دیا کچھ مدت تک اس کا جسم وہاں تھا جو بھی حیوان لاش کے پاس پہنچتا تھا اسکے اوپر پیشاب فضلہ وپاخانہ کرتا تھا آخر میں اسکے متعلقین یا حضرت کے دشمنوں نے اسکی لاش اٹھائی اور دفن کر دی۔　　(امامت ص ۷۷)

عقلمند قاضی

تین بھائیوں نے اپنے اونٹوں کے تقسیم کرنے پر اختلاف کیا اور جب توافق نہ کر سکے اور ان کا معاملہ نزاع اور جھگڑے تک پہنچ گیا آخر میں ان تینوں بھائیوں نے ارادہ کیا کہ شیعوں کے امام امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے پاس چلیں اور ان سے اس مسئلہ میں مدد طلب کریں تینوں بھائی حضرت کے پاس گئے اور عرض کی کہ ہم تین بھائی ہیں اور سترہ اونٹ ہمیں اپنے باپ کی میراث سے ملے ہیں اور قرار اس بات پر ہے کہ بڑا بھائی ان اونٹوں کے نصف اور دوسرا بھائی ان کے ایک تہائی اور چھوٹا بھائی ان کے نویں حصہ کا مالک ہو، لیکن چونکہ اونٹوں کو ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر سکتے اسی کی تقسیم میں ہم لوگ عاجز اور پریشان ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اجازت دو تو میں اپنا ایک اونٹ تم لوگوں کے اونٹ میں اضافہ کروں اور پھر تقسیم کروں جب حضرت نے سترہ اونٹوں میں ایک اونٹ زیادہ کیا تو وہ بھائی لوگ اٹھارہ اونٹوں کے مالک ہو گئے پھر اسوقت حضرت نے فرمایا کہ بڑا بھائی کہ نصف اونٹ اسکے ہیں اونٹوں میں سے نو اونٹ اسکے ہو گئے دوسرا بھائی کہ جسکا ایک تہائی سہم ہے اٹھارہ کا ایک تہائی چھ ہوگا تو اس بنا پر چھ اونٹ دوسرے بھائی کا ہے۔ اور جو سب سے چھوٹا بھائی ہے نواں حصہ رکھتا ہے اٹھارہ اونٹوں میں نویں حصہ کے دو اونٹ ہونگے تو اس بنا پر چھوٹا بھائی دو اونٹ لے، نو اونٹ بڑے بھائی کے چھ اونٹ دوسرے بھائی کے اور دو اونٹ سب سے چھوٹے بھائی کے سب سترہ اونٹ ہوتے ہیں اب تم لوگ میرا اونٹ مجھے واپس کر سکتے ہو۔ آداب از قرآن ص ۲۸۴

زندان میں ایک کُتّا

ہارون رشید نے ایک دن ستر علمائے اہلسنت کو طلب کیا جب وہ لوگ اسکی مجلس ونشست میں آئے تو ہارون نے شافعی سے پوچھا کہ تمہیں حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں کتنی حدیثیں حفظ ہیں؟ شافعی نے کہا کہ بہت زیادہ حدیثیں فضائل علیؑ کے بارے میں یاد ہیں ہارون نے پوچھا کہ کتنی حدیثیں ہیں شافعی نے کہا کہ کہتے ہوئے ڈرتا ہوں ہارون نے پوچھا کہ تم کس سے ڈرتے ہو، شافعی نے جواب دیا کہ تجھ سے ڈرتا ہوں ہارون نے کہا کہ مت ڈرو اور بیان کرو: شافعی نے کہا کہ چار سو سے پانچ سو تک حدیثیں حفظ رکھتا ہوں ہارون نے دوسرے سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہزار حدیث سے زیادہ حضرت علیؑ کے فضائل میں حفظ کر رکھی ہے ہارون نے اسی سوال کو ابو یوسف سے پوچھا تو جواب دیا کہ پندرہ ہزار حدیثیں مستند اور پندرہ ہزار حدیثیں مرسل حضرت علیؑ کے بارے میں حفظ کی ہیں۔

ہارون نے واقدی سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے بھی ابو یوسف کے برابر حضرت علی کے اوصاف احادیث میں دیکھے ہیں ہارون نے کہا کہ جو کچھ تم لوگوں نے کہا وہ تمہاری سنائی ہوئی باتیں ہیں لیکن میں نے حضرت علی کی ایک فضیلت

اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے سبھی علمائے اہلسنت اس فضیلت کو سننے کے مشتاق ہوئے ہارون نے کہا کہ ایک دن دمشق کے حاکم نے میرے پاس خط لکھا کہ ایک خطیب یہاں رہتا ہے جو حضرت علیؑ کا دشمن ہے وہ اپنی خطابت اور تقریروں میں برابر امام علیؑ کو گالی اور فحش دیتا ہے جتنا بھی میں نے اسکو ڈرایا کوئی فائدہ نہیں ہوا کیا کیا جائے تو میں نے اسکے جواب میں لکھا کہ اسکو میرے پاس بغداد بھیج دو جب خطیب یہاں آیا اسکو نصیحت کی اور کہا کہ کیوں حضرت علی کے دشمن ہو تو جواب دیا اسلئے کہ انھوں نے میرے آباء واجداد کو قتل کیا ہے تو میں نے کہا کہ انھوں نے خدا اور رسول کے حکم و فرمان سے ان سب کو قتل کیا ہے تو اس نے کہا کہ بہر حال میں حضرت علی کا دشمن ہوں ہارون کہتا ہے کہ میں نے بھی حکم دیا کہ اسکو مارو اور زندان میں ڈال دو میں نے اسی رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول آسمان سے تشریف لائے ہیں اس حال میں کہ ان کے پیچھے حضرت علی اور فاطمہ زہرا اور امام حسن اور امام حسین اور جبرئیل علیہم السلام بھی ہیں سبھی میرے قصر و محل کی طرف آئے پانی کے جام جبرئیل کے ہاتھ میں تھے رسول نے شیعوں کو ایک ایک کرکے آواز دی اور ان لوگوں کو بہشتی شفاف پانی سے سیراب کیا پانچ ہزار لوگ جو اس اطراف میں رہتے ہیں ان میں سے صرف چالیس آدمیوں کو جن کو میں پہچانتا ہوں کہ حضرت علی کے چاہنے والے ہیں سیراب ہوئے تو اسی درمیان حضرت علی نے رسول سے کہا کہ اے پیغمبر آپ اس خطیب سے پوچھیں کہ میں نے اسکے ساتھ کیا کیا ہے خطیب کو لایا گیا رسول نے اس سے کہا کہ کیا تم حیاء و شرم نہیں رکھتے؟

خداوند عالم اسے مسخ کرا چانک خطیب کتے کی شکل میں آگیا میں ڈر سے

جاگ اٹھا اور خادم کو بلایا اور کہا کہ خطیب کو لے آؤ میں نے قصد کیا تھا خطیب کو موعظہ کروں اور جو خواب دیکھا ہے اس سے بیان کروں خادم گیا اور لوٹ آیا اور کہا کہ خطیب تو نہیں ہے لیکن ایک کتا زندان میں ہے، تو ہارون نے کہا کہ کتے کو لے آؤ جب خادم کتے کو لایا تو میں نے دیکھا کہ خداوند عالم نے لوگوں کی عبرت کیلئے اسکے کانوں کو انسانوں کی شکل کا باقی رکھا ہے اور اسکے جسم کو کتے کی طرح بنا دیا ہے میں نے آج آپ لوگوں کو بلایا تا کہ اپنی آنکھوں سے حضرت علی علیہ السلام کی برتری وفضیلت دیکھو ہارون کے حکم سے خطیب کو جو کتے کی شکل میں ہو گیا تھا لائے اس حالت میں کہ اس کی گردن میں رسی ڈال کر اسے کھینچ رہے تھے خطیب بدبخت نے اپنے سر کو جھکا لیا تھا شافعی نے کہا کہ یہ خطیب خدا کے قہر و غضب میں مبتلا ہوا ہے اور مسخ ہوا ہے لہذا تین روز سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا جلدی سے اسکو یہاں سے دور کرو کہ اسکی بلا ہمیں بھی مبتلا کر دے خطیب کو زندان واپس لے گئے ابھی دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک مہیب آواز سنائی دی اور ایک صاعقہ کے اثر سے زندان کی عمارت منہدم ہو کر اسکے اوپر گر پڑی اور اس بجلی نے اسکے جسم کو جلا دیا۔

(امامت ص ۲۷)

حیرت انگیز افطار

عرب کا ایک بزرگ اور سردار حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے یہاں مہمان ہوا جس وقت امام نے دسترخوان بچھایا تا کہ شام کا کھانا کھائیں اچانک وہ شخص غصہ و ناراض ہوا اور کہا کہ میں کچھ نہیں کھاؤں گا امام نے فرمایا کہ کیوں کچھ نہیں کھاؤ گے تو اس شخص نے عرض کیا کہ ایک گھنٹہ پہلے ایک فقیر کو دیکھا ابھی جیسے ہی اس کھانے پر نظر پڑی وہ فقیر یاد آ گیا اور میرا دل تڑپنے لگا میں کوئی چیز نہیں کھا سکتا مگر یہ کہ آپ حکم دیں کہ تھوڑا سا کھانا اسمیں سے لیجا کر اس فقیر کو دے دیں امام نے فرمایا کہ وہ فقیر کون ہے؟ اس شخص نے عرض کی تھوڑی دیر پہلے جب مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے گیا تھا تو ایک فقیر شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اسکے بعد جب وہ نماز سے فارغ ہو چکا تو اپنے رومال کو کھولا تا کہ افطار کرے اس کا افطار جو کی روٹی اور پانی تھا جب اس فقیر نے مجھے دیکھا تو مجھے بلایا کہ تم بھی آؤ اور میرے ساتھ کھانا کھاؤ لیکن چونکہ میری عادت اس فقیرانہ غذا کھانے کی نہیں تھی اسکی دعوت کو قبول نہیں کیا اب اگر ہو سکے تو آپ اپنے کھانے سے اس فقیر کیلئے غذا بھیج دیں امام نے جب یہ باتیں سنی تو رونے لگے اور فرمایا کہ ارے وہ تو ہمارے باپ امیر المومنین اور مسلمانوں کے خلیفہ علی علیہ السلام ہیں وہ باوجود اسکے کہ پوری دنیا پر حکومت کرتے ہیں فقیر ترین لوگوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیشہ سادی غذا تناول فرماتے ہیں۔ (آداب از قرآن ص ۲۸۲)

صدقہ و نجویٰ

سبب رسولؐ: مدینہ میں رہتے تھے مسلمان حضرت کے پاس آتے تھے اور رسول کے پاس آ کر نجویٰ و سرگوشی کرتے تھے اور آہستہ آہستہ خصوصی باتوں کے متعلق رسول سے مشورہ کرتے تھے دولتمند لوگ آتے تھے اور اس قدر رسول سے سرگوشی کرتے تھے کہ نوبت فقیروں کی نہیں پہنچتی تھی اور اسکے ضمن میں خود رسول کیلئے مزاحمت کا باعث ہوتے تھے اور اپنے لئے شان و مرتبہ حاصل کرنا چاہتے تھے رسول بھی بردباری و رحمت و محبت کے دریا تھے ان لوگوں کی زحمت کو تحمل و برداشت کرتے تھے اور ان کی باتوں کو سنتے تھے۔ خداوند عالم نے مسلمانوں کے امتحان اور دوسرے اغراض کے تحت آیت بھیجی:

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقَةً ذٰلِکَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَاَطْهَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ"

(سورہ مجادلہ آیت ۱۲)

اے ایمان دارو! جب پیغمبر سے کوئی بات کان میں کہنی چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کوئی خیرات دے دیا کرو یہی تمہارے (اے لوگو کہ تم ایمان لائے جب تم چاہو

کہ رسولؐ سے نجویٰ کرو تو پہلے صدقہ دو اور پھر سرگوشی کرو یہ کام تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ تر ہے پس اگر تم کو اس کا مقدور نہ ہو تو بیشک خدا معاف کرنے والا اور مہربان ہے) واسطے بہتر اور پاکیزہ بات ہے پس اگر تم کو اس کا مقدور نہ ہو تو بے شک خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد پھر دوبارہ رسولؐ کے پاس کوئی سرگوشی کرنے نہیں گیا معلوم ہوا کہ مال دنیا کی دوستی سبھی کے دلوں میں تھی اور مال دنیا رسول کی مصاحبت سے زیادہ عزیز ہے فقط حضرت علی عیہ السلام تھے کہ وہ صدقہ دیتے اور سرگوشی کرتے تھے اور حضرت علی کی پوری دولت وثروت ایک دینار طلا تھی اسکا خوردہ کرایا جسکے دس درہم ہوئے پس جب چاہتے تھے رسول کے پاس جائیں تو فقیر کو ایک درہم دیدیا کرتے تھے۔

اور حضرت علی علیہ السلام نے خود بھی اپنے بارے میں فرمایا کہ میں رسول کی خدمت میں دس مرتبہ گیا اور ہر مرتبہ رسول سے حکمت سیکھی اس آیت کے نازل ہونے سے رسول کے اطراف خلوت ہوگئی اور پھر دنیا پرست دولتمند افراد رسول سے ملنے نہ آئے اور رسول نے بھی اسی مدت میں آرام کیا دس دن کے بعد یہ حکم منسوخ ہوگیا چونکہ اصحاب کا امتحان ہو چکا اور حضرت علی کی فضیلت دوسروں پر آشکار ہوگئی عمر کے بیٹے عبداللہ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ:

تین چیزیں حضرت علی میں موجود ہیں میری آرزو تھی کہ ان میں سے ایک میرے پاس ہوتی: ایک یہ کہ حضرت رسول کی فرمائش انکے متعلق جنگ خیبر میں تھی کہ

رسولؐ نے فرمایا کہ کل میں علم ایسے شخص کو دوں گا کہ جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ بھی اس کو دوست رکھتے ہیں اور پھر علم حضرت علیؑ کے ہاتھ میں دیا حالانکہ ہم آرزو رکھتے تھے کہ علم ہمارے ہاتھ میں دیں تاکہ یہ فضیلت ہمارے اندر ہوتی اور دوسری آیت نجوی ہے کہ حضرت علی کے علاوہ کوئی شخص کامیاب وکامران نہیں ہوا کہ اس پر عمل کرے اور تیسری یہ کہ حضرت فاطمہؑ زہرا ان کے (علیؑ) گھر میں تھیں حضرت علی بھی فرماتے ہیں کہ قرآن میں ایک ایسی آیت ہے کہ مجھ سے پہلے اور میرے بعد کسی نے بھی اس آیت پر عمل نہیں کیا ہے اور تنہا میں نے اس پر عمل کیا ہے اور وہ آیت نجوی ہے۔

(رازگوئی وقرآن ص ۱۷۵)

باطن کا اندھاپن

شیخ مفیدؒ کے زمانے میں ایک کتاب فروش بغداد میں زندگی بسر کرتا تھا کہ اسکا نام جعفر تھا ایک دن ایسا آیا کہ جعفر نے اپنی کتابوں کی قیمت ایک دام اور سستی کردی تھی شیخ مفید کتاب خریدنے کیلئے اس کے پاس گئے اور چند کتابیں خریدیں، جب شیخ مفید نے واپس ہونا چاہا جعفر نے ان سے کہا کہ اے شیخ تشریف رکھئے تا کہ ایک ایسی بات آپ سے عرض کروں جو آپکے مذہب کیلئے کہ آپ شیعہ ہیں اچھی ہے، میں نے معجزہ دیکھا ہے چاہتا ہوں کہ بیان کروں۔

شیخ مفیدؒ بیٹھے اور جعفر نے اپنی بات کو شروع کیا کہ میرا ایک دوست تھا اسکے ساتھ ہم احادیث یاد کرنے کیلئے ایک شیخ بنام ابوعبداللہ محدث کے پاس جاتے تھے بعد میں ہم لوگ سمجھے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے سخت دشمنوں میں سے ہے. کبھی وہ حضرت کے حق میں جسارت کرتا تھا اور ہم اسکو ملامت کرتے تھے اور نصیحت کرتے تھے لیکن وہ بہت سخت مزاج وشدت پسند تھا اور کہتا تھا کہ میں ایسا ہی ہوں اور اپنے عقیدے سے ہٹ نہیں سکتا۔

ایک دن اس نے حضرت فاطمہؑ زہرا کی شان میں جسارت کی پھر ہم لوگوں نے عہد کیا کہ اب ابوعبداللہ محدث کے پاس نہ جائیں گے اُسی رات آفتاب ہدایت

حضرت علی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ حضرت ابوعبداللہ کے پاس تھے اور اس سے باتیں کرر ہے تھے امامؑ نے اسکی داہنی آنکھ کی طرف اشارہ کیا اور خدا کی مرضی سے اسکی آنکھ اندھی ہوگئی جب صبح ہوئی تو میں نے خود سے کہا بہتر ہے اپنے دوست کے پاس جاؤں اور اپنے خواب کو اس سے بیان کروں اور اسکے ہمراہ اس شیخ ابوعبداللہ محدث کے پاس جاؤں اور اسے نصیحت کروں گھر سے میں جیسے ہی باہر آیا اپنے دوست کو دیکھا کہ وہ میری طرف چلا آرہا ہے میں نے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو تو دوست نے کہا کہ ایک خواب دیکھا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم سے بیان کروں۔

جعفر نے پوچھا کہ کیا دیکھا ہے میرے دوست نے مجھ سے وہی خواب بیان کیا جو میں نے دیکھا تھا اس بنا پر اسکے ساتھ شیخ ابوعبداللہ محدث کے مکان پر گئے تا کہ اس کو خدا کے عذاب سے ڈرائیں جب ہم دروازے پر پہنچے دق الباب کیا ایک عورت دروازے کے پیچھے آئی اور کہا کہ آج کلاس کی تعطیل ہے میں نے کہا کہ ہم شیخ سے خصوصی کام رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان سے ملاقات کریں تو عورت نے جواب دیا کہ آج شیخ بیمار ہیں اور کسی سے ملنا نہیں چاہتے، جب ہم نے شیخ کی بیماری کے متعلق پوچھا تو عورت نے جواب دیا:

آج صبح جب سے ابوعبداللہ خواب سے بیدار ہوئے ابھی تک اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں اور فریاد کرر ہے ہیں کہ امیرالمومنین نے مجھے اندھا کردیا ہے میں نے کہا کہ ہم لوگ اسی موضوع کے واسطے یہاں آئے ہیں دروازہ کھول دیجئے ہمارے اس اصرار پر عورت نے دروازہ کھولا اور ہم لوگ داخل ہوئے شیخ نے ہم لوگوں کو دیکھ کر

کہا کہ دیکھا آخرکار حضرت علیؑ نے مجھے اندھا کردیا ہم لوگوں نے کہا کہ کل رات ہم لوگوں نے اس واقعہ کو خواب میں دیکھا اچھا تم آؤ اور داماد رسول و جانشین برحق خدا کی دشمنی سے باز آجاؤ شاید حضرت کی شفاعت تمھارے شامل حال ہو اور خدا تمھیں شفا عنایت کرے ابوعبداللہ نے جواب دیا کہ اگر میری دوسری آنکھ بھی حضرت اندھی کردیں جب بھی ان کی مخالفت سے باز نہیں آؤں گا۔

ہم لوگ ناراض اور افسردہ ہو کر گھر سے نکلے اور اسی رات دوبارہ خواب میں دیکھا کہ حضرت نے ابوعبداللہ کی بائیں آنکھ کی طرف اشارہ کیا اور وہ بھی آنکھ اندھی ہوگئی دوسرے روز پھر شیخ ابوعبداللہ کو دیکھنے گئے اسکی دونوں آنکھیں اندھی ہوچکی تھیں لیکن اپنی جہالت سے باز نہ آیا یہاں تک کہ کفر و الحاد و نفاق کی حالت میں مرگیا یہ اہلبیت عصمت و طہارت علیہم السلام کے ساتھ مخالفت کا دنیوی عذاب ہے وائے ہو روز قیامت کے عذاب اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے سے۔

(آدابی از قرآن ص ۲۴۵)

روحانی رابطہ

رمیلہ: یہ حضرت علی علیہ السلام کا چاہنے والا اور شیعہ تھا اس سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں کوفہ میں چندروز مریض تھا اور تپ ولرزہ تھا اس طرح سے کہ ممکن نہیں تھا کہ مسجد جاکر نماز حضرت علی علیہ السلام کی اقتدا میں پڑھوں جمعہ کے روز اپنے اندر کچھ ہلکے پن کا احساس کیا دیکھا کہ بخار ہلکا ہوگیا ہے اور اپنے دل میں سوچا کہ بہتر ہے کہ غسل کروں اور نماز جمعہ کیلئے مسجد میں جاؤں اور حضرت کے پیچھے نماز پڑھوں، غسل کیا اور مسجد میں گیا اور بیٹھا حضرت منبر پر گئے اور خطبہ جمعہ پڑھا اسی موقع پر تپ ولرزہ دوبارہ شروع ہوا لیکن خود کو قابو میں رکھا حضرت کا خطبہ ختم ہوا نماز شروع ہوئی نماز کے بعد حضرت نے مجھے اپنے گھر بلایا جب حضرت کے پاس گیا تو فرمایا کہ اے رمیلہ آج کیا ہوگیا تھا کہ تم بہت پریشان معلوم ہورہے تھے عرض کیا کہ مجھے چندروز بخار تھا آج صبح کو میرا بخار کم ہوا، ارادہ کیا مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جاؤں، لیکن مجھے مسجد میں دوبارہ بخار اور لرزہ آنے لگا حضرت نے فرمایا کہ تمھارے تپ ولرزہ نے مجھ پر بھی اثر کیا ہے اسلئے کہ ہم تم سے ارتباط معنوی رکھتے ہیں رمیلہ نے عرض کی کہ کیا جو لوگ مسجد میں شیعہ ہیں وہی آپ سے معنوی ارتباط رکھتے ہیں یا سبھی لوگ حضرت نے فرمایا کہ دنیا کے مشرق و مغرب میں ہمارے شیعوں میں سے کوئی ایک بھی جب کسی درد میں مبتلا ہوتا ہے وہی درد ہم پر بھی اثر کرتا ہے۔

بس اے لوگو! دوسروں پر عیب مت لگاؤ شاید کسی کے اوپر عیب لگاؤ اور اسکے دل کو درد و تکلیف میں مبتلا کردو اور وہ ایسے لوگوں میں ہو جو امام زمانہؑ سے ارتباط رکھتا ہو ایسا نہ ہو کہ اس کام (عیب گوئی) سے حضرت امام زمانہ کو ناراض کرو۔ (آدابی از قرآن ص ۲۱۶)

فدک

فدک: اس زمین کا نام ہے کہ جو کھجور سے بہت زیادہ آمدنی کا حامل تھا اور یہ آمدنی سال میں ستر ہزار دینار ہوتی تھی کہ ہر دینار ایک مثقال طلا ہوتا ہے جب خیبر کا قلعہ حضرت علی علیہ السلام سے فتح ہوا تو اسکے غنائم کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا گیا فدک خیبر کے پاس ہی تھا اور وہاں کے لوگ یہودی تھے جب خیبر کے در کو توڑا تو وہ لوگ مرعوب ہوئے اور سمجھ گئے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں مقاومت نہیں کر سکتے تو بغیر اس بات کے کہ کوئی جنگ واقع ہو وہ خود رسولؐ کے پاس گئے اور صلح کر لی اور ان شرائط کو قبول کر لیا کہ جو بھی اہالی فدک میں سے مسلمان ہو جائے اگر وہ اپنے مال کا ایک تہائی حصہ دے تو امان میں ہے اور اگر مسلمان نہ ہو تو وہ سب مال رسول سے متعلق ہوگا قرآن کا ارشاد ہے کہ:

اگر جنگ میں کوئی غنیمت حاصل ہو، چاہئے کہ سبھی لوگوں میں تقسیم ہو لیکن اگر کوئی غنیمت بغیر جنگ کے مسلمانوں کے حصے میں آئے تو وہ رسولؐ سے متعلق ہوگی اور پھر رسولؐ کے بعد ائمہ معصومینؑ سے متعلق ہوگی۔ چونکہ فدک میں کوئی جنگ نہ ہوئی ان لوگوں نے خود مصالحت کر لی اس بنا پر فدک رسول کا حق ہوا اور ان کو ملا اطراف فدک میں پانچ حصہ زمین عوالی کے نام سے تھی یہ زمین بھی بہت زیادہ آمدنی کی حامل تھی اس

زمین کا مالک فخریق نام کا تھا جب جنگ احد شروع ہوئی تو وہ مدینہ گیا اور مسلمان ہو گیا اور اپنے تمام اموال رسولؐ کو بخش دیئے اور پھر میدان جنگ میں گیا اور شہید ہو گیا رسولؐ نے اسکے بارے میں فرمایا کہ فخریق اہل بہشت سے ہے اگر چہ دو رکعت نماز پڑھنے کا بھی موفق نہیں ہوا فدک وعوالی کی مجموعی آمدنی سال میں ستر ہزار مثقال سونا تھی تو اس موقع پر خدا کی طرف سے آیت نازل ہوئی کہ اے پیغمبر اپنے قرابتداروں کو ان کا حق دیدو، رسول اکرمؐ نے جبرئیل سے پوچھا:

میرے قرابت دار کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے جبرئیل نے جواب دیا کہ خدا کا مقصود حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں اور حق یہ ہے کہ فدک فاطمہ کو دیدو رسول نے بھی فدک وعوالی اپنی بیٹی حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دیا یہ زمین تین سال رسول خدا کی بیٹی کے اختیار میں تھیں اور آپ نے چند لوگوں کو مامور کر دیا تھا کہ ان کی آمدنی اور در آمد کی جمع آوری کریں باوجودیکہ حضرت علی علیہ السلام اور فاطمہ زہراؑ ایسی بھاری آمدنی کے مالک تھے لیکن وہ سب کمزوروں اور محتاجوں کے درمیان تقسیم کر دیا کرتے تھے اور اپنے لئے کچھ نہ رکھتے تھے اسی وجہ سے گھر کی زمین کا فرش گوسفند کا پوست تھا اور حضرت فاطمہ کی چادر میں بہت سے پیوند لگے رہتے تھے۔

فدک تین سال تک حضرت فاطمہ زہرا کے ہاتھ میں تھا اور پیغمبر کی میراث نہیں تھا بلکہ ہبہ تھا اسی بنا پر فاطمہ زہرا نے اپنے وصیت نامہ میں اپنے فرزندوں کیلئے وقف کیا اور اسکی حفاظت ونگہداری حضرت علی اور ان کے بعد امام حسن اور پھر امام حسین کے سپرد کی رسول کی وفات کے بعد عمر نے ابوبکر سے کہا کہ یہ فدک کی ملکیت بہت زیادہ در آمد

کی حامل ہے اور چونکہ اسکی درآمد لوگوں میں تقسیم کردیتے ہیں تو لوگ ان کے طرف دار اور دوست ہوجاتے ہیں اور ہماری خلافت وحکومت مستقر و برقرار نہیں رہ سکے گی جس طرح بھی ہو فدک کو حضرت فاطمہ زہرؑا سے چھین لیا جائے۔

ابوبکر نے بھی عمر کی باتوں کی تصدیق کی اس بناپر ان لوگوں نے چند افراد کو بھیجا اور حضرت زہرؑا کے کارگزاروں کو فدک سے نکال دیا اور اسکو غصب کرلیا یہ فدک کی ملکیت ابوبکر وعمر کے ہاتھ میں تھی یہاں تک کی عثمان تک پہنچی اور پھر عثمان نے یہ فدک مروان بن حکم کو دیا جو کہ عثمان کا چچازاد بھائی تھا۔

اور اسی طرح بنی امیہ کے ہاتھ میں رہا یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ میں فدک پہنچا عمر بن عبدالعزیز ایک نیک اور اصلاح پسند خلیفہ تھا اس نے اپنی خلافت کی مختصر سی مدت میں چند مفید کام انجام دیئے ان مفید کاموں میں سے ایک یہ تھا کہ لوگوں کو حکم دیا کہ حضرت علی علیہ السلام کو گالی نہ دیں اور دوسرا نیک کام یہ تھا کہ فدک اولاد حضرت فاطمہ زہرؑا کو واپس کیا جائے اور اسے امام محمد باقر علیہ اسلام کے سپرد کردیا۔

اس کے بعد جب یزید بن عبدالملک خلافت پر پہنچا اس نے دوبارہ فدک کو غصب کرلیا یہاں تک کہ سفاح نے اسے بنی فاطمہؑ کو پھر واپس کیا لیکن دوسرے عباسی خلیفہ منصور دوانیقی نے دوبارہ فدک کو غصب کرلیا یہاں تک کہ مہدی عباسی نے فدک اہلبیت کو واپس کیا اور پھر اسکے بعد عباسی ظالم خلیفہ ہارون رشید نے اسکو غصب کرلیا یہاں تک کہ مامون کی حکومت کا زمانہ آیا مامون نے ایک مجلس ترتیب دی اور علماء شیعہ

وسنی سے درخواست کی کہ شرکت کریں اور فدک کی ملکیت کے بارے میں ایک دوسرے سے بحث کریں اس مجلس میں شیعوں کی باتوں کو قبول کیا گیا نتیجہ میں مامون نے فدک حضرت امام رضاؑ کو دیدیا پھر یہ زمین فدک حضرت امام محمد تقی علیہ السلام تک پہنچی لیکن متوکل خونخوار عباسی خلیفہ نے اسکو غصب کرلیا۔اور ابھی تک غصب کی صورت میں باقی ہے عجیب دنیا ہے۔

خشت اول چون نهد معمار کج

تا ثریا می رود دیوار کج

جب معمار پہلی اینٹ ٹیڑھی وکج عمارت میں لگاتا ہے تو پھر پوری دیوار ثریا تک ٹیڑھی ہی جاتی ہے۔

(صدیقہ کبری.فاطمہ زہرا ۱۱۳۱)

اللہ کی بارگاہ کا محبوب

اُمِّ اَیمن: حضرت رسولؐ کی مادر گرامی حضرت آمنہؑ کی کنیز تھیں، حضرت آمنہؑ کی رحلت کے بعد اُمِّ ایمن رسولؐ کی میراث میں آئیں رسولؐ نے اُمِّ ایمن کو آزاد کردیا اور اُمِّ ایمن نے بھی شادی کی اور ان کے ایک بیٹا اَیمن نام کا پیدا ہوا اُمِّ ایمن جبکہ آزاد تھیں، کبھی رسول اور حضرت فاطمہ کے خانہ مُبارک کو ترک نہیں کیا ایک کنیز کی طرح رسول کی خدمت میں پہونچتی تھیں اوران کی خدمت کرتی تھیں، ام ایمن کے بہت سے فضائل ہیں اوران کی شان میں یہی کافی ہے کہ آپکے شوہر کے انتقال کے بعد رسول اسلام نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ جنت کی عورتوں میں سے کسی عورت سے شادی کرے ام ایمن کے ساتھ شادی کرے اور اسی وجہ سے زید بن حارثہ رسول کے لئے پالک بیٹے نے ام ایمن کے ساتھ شادی کی اوران سے ایک بیٹا ہوا جسکا نام اسامہ تھا اُمِّ ایمن حضرت فاطمہؑ سے بہت زیادہ محبت رکھتی تھیں اوراتنی ولایت ومحبت رکھتی تھیں کہ حضرت فاطمہ زہرا کی شہادت کے بعد پھر مدینہ میں نہ رہ سکیں اوروہ کہتی تھیں کہ:

اب فاطمہ زہرا کی خالی جگہ کو میں نہیں دیکھ سکتی، ام ایمن جنگل کا راستہ طے کرتے ہوئے مکہ کی طرف چلیں راستے میں بھوک اور پیاس ان پر غالب ہوئی اس طرح کہ موت کے قریب پہنچ گئیں زمین پر گر پڑیں اور پھر وہ حرکت نہ کرسکیں تو اس

موقع پر اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کی کہ اے خدا کیا میں رسولؐ کی بیٹی کی خدمت گزار نہیں ہوں کیا پیاس سے مرجاؤں، خدانے بھی محبت وولایت اہل بیتؑ کی جزا اُسے دی، اور دعا کو قبول کیا اچانک آسمان سے ایک جام پانی کا آپ کے سامنے نمایاں ہوا اسکو لیکر پیا پانی بہت زیادہ شیریں اور ٹھنڈا اور معطر تھا بھوک و پیاس دونوں ختم ہوگئی علمائے اہلسنت کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ام ایمن سات سال تک تشنہ نہ ہوئیں اور پانی پینے کی ضرورت نہ ہوئی اور وہ ہمیشہ کہتی تھیں کہ یہ نعمت حضرت زہراؑ کی برکت سے مجھے نصیب ہوئی ہے۔

(صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہرا ص۶۰)

ASSOCIATION KHOJ
SHIA ITHNA ASHERI
JAMATE
MAYOTTE

بابرکت ہار

ایک بوڑھا: رسولؐ اسلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں بھوکا ہوں برہنہ ہوں ضعیف ہوں میری فریاد کو پہنچئے اور مدد کیجئے رسولؐ نے فرمایا کہ افسوس کہ اسوقت میرے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے کہ جو تم کو دوں لیکن تم کو ایسی جگہ بھیجتا ہوں کہ تیری حاجت پوری ہوگی اس وقت رسولؐ نے ابوذر سے فرمایا کہ اس بوڑھے شخص کو حضرت فاطمہ کے گھر لیجاؤ ابوذرؓ نے بوڑھے کو حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر کی طرف۔ راہنمائی کی بوڑھے شخص نے فاطمہ زہرا سے اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو بیان کیا حضرت فاطمہ بھی گھر میں کچھ نہ رکھتی تھیں فقط ایک گوسفند کی کھال تھی کہ رات میں جس پر حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ سوتے تھے اس کھال کو اٹھایا اور بوڑھے کو عطا کیا اور فرمایا کہ اسکو لو اور خداوند عالم تمھارے کام میں برکت عنایت کریگا بوڑھے نے کھال کی طرف نظر کی اور پھر عرض کیا اے رسولؐ کی بیٹی یہ کھال میرے کسی کام میں نہ آئے گی تو اس موقع پر حضرت فاطمہ زہراؑ کو یاد آیا کہ ایک گردن بند موجود ہے یہ گردن بند حضرت رسولؐ کے چچا حضرت حمزہ کی بیٹی نے حضرت زہرا کو ہدیہ دیا تھا فوراً جا کر گردن بند لائیں اور اسے بوڑھے کو عنایت کیا بوڑھا شخص ہار لیکر مسجد میں آیا اور کہا کہ کون ہے جو مجھ سے گردن بند خریدے گا اور میرا کام درست کرے رسول نے پوچھا کہ کتنے میں بیچو

گے، بوڑھے فقیر نے کہا کہ اس ہار کو ایک وقت کے کھانے، ایک سواری، ایک دینار پیسہ، اور ایک لباس کے عوض میں بیچوں گا۔

مقدادؓ پیغمبرؐ کے بزرگ صحابی اور دوست و وفادار مسجد میں حاضر تھے فرمایا کہ اس قیمتی ہار کو جس قیمت سے تو نے کہا ہے خریدوں گا اور پھر ہار کو لیا اور وہ اپنے غلام کو دیا اور فرمایا کہ اس کو رسول کی خدمت میں لیجا کر دو اور میں نے خود تمھیں رسول کو ہدیہ کیا، غلام نے ہار کو رسول کی خدمت میں دیا اور رسول نے اس سے فرمایا کہ یہ ہار میری بیٹی فاطمہ کو دیدو اور میں نے بھی تمھیں فاطمہ کو ہدیہ کیا غلام ہار کو رسول کی بیٹی کے پاس لے گیا حضرت فاطمہ نے ہار کو لیا اور غلام کو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا اور فرمایا کہ یہ ہار کتنا پر برکت تھا کہ اس نے ایک فقیر کے شکم کو سیر کیا ایک برہنہ کو لباس پہنایا اور ایک سواری کو اسکے محتاج تک پہنچایا ایک غلام کو آزاد کیا اور پھر دوبارہ اپنی جگہ پر واپس آ گیا اور بہت سے لوگوں کو زیادہ خیر و نیکی پہنچی،،

(صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہراؑ ۲۵)

بہشتی طعام

ایک روز رسول اکرمؐ حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں تشریف لائے حضرت فاطمہ زہرا کو دیکھا کہ ان کی آنکھیں دھنس گئیں ہیں اور صورت لاغر وزرد ہوگئی ہے، رسول نے فرمایا کہ اے میری بیٹی کیوں تم ایسی ہوگئی حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا ہم تین روز سے بھوکے ہیں اور کچھ نہیں کھائے ہیں رسول نے امام حسن اور امام حسین کو گود میں بیٹھایا اسی وقت حضرت علی گھر میں آگئے حضرت فاطمہ نے جب دیکھا کہ ہمارے گھر ایک عزیز مہمان آئے ہوئے ہیں محراب عبادت میں تشریف لے گئیں اور دو رکعت نماز پڑھی اور پھر اپنے دست مبارک کو آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا کہ خداوند عالم تیرا پیغمبر ہماری مہمانی میں آیا ہے اے وہ خدا کہ تو نے بنی اسرائیل کیلئے آسمانی طعام بھیجا اور پھر ان لوگوں نے کفران نعمت اور ناشکری کی اپنی رحمت ہمارے اوپر نازل فرما کہ ہم تجھ پر ایمان لاچکے ہیں جب فاطمہ زہرا کی دعا تمام ہوئی اچانک بہشتی طعام کا ایک طبق گھر میں حاضر ہوا اور اس طعام کی خوشبو سے پورا گھر معطر ہوگیا فاطمہ زہرا خوش ہوئیں اور طعام کو رسول کے پاس لائیں اس موقع پر رسول نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا کہ خدا کا شکر کہ میں دنیا سے نہیں گیا اور اپنی بیٹی سے وہ معجزہ دیکھ کہ اسی معجزہ کو حضرت زکریا نے حضرت مریم سے دیکھا تھا۔

(صدیقہ فاطمہ زہرا ص۴)

بن بلایا مہمان

حضرت رسول اسلام اپنے بعض اصحاب و دوستوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص مسجد میں وارد ہوا اور اپنے فقر و گرسنگی کی شکایت کی اور حضرت سے چاہا کہ اسے تھوڑا کھانا دیں حضرت نے اپنے گھر ایک شخص کو بھیجا کہ فقیر کے لئے کھانا لے آؤ، وہ شخص تھوڑی دیر کے بعد پلٹا اور کہا کہ رسول کے گھر میں کوئی کھانے کی چیز وغذا نہیں ہے، رسول نے اصحاب سے فرمایا کہ کوئی ایسا ہے جو اس مسکین کو کھانا دے اور اس کو راضی کرے، حضرت علی علیہ السلام نے کہا کہ یہ مرد مسکین آج رات میرا مہمان رہے گا پھر حضرت اٹھے اور فقیر کو ساتھ میں گھر لے گئے اور جب گھر پہنچے تو فقیر کو گھر کے ایک کمرہ میں بیٹھایا اور دوسرے کمرے میں گئے ماجرا حضرت فاطمہ زہرا سے بیان کیا، حضرت فاطمہ زہرا نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ گھر میں فقط ایک شخص کی مقدار بھر کھانا موجود ہے اور وہ بھی اپنی چھوٹی بیٹی زینب کیلئے رکھا ہے اب جیسا آپ حکم فرمائیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ مصلحت یہ ہے کہ بچی کو سلادو اور چراغ بھی خاموش کردو اسلئے کہ کھانا کم اور تھوڑا سا ہے ممکن ہے کہ مہمان کے نزدیک باعث شرمندگی ہو حضرت فاطمہ زہرا نے بچی کو سلایا اور تھوڑی غذا مہمان کو دی فقیر نے کھانا کھایا یہاں تک کہ مکمل طور پر سیر ہوگیا درآں حالیکہ کھانا تھوڑا سا بچ گیا تھا جب مسکین سیر ہوگیا تو کہا خداوند عالم آپکے کھانے میں برکت دے پھر خدا حافظ کہا اور گھر سے چلا گیا۔ خداوند عالم نے اس

مہمانی وفدا کاری سے ان کے کھانے میں برکت عطا کی کہ اس تھوڑی سی غذا اور کھانے سے حضرت علیؑ وفاطمہؑ وامام حسنؑ وامام حسینؑ وزینبؑ وفضہ نے بھی کھانا کھایا اور سب سیر ہوئے۔ اسی رات کے بعد آیت نازل ہوئی: " وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ "(سورہ حشر آیت ۹)

ترجمہ: (اور ان کا بھی حصہ ہے) جو لوگ مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (مدینہ) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اسکی اپنے دلوں میں کچھ غرض نہیں پاتے اور اگر چہ اپنے اوپر تنگی ہی (کیوں نہ) ہو دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں اور جو شخص اپنے نفس کو حرص سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ اپنی دلی مرادیں پائیں گے۔

یعنی وہ لوگ جو دوسروں سے پہلے ایمان لائے اور مدینہ کو ایمان کا گھر بنایا اور مہاجروں کو جو ان کی طرف آتے ہیں دوست رکھتے ہیں اور اپنے دل میں کوئی حاجت (مال وثروت) نہیں رکھتے اگر چہ نیاز مند ہیں لیکن دوسروں کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو بخل وحسد نہیں رکھتے حقیقت میں یہ لوگ کامیاب ورستگار ہیں۔

یہ آیت اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوئی تا کہ ان کی فدا کاری وایثار تاریخ میں ثبت کردے رسولؐ نے اس آیت کی تلاوت مسلمانوں کے سامنے کی اور حضرت فاطمہ زہراؑ کا واقعہ عوام الناس سے بیان کیا۔

(گناہان کبیرہ جلد دوم ص ۱۴۴)

قیامت میں شفاعت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب قیامت کے دن تمام لوگ اپنی جزا وسزا کیلئے زندہ ہونگے اور قبر سے باہر آئیں گے اور صحرائے محشر میں جمع ہونگے ناگہان عرش الٰہی سے ندا آئے گی کہ اے لوگو! اپنی آنکھوں کو بند کرلو تا کہ حضرت فاطمہؑ زہرا تشریف لیجائیں تو اس وقت حضرت فاطمہ زہرا وارد ہونگی اور پچاس ہزار فرشتے اور دو ہزار بہشتی حوریں استقبال کیلئے جائیں گی حضرت فاطمہ زہرا بہشت میں داخل ہونگی تو اسمیں آپکے لئے دو قصر معین کئے گئے ہیں ایک سفید محل کہ جس میں ستر ہزار کمرے ہیں اور دوسرا زرد محل اس میں بھی ستر ہزار کمرے ہیں اسوقت خدا کی طرف سے ایک فرشتہ حضرت فاطمہ زہرا کے پاس آئے گا اور کہے گا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ جو کچھ حضرت فاطمہ زہرا چاہتی ہیں، میں قبول کروں گا تو اس فرشتہ سے حضرت فاطمہ زہرا فرمائیں گی کہ خدا نے اپنی نعمت میرے اوپر تمام کی اور مجھے عزت بخشی اس سے چاہتی ہوں کہ وہ میرے فرزندوں اور ان کے شیعوں کے بارے میں میری شفاعت قبول کرے وہ شیعہ جو میرے بیٹوں کو دوست رکھتے تھے اور ان کی مدد کی، حضرت امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ پھر خداوند عالم حضرت فاطمہ زہراؑ کی شفاعت کو قبول کریگا تو پھر حضرت فاطمہ زہراؑ فرمائیں گی خدا کی حمد وستائش اس خدا کو سزاوار ہے کہ جس نے غصہ کو مجھ سے دور کیا اور میری آنکھ کو روشن اور ٹھنڈا کیا۔ (قیامت وقرآن ص ۴۹)

ملاّ جعفر کی داستان

قدیم زمانے میں ایک عالم بنام ملاّ جعفر زندگی بسر کررہا تھا جب وبا کی بیماری چاروں طرف پھیل گئی تھی تو لوگ اس کو پیسہ دیتے تھے کہ اگر مرگئے تو ان کی طرف سے حج بجالائے، کچھ مدت گزرگئی اور ملا جعفر قبل اس کے کہ وہ حج ادا کرنے جائے انتقال ہوگیا اور اسکے مرنے کے بعد ایک شخص نے اسے خواب میں دیکھا کہ اس کے منہ میں آگ کی ایک مہار لگی ہوئی ہے۔

وہ شخص خواب سے چونک کر بیدار ہوگیا اسی وقت اذان کی آواز گلدستہ بارگاہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے بلند ہوئی اور اس شخص نے حضرت امام سے توسل کیلئے سوچا اور پھر اسی واسطے وہ شخص حرم مطہر میں گیا اور ملا جعفر کیلئے امام عیہ السلام سے شفاعت طلب کی۔

اس واقعہ کو گذرے ہوئے بیس سال ہوگئے وہ شخص حج کرنے کیلئے گیا اور پھر اسکے بعد رسولؐ کی قبر مطہر کی زیارت کرنے مدینۂ منورہ گیا، مدینہ منورہ میں وہ مریض ہوگیا یہاں تک کہ موت کے قریب پہونچ گیا لوگوں نے اس کو ایک جنازہ میں رکھا اور حرم مطہر میں زیارت کیلئے لے گئے اسی طواف کی حالت میں وہ شخص حضرت فاطمہ زہراؑ

سے متوسل ہوا اور پھر ملا جعفر کو یاد کیا اور حضرت فاطمہؑ زہرا سے عرض کیا کہ میں نے بیس سال پہلے ملا جعفر کے بارے میں آپکے فرزند حضرت امام حسینؑ کے پاس جاکر شفاعت کی تھی۔

میں نہیں جانتا کہ ملاّ جعفر کو نجات ملی یا نہیں، حضرت فاطمہ زہراؑ سے توسّل کے اثر سے وہ شخص وہیں فوراً شفایاب ہوگیا، اِس طرح سے کہ اٹھا اور جنازہ سے نکلا اور رسولؐ کی ضریح مطہر کو پکڑلیا، اسی رات ملاّ جعفر کو خواب میں دیکھا اس نے کہا کہ میں بیس سال تک عذاب میں مبتلا تھا لیکن شب گذشتہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے لطف وکرم وشفاعت سے مجھے عذاب الٰہی سے نجات ملی اور اس عمامہ کو حضرت زہراؑ اور اس عبا کو رسولؐ نے مجھے عطا کیا ہے۔

(معراج، ص ١٨٧)

نمونہ

اے مسلمان خواتین: تم حضرت فاطمہ زہراؑ کی پیروی کرو ذرا دیکھو کیا خبر ہے جو شخص مال وثروت رکھتا تھا وہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی خواستگاری کیلئے آتا تھا تا کہ یہ اسلام کا گوہر گراں بہا اسکے نصیب میں ہو یہاں تک کہ عبدالرحمن بن عوف (۱) کہ اس زمانے کا قارون (۲) تھا رسولؐ کے پاس آیا۔

اور عرض کیا کہ اگر اپنی بیٹی مجھے دیں تو میں آپکے گھر سے اپنے گھر تک حریر کا فرش بچھاؤں گا تا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ حریر کے فرش پر چلیں اور میرے گھر آئیں اور

---

(۱) عبدالرحمن بن عوف بنی امیہ کی خاندان سے تھا وہ چھ لوگوں کی شوریٰ میں بھی تھا جو عمر نے بنائی تھی اور اس نے عثمان سے بیعت کی کہ وہ بھی بنی امیہ میں سے تھا اور اسی کی یہ بیعت باعث ہوئی کہ عثمان عمر کے بعد خلافت پر پہنچا اور حضرت علی علیہ اسلام ایک بار پھر حق الٰہی سے محروم ہو گئے

(۲) قارون یہ سب سے بڑا ثروت مند بنی اسرائیل سے تھا اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے دولت مند ہوا، لیکن ایسی کثیر ثروت کہ جس نے اس کو خدا کی یاد سے روک دیا اور کفر ونفاق کی طرف کھینچ لیا یہاں تک کہ اس نے حضرت موسیٰ کو گناہ وفساد سے متہم کیا لیکن جب وہ رسوا ہوا حضرت موسیٰ نے اس پر لعنت ونفرین کی اس نفرین کے اثر سے قارون اور اسکی تمام دولت زمین میں دھنس گئی اور وہ اس ثروت سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکا۔

ایسا ویسا... کروں گا اور مہر اتنا دوں گا اور دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح کی باتیں کیں حضرت رسولؐ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ میری بیٹی کا اختیار خدا کے ہاتھ میں ہے تو دیکھو خدا کیا چاہتا ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام کے پاس کیا تھا؟ رسول کو وحی ہوئی کہ اپنی بیٹی کی شادی حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کے ساتھ کر دو، خود حضرت علی بھی ایسا تقاضا رکھتے تھے لیکن اس کو بیان کرتے ہوئے شرماتے تھے اور مادی لحاظ سے بھی تنگ دست تھے اور کچھ نہ رکھتے تھے بہر حال خود رسولؐ نے اپنی بیٹی کا عقد حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ کر دیا اور اس کے بعد فرمایا کہ اے علیؑ! میری بیٹی کے ساتھ شادی کے لئے کیا رکھتے ہو؟ حضرت نے فرمایا:

یا رسول اللہؐ ایک زرہ رکھتا ہوں جو جنگ کے وقت پہنتا ہوں اور شمشیر ہے جو جنگ میں کام آتی ہے اور ایک اونٹ آبکشی کیلئے رکھتا ہوں رسولؐ نے فرمایا کہ شمشیر دشمن سے لڑنے کیلئے ضروری ہے اونٹ بھی کسب معاش کیلئے لازم ہے لیکن زرہ کا ابھی کوئی کام نہیں ہے اسکو بیچ ڈالو اور اپنی شادی کا خرچ نکال لو۔

حضرت علیؑ نے زرہ کو تین سو درہم یا اس سے زیادہ درہم کی بیچی اور اس کو حضرت فاطمہؑ کا مہر قرار دیا رسول اسلامؐ نے فرمایا کہ کون ہے جو حضرت فاطمہ زہراؑ کی زندگی کے لوازمات ووسائل کو خرید کر لائے، ابوذر غفاری وسلمان فارسی اور چند لوگ گئے اور ضروری سامان کو خریدا نقل روایت کا مقصد یہ ہے کہ رسول نے اپنی پیاری بیٹی کس کو اور کہاں دیا، مسلمانو! تم اتنا مال کے پیچھے مت جاؤ اپنی نگاہیں دنیا کی طرف مت ڈالو بلکہ تقویٰ وخوف خدا اختیار کرو اسم ورسم کے پیچھے نہ رہو۔

جوانو! اگر شادی کرو تو خدا کیلئے اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے نیز اپنی عفت و پاکدامنی کی حفاظت کے لئے عقد کرو، اور لڑکی کو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے اگر تمام امور خدا کیلئے ہوں اس وقت زندگی کی لذت کو سمجھو گے یہ زندگی جو اس وقت بشر رکھتا ہے یہ اصل میں حیات نہیں ہے بلکہ موت ہے، اے وہ لوگو! کہ جب تم خواستگاری کیلئے آتے ہو تو پوچھتے ہو کہ انجینیئر ہے یا ڈاکٹر وغیرہ؟ ابھی سے ارادہ کرلو کہ اگر خواستگار آئے تو پہلے سوال کرو کہ آیا نماز پڑھتا ہے یا نہیں؟ (آیا عورت جو آئندہ بیوی ہونے والی ہے نماز پڑھتی ہے یا نہیں؟) اپنی بیٹی ایسے دیندار انسان کو دو جسکا سرمایہ وثروت تقوی الٰہی ہو شراب پینے والے کو بیٹی نہ دو، ایسا نہ ہو کہ تمھارا داماد شراب خور اور جوا کھیلنے والا ہو اور نماز و عبادت الٰہی سے غافل ہو۔

(معارفی از قرآن ص ۵۱۱)

جسارت کا انجام

متوکل خلیفہ عباسی حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہراؑ کا سخت دشمن تھا یہ اتنا بے حیاء تھا کہ نشست میں اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ جسارت اور بدزبانی کیا کرتا تھا اسکے زیادہ تر وزراء اسی سبب دشمن ہو گئے تھے ان تمام لوگوں میں سے جو کہ حضرت زہرا سے اسکی توہین کے سبب اس کے سخت دشمن ہو گئے ان میں اس کا بیٹا بھی تھا اسی وجہ سے اس کے بیٹے نے عہد کیا کہ اپنے باپ کو قتل کر دے اس موضوع کے بارے میں بیٹا قاضی وقت کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اگر کوئی حضرت فاطمہ زہرا کے ساتھ جسارت کرے تو اس کا کیا حکم ہے، قاضی نے کہا کہ خداوند عالم نے قرآن میں حضرت زہراؑ کی پاکیزگی وعصمت وطہارت کی گواہی دی ہے اور اگر کوئی ان کی توہین کرے مثل اس کے ہے کہ قرآن کا منکر ہوا اور کافر ہو گیا اور اس کا قتل کرنا جائز ہے متوکل کے بیٹے نے کہا کہ آپکے فتوی سے آج رات میں اپنے باپ خلیفہ کو قتل کر دوں گا اسلیئے کہ میں نے خود اپنے کان سے سنا ہے کہ اس ملعون نے رسولؐ کی بیٹی کے حق میں جسارت وگستاخی کی ہے آخر میں بیٹے نے ملعون خلیفہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود تخت سلطنت پر بیٹھ گیا۔

(معارفی از قرآن ص ۱۵۸)

بہشتی خرما

سلمان فارسیؓ: نے بیان کیا ہے کہ رسولؐ کی وفات کے بعد حزن واندوہ کے سبب دس دن گھر سے نہیں نکلا دسویں روز اپنے مولا امیرالمومنینؑ کی ملاقات کیلئے گھر سے نکلا جب حضرت کو دیکھا تو انھوں نے فرمایا کہ سلمان تم نے مجھ پر جفا کی اسلئے کہ رسولؐ کی وفات کے بعد مجھے چھوڑ دیا اور مجھے دیکھنے کیلئے نہیں آئے، میں نے عرض کی رسولؐ کی جدائی کا غم اتنا سخت اور کمر شکن تھا کہ مجھے گھر میں رہنا پڑا، حضرت نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے پاس جاؤ انہیں تم سے کام ہے اور بہشتی ہدیہ تمہارے لئے ذخیرہ کیا ہے، میں تیزی سے حضرت فاطمہ زہراؑ کی زیارت کیلئے گیا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا تم نے میرے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد ہمیں ترک کر دیا اور ہمیں دیکھنے نہیں آئے عرض کی کہ رسول کے غم نے مجھے خانہ نشین کر دیا حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا کہ بیٹھو اور اچھی طرح سے جو کہوں سنو: میں کل اس حجرے میں بیٹھی تھی اور گھر کا دروازہ بند تھا باپ کے چھوٹ جانے سے اندوہ گین و گریاں تھی اچانک دیکھا کہ: تین عورتیں حجرے میں داخل ہوئیں وہ اتنی خوبصورت وزیبا وخوشبو والی تھیں کہ عموماً اس طرح سے نہیں دیکھا تھا ان عورتوں کے احترام میں کھڑی ہوئی پھر پوچھا کہ تم سب اہل مکہ سے ہو یا اہلمدینہ سے؟ تو جواب دیا کہ ہم زمین پر رہنے والی نہیں ہیں بلکہ بہشتی حوریں ہیں خداوند عالم نے آپکی زیارت کیلئے ہمیں بھیجا ہے اسلئے کہ ہم آپ کی زیارت کے بہت زیادہ مشتاق تھے، حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا کہ ان میں سے جو سب سے بڑی حور تھی اس سے پوچھا کہ

تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں مقدودہ ہوں اور خدا نے مجھے خلق کیا ہے تا کہ بہشت میں حضرت مقدادؓ سے شادی ہو دوسری حور سے نام پوچھا اس نے عرض کیا کہ میں ذرہ ہوں اور خدا نے مجھے حضرت ابوذرؓ کے ساتھ رہنے کیلئے خلق کیا ہے تیسری حور نے کہا کہ میں سلمی ہوں اور حضرت سلمان فارسی (۱) سے شادی کیلئے پیدا کی گئی ہوں جب تینوں اپنا تعارف کرا چکیں تو مجھے ایک مقدار بہشتی خرما دیا اور پھر گھر سے چلی گئیں، جب خرموں کی طرف توجہ کی برف سے زیادہ ٹھنڈے اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھے، پھر حضرت فاطمہ زہرا نے خرموں میں سے ایک خرمہ مجھے دیا اور فرمایا کہ اس خرمہ سے افطار کرو اور اس خرمہ کی گٹھلی میرے پاس لیتے آنا، سلمان فارسی نے کہا کہ خرمہ لیا اور گھر سے باہر آیا راستے میں جب رسول کے اصحاب میں سے کسی سے ملاقات ہوتی تھی تو مجھ سے پوچھتے تھے کہ کیا عطر ومشک تمھارے پاس ہے اور میں کہتا تھا کہ جی ہاں، جب مغرب کی اذان ہو چکی اور نماز پڑھنے کے بعد اس خرمہ سے افطار کیا لیکن گٹھلی اس میں نہیں تھی، جب کل کا دن آیا تو حضرت فاطمہ زہراؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور عرض کی میں نے تو خرمہ کے اندر کوئی گٹھلی نہیں پائی حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے جیسا تم کہہ رہے ہو اسلئے کہ بہشتی خرمے میں گٹھلی نہیں ہوتی۔

(قیامت وقرآن ص ۳۶)

---

(۱) سلمان فارسی، مقداد، وابوذر رسولؐ کے بزرگترین ناصروں اور حضرت علی علیہ السلام کے دوستوں میں سے تھے رسول کی وفات کے بعد سب سے پہلے افراد جو شمع وجود مولا علیؑ کے گرد جمع ہوئے یہی تین افراد تھے اور اپنی عمر کی آخری سانس تک حضرت امیرالمومنینؑ کے ساتھ وفاداری کی احادیث شیعہ میں ان تینوں کی بہت ہی زیادہ ستائش ہوئی ہے۔

دوعدد انار

ایک روز حضرت فاطمہ زہراؑ بیمار ہوئیں حضرت علی علیہ السلام نے پوچھا کونسی چیز چاہتی ہو کہ تمھارے لئے لے آؤں حضرت فاطمہ زہرا خاموش رہیں اور کچھ نہیں کہا حضرت علیؑ نے اصرار کے ساتھ پوچھا کہ کیوں کچھ نہیں فرماتیں، حضرت زہرا نے فرمایا میرے پدر بزرگوار رسولخدا نے مجھ سے تاکید کی ہے کہ:

"کبھی اپنے شوہر سے کوئی چیز طلب نہ کرنا شاید وہ مہیا نہ کرسکیں اور پھر شرمندہ ہوں"۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی شریک حیات کو قسم دی تو حضرت زہرا نے کہا کہ جب اصرار کررہے ہیں تو میں اس وقت چاہتی ہوں کہ انار کھاؤں، حضرت علی انار لینے کیلئے چلے۔

اتفاق سے انار کی فصل نہیں تھی اور انار کمیاب تھا حضرت نے بڑی زحمتوں سے دوعدد انار تہیہ کیا گھر کی طرف چلے راستے میں ایک مریض ایک گوشہ میں دیکھا جو نالہ کررہا تھا حضرت اس مریض کے سرہانے گئے اور احوال پرسی کی اور فرمایا کہ کیا چاہتے ہو بیمار نے کہا کہ ایک انار چاہتا ہوں حضرت نے سوچا کہ ایک عدد اسکو دوں اور ایک عدد فاطمہ کیلئے لیجاؤں، بیمار نے ایک انار لیا اور تناول کیا اور پھر کہا کہ انار چاہتا ہوں حضرت

نہیں چاہتے تھے کہ اسے رنج وتکلیف ہو۔

دوسرا انار بھی دیدیا اور فرمایا:

"خدائے زہرا کریم و بخشندہ ہے"

حضرت خالی ہاتھ گھر پلٹے دروازے کے شگاف سے نگاہ کی کہ دیکھیں حضرت فاطمہؑ کس حالت میں ہیں سورہی ہیں یا جاگ رہی ہیں، دیکھا کہ فاطمہ زہراؑ بیٹھی ہیں اور ایک بڑا ظرف انار سے بھرا ہوا ان کے پاس موجود ہے حضرت داخل ہوئے اور پوچھا کہ یہ کون شخص لایا ہے؟

حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا کہ ایک شخص دروازے پر آیا اور عرض کیا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اسے بھیجا ہے، حضرتؑ نے خداوند عالم کا شکر ادا کیا۔

(امامت ص ۹۵)

ایک درس امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ایک دوست اور شیعہ نے نقل کیا ہے کہ ایک روز امام حسنؑ اعتکاف کیلئے مسجد میں گئے اور مشغول عبادت تھے میں بھی ان کے حضور میں تھا اس وقت امام کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ اے فرزند رسول خدا ایک شخص مجھ سے اتنا پیسہ جو قرض کیلئے دیا تھا طلب کر رہا ہے چونکہ میں اس وقت اسکا پیسہ ادا نہیں کر سکتا اس نے ارادہ کر لیا ہے کہ مجھے زندان میں ڈالے گا۔ حضرت امام نے فرمایا افسوس میرے پاس کچھ پیسہ نہیں ہے کہ تجھ کو دوں اگر چہ دوست رکھتا ہوں کہ تمھارے لئے کوئی کام انجام دوں اس شخص نے کہا آپ اسکو نصیحت کریں کہ شاید مجھے کچھ دنوں تک مہلت دیدے اور مجھے زندانی نہ کرے حضرت امام نے اس شخص کی بات کو قبول کیا اور اپنی جوتی پہنی تا کہ اس شخص کے ساتھ جائیں میں نے کہا اے فرزند رسول خدا کیا آپ فراموش کر گئے کہ اعتکاف کی حالت میں ہیں اور مسجد سے باہر نہ جانا چاہئے امام نے فرمایا کہ میں نے فراموش نہیں کیا ہے لیکن میں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی سے سنا ہے کہ میرے نانا رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کیلئے کوشش کرے وہ ایسا ہے کہ خداوند عالم کی نو ہزار سال مستجی عبادت کی ہے وہ عبادت جو دنوں کو روزہ کے ساتھ اور راتوں کو نماز و عبادت اور شب زندہ داری کے ساتھ بسر کیا ہو۔

(گناہان کبیرہ جلد دوم ص ۸۸)

مچھر کا غرور

ایک روز معاویہ نے مجلس ونشست ترتیب دی اور امام حسن علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ بھی شرکت کریں اسی موقع پر بنی امیہ کے چند لوگوں کی بھی دعوت دی کہ شریک ہوں اور طے کیا کہ وہاں پر بنی امیہ کی تعریف کی جائے اور حضرت علی علیہ السلام کا مذاق اڑایا جائے اس نشست میں خاندان بنی امیہ میں سے ہر ایک نے اپنے خاندان کے بارے میں ایک سے ایک جھوٹ گڑھا، یہاں تک کہ عثمان (۱) کا بیٹا کھڑا ہوا اور حضرت علی علیہ السلام کی شان میں سخت توہین آمیز جملے کسے اس کے بعد امام نے ان لوگوں کو ایک ایک کر کے جواب دیا آخر میں عثمان کے بیٹے کو خطاب کیا۔

اور فرمایا کہ اس حماقت اور پستی کے ساتھ جو تجھ میں اور تیرے خاندان والوں

....

(۱) عثمان تیسرا خلیفہ ہے رسول اسلام کی وفات کے بعد خلافت کیلئے انتخاب ہوا اور عمر کے ہلاک ہونے کے بعد اس نقشہ سے جو اس نے کھینچا تھا ایک شوریٰ میں جو چھ لوگوں سے تشکیل ہوئی تھی عثمان کا انتخاب ہوا عثمان بنی امیہ میں سے تھا اسی وجہ سے اس نے اپنی حکومت کے دوران بہت سے بنی امیہ کے بزرگوں کو جنھیں رسول نے نفرین ولعنت کی تھی اور جلاوطن کیا تھا بر سر کار لایا عثمان کی حکومت میں ظلم وفساد اتنا زیادہ ہوا کہ مسلمان نے اسکے خلاف شورش کی اور انجام یہ ہوا کہ بارہ سال کی حکومت کے بعد اسکو اسی کے گھر میں قتل کر دیا گیا۔

میں ہے سزاوار نہیں ہے کہ تم اپنے سے بزرگ کی توہین کرو اسلئے کہ تیری مثال اس مچھر کی ہے کہ خرمہ کے ایک بڑے درخت پر بیٹھا جب چاہا کہ اٹھے خرمہ کے درخت سے کہا کہ مضبوطی کے ساتھ رہو کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے نیچے اتر جاؤں، خرمہ کے درخت نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا کہ تم کب میرے اوپر بیٹھے کہ تمھارا اٹھنا میرے لئے گران وسنگین ہو، حاضرین ہنس پڑے اور عثمان کے بیٹے نے شرم کے مارے سر جھکالیا۔

(گناہان کبیرہ جلد اول ص ۳۶۶)

وضو کی تعلیم

ایک روز امام حسن وامام حسین علیہما السلام جبکہ دونوں بچے اور کمسن تھے ایک نہر کے کنارے سے گذر رہے تھے ایک بوڑھے انسان کو دیکھا کہ وضو کر رہا ہے لیکن صحیح نہیں بجالا رہا ہے ان دونوں حضرات نے فیصلہ کیا کہ وضو کے صحیح ہونے کا طریقہ بتایا جائے تو دونوں نے آپس میں رائے مشورہ کیا کہ کیسے صحیح وضو بوڑھے کو سکھایا جائے کہ وہ آزردہ اور نارض نہ ہو، تھوڑی دیر کے بعد اچھی سی فکر ان کی نظر میں آئی اور پھر بوڑھے شخص کے پاس گئے اور فرمایا کہ ہم دونوں آپکے سامنے وضو کرتے ہیں لہذا آپ ہمارے درمیان فیصلہ کریں کہ ہم دونوں میں کون بہتر وضو کرتا ہے، بوڑھے نے قبول کیا، وہ دونوں بزرگوار وضو کرنے لگے اور بوڑھا شخص غور سے دیکھنے لگا اور جب یہ دونوں وضو کر چکے تو بوڑھا آدمی اپنی خطا کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کی آپ ہی دونوں کا وضو صحیح ہے لیکن یہ بوڑھا نادان تھا کہ ابھی تک صحیح وضو نہیں کرتا تھا اس وقت میں نے آپ لوگوں کی برکت سے سیکھا اور آپ حضرات کے وسیلے سے خداوند عالم کی بارگاہ میں توبہ کی تا کہ خداوند عالم میری خطا معاف کر دے۔

قلب سلیم جلد دوم ص ۱۵۸

عجیب خواب

علامہ محدث نوریؒ نے اپنی کتاب دارالسلام میں نقل کیا ہے کہ میرے بھائیوں میں سے ایک بھائی میری ماں کو دیکھنے گیا تھا سلام اور احوال پرسی کے وقت میری ماں متوجہ ہوگئی کہ تربت کربلا کی ایک سجدہ گاہ اس کے بیٹے کے پائجامہ کی جیب میں ہے اسی وجہ سے میری ماں ناراض ہوگئی اور غصہ ہو کر کہا کہ حضرت امام حسینؑ کی تربت نیچے کی جیب میں رکھنا بے ادبی ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ سجدہ گاہ تیرے بدن کے نیچے دب کر ٹوٹ جائے، میرے بھائی نے جواب میں کہا تھا کہ اتفاق سے اب تک دو سجدہ گاہیں میرے بدن کے نیچے دب کر ٹوٹ چکی ہیں پھر اس کے بعد میرے بھائی نے وعدہ کیا کہ اب پائجامے کی جیب میں سجدہ گاہ نہیں رکھوں گا اس واقعہ کو گذرے ہوئے ایک مدت ہوگئی اس حال میں کہ میرے باپ کو کچھ اطلاع نہیں تھی، ایک رات میرے باپ نے خواب دیکھا کہ امام حسینؑ ان کے کتابخانہ میں تشریف لائے اور ان کے پاس بیٹھے اور اظہار محبت و مہربانی کی پھر میرے باپ سے فرمایا کہ اپنے بیٹوں کو آواز دو تا کہ اس کو انعام وخلعت عطا کروں، میرے باپ کے پانچ بیٹے تھے سبھی کو میرے باپ نے ایک ساتھ آواز دی سبھی بھائی آئے اور حضرت امامؑ کے سامنے کھڑے ہوئے امام کے پاس کچھ پارچے رکھے ہوئے تھے حضرت نے سب کو ایک ایک پارچہ دیا یہاں تک کہ

اس بھائی کی نوبت آئی جو سجدہ گاہ کو اپنے پاجامہ کے نیچے جیب میں رکھتا تھا جب وہ آیا حضرت نے غضب و غصہ سے اسے دیکھا اور میرے باپ سے کہا کہ یہ تمہارا بیٹا میری تربت کی دو سجدہ گاہیں اپنے بدن کے نیچے رکھ کر توڑ چکا ہے اس کے بعد اسے دوسرے بھائیوں کی طرح کمرے میں نہ آنے دیا بلکہ ایک پارچہ اس کے لئے کمرہ کے باہر ڈال دیا، میرا باپ خواب سے بیدار ہوا اور اس خواب کو میری ماں سے بیان کیا، میری ماں نے بھی بیٹے کا واقعہ باپ سے بیان کیا میرے باپ کو اس بات سے کہ ان کا عجیب خواب سچا اور صحیح ثابت ہوا بہت تعجب ہوا اور میرے بھائی نے بھی عہد کیا کہ اب تربت حسینی کی بے احترامی نہیں کروں گا۔

(گناہ کبیرہ ج ۲ ص ۵۳۴)

اہانت کا نتیجہ

موسیٰ ابن عبدالعزیز: جو شیعوں میں سے تھا بیان کرتا ہے کہ ہارون رشید کے دور حکومت میں شہر بغداد میں سب سے بڑا طبیب یوحنا جو عیسائی تھا وہ ہارون رشید کا مخصوص طبیب تھا اور جب بھی خلیفہ بیمار ہوتا تھا تو اسکا علاج کرتا تھا ایک دن یوحنا میرے پاس آیا اور کہا کہ تجھ کو تیرے پیغمبر و دین کی قسم دیتا ہوں، بتاؤ کہ وہ کون شخص ہے کہ جس کی قبر مطہر کربلا میں ہے اور لوگ اسکی زیارت کرنے جاتے ہیں، میں نے کہا کہ وہ ہمارے پیغمبر کے نواسے امام حسین علیہ السلام ہیں اب تم بتاؤ کہ تم نے کیوں سوال کیا اور تمھارا مقصد کیا تھا؟ عیسائی طبیب نے کہا کہ میں اسکے بارے میں ایک عجیب معلومات رکھتا ہوں جو تم سے بیان کرتا ہوں چند روز قبل شاپور نے (جو خلیفہ ہارون رشید کا خادم تھا) مجھے اپنے پاس بلایا اور جب اسکے پاس گیا تو مجھے موسیٰ بن عیسیٰ جو خلیفہ کے خاندان سے تھا اسکے گھر لے گیا وہ کوفہ کا حاکم تھا اور خلیفہ کے حکم سے بغداد آیا تھا اس کو دیکھا کہ بستر پر بے ہوش پڑا ہے۔

اسکے پاس ایک طشت رکھا ہوا تھا کہ تمام انتڑیاں اور شکم کی ساری چیزیں اسمیں پڑی تھیں شاپور نے موسیٰ بن عیسیٰ کے خدمت کار دو نوکروں سے پوچھا کہ یہ بلا اسکے سر پر کیسے آئی نوکر نے جواب دیا کہ ایک گھنٹہ پہلے امیر بہت ہی خوش وصحتیاب

تھا اور اپنے دوستوں سے باتیں کر رہا تھا ایک شخص بنی ہاشم سے بھی مجلس میں تھا اس نے کہا کہ میں بہت سخت بیمار تھا بہت کچھ علاج کیا لیکن ٹھیک نہ ہوا یہاں تک کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر تم تربت امام حسین سے استفادہ کرو تو شفا پاؤ گے، میں نے ایسا ہی کیا اور عافیت و نجات پائی موسیٰ بن عیسیٰ نے ہاشمی شخص سے کہا کہ کیا اس تربت میں سے ابھی کچھ تمھارے پاس موجود ہے؟ ہاشمی شخص نے جواب دیا کہ ہاں پھر اس تربت کو لانے کیلئے کسی کو بھیجا موسی بن عیسیٰ نے خاک شفا لی اور اہانت و بے احترامی کیلئے اسکے اوپر بیٹھ گیا تھوڑی دیر بھی نہ ہوئی تھی کہ موسیٰ بن عیسیٰ نے فریاد کی کہ جل گیا جل گیا: طشت لے آؤ ہم اسکے پاس طشت لائے اس نے اتنا اور اسقدر قے و استفراغ کیا کہ اسکے بدن کی تمام انتڑیاں باہر نکل آئیں اسکے بعد تمام دوست اپنے اپنے گھر چلے گئے اور محفل سرور مجلس غم میں تبدیل ہوگئی عیسائی طبیب نے اسکے آگے بیان کیا کہ شاپور نے مجھ سے کہا کہ آؤ اس کا معائنہ کرو شاید تم اس کا علاج کر دو، میں نے چراغ منگوایا اور غور سے طشت میں پڑی ہوئی چیزوں کو دیکھا، میں نے دیکھا کہ امیر کا دل و جگر اور تمام انتڑیاں طشت میں پڑی ہوئی ہیں میں نے تعجب سے کہا کہ اسکا کوئی علاج نہیں کر سکتا سوائے حضرت عیسیٰ کے جو مردوں کو زندہ کر دیتے تھے شاپور نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو لیکن تم یہاں رہو دیکھو اسکا کیا انجام ہوتا ہے میں رات وہیں تھا یہاں تک کہ سحر کے وقت امیر دنیا سے چلا گیا یوحنا باوجودیکہ عیسائی تھا بہت دنوں تک کربلا جاتا رہا اور سید الشہداء کی قبر مطہر کی زیارت کرتا تھا لیکن تھوڑی مدت کے بعد وہ اپنے عقیدے سے پلٹ گیا اور نیک و پرہیزگار مسلمان ہوگیا۔ (گناہان کبیرہ جلد دوم ص ۵۳۳)

ہر درد کی دوا

مدینہ کی جامع مسجد میں دو آدمی بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے ان میں ایک بیمار تھا جس پر موت کی حالت طاری تھی اور دوسرا شخص مسافر تھا جو مدینہ سے گذر رہا تھا بیمار نے کہا کہ حضرت امام حسینؑ کی خاک شفا تمام درد کی دوا ہے یہ قیمتی تجربہ ایک اچھی داستان رکھتا ہے جو تجھ سے بیان کرتا ہوں میں بیمار ہو گیا تھا جس دوا کو بھی بطور علاج استعمال کیا اچھا نہ ہو سکا اور جس طبیب کے پاس بھی گیا کوئی نتیجہ نہیں نکلا یہاں تک کہ زندگی سے ناامید ہو کر موت کے انتظار میں بیٹھ گیا میرے پڑوس میں ایک ضعیفہ رہتی تھی جو کوفہ کی رہنے والی تھی، ایک روز وہ ضعیفہ میرے یہاں آئی اس وقت میں اپنے درد سے تڑپ رہا تھا ضعیفہ نے کہا کہ گویا تمہارا درد روزانہ زیادہ ہوتا چلا جا رہا ہے، میں نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے ضعیفہ نے کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا علاج کروں اور اس درد سے تجھ کو نجات دلاؤں میں نے کہا، میں ایسے ہی علاج کا محتاج ہوں ضعیفہ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد ایک پیالے میں پانی لیکر پلٹی اور وہ مجھے دیا میں نے پانی پیا اچانک احساس کیا کہ میں آہستہ آہستہ رو بہ صحت ہو رہا ہوں اور پھر میرے بدن میں درد کا اثر بھی نہیں رہ گیا ہے، اس ماجرے کو گذرے ہوئے چند مہینے گذر گئے ایک دن ضعیفہ دو

بارہ میرے پاس آئی اس سے پوچھا کہ وہ کونسی دوا تھی جو مجھے دی تھی، ضعیفہ نے جواب نہیں دیا جب میں نے اصرار کیا اور قسم دی تو کہا کہ تجھ کو ایک دانہ تسبیح سے جو میرے ہاتھ میں ہے معالجہ کیا ہے، میں نے پوچھا کہ تیری تسبیح کس سے بنی ہے؟ بتایا یہ خاک شفا حضرت امام حسینؑ کی قبر مطہر کی ہے میں چونکہ شیعہ نہیں تھا اسلئے امام حسینؑ کا نام سن کر غصہ ہو گیا اور چلایا کہ اے پست فطرت شیعہ: کس حق سے قبر امام حسینؑ کی خاک سے میرا علاج کیا ہے وہ ضعیفہ غمگین ہو گئی اور میرے پاس سے چلی گئی لیکن اسی وقت دوبارہ میری بیماری واپس آ گئی اب اسقدر درد ہے کہ اپنی زندگی سے ناامید ہو گیا ہوں اور موت کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔

(گناہان کبیرہ جلد دوم ص ۵۳۲)

بدنصیب بہانہ

عمرو بن قیس: نے کہا کہ ہم اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں گئے تھوڑی دیر حضرت سے گفتگو ہوئی، حضرت نے فرمایا جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم لوگوں نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا ہے اور وہاں جا کر باطل کے خلاف محاذ آرائی کریں، کیا تم اسلئے آئے ہو کہ میری مدد کرو؟ عمرو بن قیس کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ میں بیوی اور چند فرزند رکھتا ہوں اور ان کے خرچ کو پورا کرنا چاہئے اسلئے کہ میرے علاوہ ان کا کوئی نہیں ہے نیز لوگوں کے اموال بھی میرے ہاتھ میں ہیں ضروری ہے کہ وہ انکے مالک اور صاحب تک پہنچادوں مجھے نہیں معلوم کہ آپ کا انجام کیا ہوگا اور میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کی امانت میرے ہاتھ سے تلف ہو جائے میرے چچا زاد بھائی نے بھی میری ہی طرح باتیں کہیں، حضرت نے جواب میں کہا کہ جب تم میری مدد نہیں کرو گے تو پھر اس جنگل سے جلدی سے دور چلے جاؤ ایسا نہ ہو کہ میرا نالہ سنو اور مجھے دیکھو جان لو کہ جو شخص ہم اہل بیتؑ کی بیکسی کا نالہ سنے اور ہمیں دیکھے اور ہماری نصرت و مدد نہ کرے خداوند عالم پر سزاوار ہے کہ اس شخص کو منہ کے بل جہنم کی آگ میں ہمیشہ کیلئے ڈال دے۔

(گناہان کبیرہ جلد دوم ص ۷۹)

نسل کوثر اور نسل ابتر

حضرت امام حسین علیہ السلام کا خونین قیام محرم ۶۱ھ ہجری قمری میں ہوا اس جنگ میں امام کے بہت سے اصحاب انصار و اقرباء و اعزا شہید ہوئے امام کے فرزندوں میں فقط حضرت سید سجاد امام زین العابدینؑ بیماری کی وجہ سے زندہ بچ سکے بلکہ کل بنی ہاشم اور اولاد امام حسینؑ میں سے فقط ایک جوان بیمار ناتواں باقی رہ گئے تھے، بنی امیہ و بنی مروان میں بارہ ہزار بچے سونے و چاندی کے گہواروں میں پرورش پا رہے تھے آیا ایسی قوم ختم ہو جانے والی ہے؟

بنی امیہ کی مَثَل بنی ہاشم کی نسبت کتے کی مَثَل گوسفند کی نسبت ہے کتا ہر سال کم از کم دو بار جنتا ہے اور ہر مرتبہ تین بچوں سے زیادہ اور کبھی کبھی دس بچوں کے قریب جنتا ہے لیکن گوسفند سال میں ایک بار اور وہ بھی صرف ایک بچہ جنتا ہے، لوگ کتے سے کوئی کام نہیں رکھتے اور کتوں کو ذبح بھی نہیں کرتے۔

لیکن ہر دیہات و قصبے و شہر و ملک میں لوگ گوسفند کو ذبح کرتے ہیں اس طرح کہ سال میں دسیوں کروڑ سے زیادہ گوسفند ذبح ہوتے ہیں لیکن تعجب خیز بات یہ ہے کہ

آپ کسی بھی دیہات قصبے اور شہر میں جائیں گوسفند کے بے شمار جھرمٹ کو چرتے ہوئے دیکھیں گے لیکن کیا اب تک کتوں کا ایک جھرمٹ بھی دیکھا ہے۔؟

بنی امیہ و بنی مروان اور اھلبیتؑ کے دشمنوں کے اولاد کی اس کثیر تعداد کے باوجود بھی کوئی اثر ظاہر و باطن باقی نہ رہ گیا ان کی نسل ختم ہو کر مٹی میں مل گئی یزید کا کوئی بیٹا باقی نہ رہا اور شام میں یزید کی قبر ایک گھورو کوڑے و کرکٹ کی جگہ پر ہے لیکن خداوند عالم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی نسل کو برکت دی اور بلند مرتبہ پر فائز کیا، کیا حضرت امام زین العابدینؑ کا صحرائے کربلا میں باقی رہ جانا یہ معجزہ نہیں ہے؟

(نبوت ص۱۳۹)

علم کے بقدر بخشش

ایک اعرابی: مدینہ میں وارد ہوا اور مسجد میں گیا لوگوں سے پوچھا کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ کریم و صاحب بخشش کون ہے؟

لوگوں نے کہا کہ حضرت امام حسین بن علی بن ابیطالب سبھی لوگوں سے زیادہ صاحب بخشش ہیں، اعرابی حضرت امام کے پاس گیا اور عرض کیا کہ ہزار دینار طلا کا مقروض ہوں اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ اس کو ادا کروں اسی لئے میں آپ سے متوسل ہوا ہوں حضرت نے فرمایا کہ تین سوال تجھ سے پوچھوں گا اگر تینوں کا جواب دیا تمام قرض کو ادا کروں گا اگر دو سوال کا جواب دیا دو تہائی قرض کو ادا کروں گا اور اگر ایک سوال کا جواب صحیح بتایا ایک تہائی حصہ قرض کا ادا کروں گا۔

اعرابی نے عرض کی کہ آپ علم و حکمت کے معدن و مخزن ہیں آپ چاہتے ہیں کہ مجھ جیسے نادان و جاہل سے سوال کریں حضرت نے فرمایا کہ بخشش علم کے حساب سے ہے پھر حضرت نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ سختیوں سے نجات کیسے مل سکتی ہے؟ اعرابی نے عرض کی خدا پر توکل و اعتماد کرنے سے۔

امام نے فرمایا کہ شاباش صحیح جواب دیا نجات کا راستہ یہی ہے پھر امام نے

پوچھا کہ انسان کی زینت کس چیز سے ہے؟

اعرابی نے عرض کیا کہ وہ علم جو حلم اور وبردباری کے ساتھ ہو، امامؑ نے فرمایا کہ اگر یہ انسان کے اندر موجود نہ ہو تو دوسری کیا چیز ہو سکتی ہے؟ اعرابی نے کہا کہ وہ دولت جو بخشش و کرم کے ساتھ ہو، امامؑ نے فرمایا دوسری بھی کوئی چیز ہے؟ اعرابی نے عرض کیا وہ فقر جو صبر کے ساتھ ہو، امامؑ نے فرمایا اگر یہ سب نہ ہو تو دوسری کیا چیز ہوگی؟

اعرابی نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص ان تین خصلتوں کا حامل نہ ہو تو چاہیے کہ ایک صاعقہ آئے اور اس کو جلا دے امامؑ نے فرمایا تم نے صحیح کہا پھر امام نے حکم دیا کہ ہزار مثقال طلا اعرابی کو دیں اور چونکہ اسکو اچھا اور لائق شخص پایا اپنی انگوٹھی جس کی قیمت دوسو دینار تھی اس اعرابی کو بخشش دی، وہ شخص جس نے اپنی تمام عمر میں کسی کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے زیادہ سخی و کریم نہیں دیکھا تھا نہایت خوشی کے ساتھ حضرتؑ کے پاس سے واپس آ گیا۔

(معراج ص ۲۸۳)

بے تقویٰ دل کو نصیحت

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وعظ و نصیحت اس دل کو جو تقویٰ الٰہی سے خالی ہو بدتر کر دیتی ہے اور اسکا کفر آشکار ہو جاتا ہے، کربلا کے خون آشام واقعہ کے بعد شہداء کے سروں کو بدن سے جدا کیا گیا اور سروں کو نیزوں پر نصب کیا گیا اور کوفہ کی جانب قافلہ روانہ ہوا حاکم کوفہ ابن زیاد تھا جب امام حسین کے سر مبارک کو نیزہ پر اس نے دیکھا تو حکم دیا کہ سر مبارک کو لایا جائے۔

جب اس نے امام حسین کے سر مبارک کو اپنے نجس ہاتھ میں لیا تو ایک خون کا قطرہ ابن زیاد کے پیر کے اوپر ٹپکا اور اس نے اسکی ران میں سوراخ کر دیا ابن زیاد جو غصہ ہو گیا تھا اور درد سے فریاد کرنے لگا تھا حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے مقدس سر کو زمین پر رکھا اور جو چھڑی ہاتھ میں رکھتا تھا اس سے امام کے سر کو مارنے اور جسارت کرنے لگا زید بن ارقم جو رسول کے اصحاب میں سے اور بہت زیادہ ضعیف ہو چکے تھے اس مجلس میں موجود تھے وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مقدس شان میں اس توہین سے غضبناک ہو گئے اور بولے۔

اے بدبخت ابن زیاد: میں نے رسول اسلام کو بار ہا دیکھا ہے کہ حضرت امام

حسینؑ کے انھیں لب ودندان مبارک کا بوسہ لیتے تھے تم رسولؐ کے بوسہ کی جگہ پر جسارت وتوہین کررہے ہو؟ بدبخت ابن زیاد نے اس وعظ ونصیحت سے بجائے اسکے کہ متنبہ ہو، اور خواب غفلت سے بیدار ہو، کہا کہ افسوس تم ضعیف اور بوڑھے ہوگئے ہو ورنہ تم کو قتل کردیتا۔

پھر ابن زیاد نے حکم دیا کہ زید بن ارقم کو مجلس ونشست سے نکال دیا جائے یہ جسارتیں اور غفلتیں فقط ابن زیاد سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ وہ سبھی لوگ جواندھے اور بہرے ہیں باطنی اندھے اور بہرے نہ کہ ظاہری وہ ایسے ہی سوتے ہیں وعظ ونصیحت بجائے اسکے کہ انھیں بینا کرے ان کی کوردلی میں اور اضافہ کردیتے ہیں۔

(استعاذہ ص ۱۲۳)

دل جمعی

کربلا کی ایک منزل پر حضرت امام حسین علیہ السلام مرکب پر سوار تھے اور سوگئے اچانک حضرت پریشان حالت میں خواب سے چونک اٹھے حضرت علی اکبر نے عرض کیا کہ اے باباجان! کیا ہوگیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ میں نے ایک منادی کو یہ ندا دیتے ہوئے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے یہ قوم موت کی طرف جارہی ہے یہ مسافرت، سفر شہادت وقتل ہے، حضرت علی اکبر نے عرض کیا کہ باباجان کیا ہم حق پر نہیں ہیں حضرت نے فرمایا ہاں ہمارا راستہ حق اور اجابت حق کا راستہ ہے، حضرت علی اکبر نے عرض کیا پس ہم موت سے کوئی خوف نہیں رکھتے اگر ہماری راہ حق ہے کتنا اچھا ہے کہ راہ حق میں اور حق کیلئے اور حق کی یاد میں اور حق کے نام پر مرجائیں حضرت علی اکبر کی باتیں اس پانی کے مانند تھیں کہ جس نے حضرت امام حسین کے دل کی آگ بجھادی ہو اور امامؑ کو مطمئن کردیا کہ الحمدللہ میرا پورا گھرانہ خداوند عالم کی رضا سے راضی ہے اور اس امر سے کوئی شکوہ وشکایت نہیں رکھتا اسی وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے فرزند کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا کہ ''جزاک اللہ خیر الجزاء'' میرے بیٹے خداوند عالم تجھ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

(استعاذہ ص ۱۶۷)

آفتاب نیزہ پر

ملک شام کے :ایک شہر کے ایک صومعہ (عیسائیوں کی عبادت گاہ) میں عیسائی راہب رہتا تھا جب کربلا کا واقعہ رونما ہوا اور حضرت امام حسینؑ اور آپ کے جانثار فرزند اعزا و اصحاب شہید ہو گئے اور خونخوار ظالم دشمنوں نے شہداء کے سروں کو جدا کیا اور نیزوں پر نصب کیا اور شام کی طرف چلے تاکہ مقدس سروں کو یزید کو دیں یزید کے لشکر والے راستہ میں صومعہ کے پاس سے گذرے راہب کی نظر دور سے کٹے ہوئے سروں پر پڑی۔

ایک سر کی نورانیت اور معنوی عظمت نے اسکو متعجب کر لیا سمجھ گیا کہ یہ انسان کوئی عام لوگوں کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ انسان الٰہی اور خدا کا خاص اور منتخب بندہ ہے سراسیمگی و گھبراہٹ کی حالت میں صومعہ سے باہر آیا اور لشکر کے پاس گیا اور پوچھا کہ اس لشکر کا رئیس و سردار کون ہے؟

لشکر والوں نے شمر ملعون کو بتایا راہب اسکے پاس گیا اور پوچھا کہ تم آج کی رات یہیں ٹھہرو گے شمر نے کہا کہ ہاں:

راہب نے کہا کہ ممکن ہے کہ اس بریدہ سر مبارک کو آج رات مجھے دیدو

اور میرے پاس رہے؟ شمر نے کہا ہم ایسا کام نہیں کریں گے اسلئے کہ یہ سر بہت عزیز ہے اگر اس سر کو یزید کو دیں گے وہ ہم لوگوں کو بہت زیادہ انعام دیگا راہب نے کہا کہ میری تمام دولت بارہ ہزار درہم ہے وہ تمھیں دیتا ہوں اس شرط کے ساتھ کہ یہ سر ایک رات میرے پاس رہے ان سب نے قبول کیا پیسہ دیا اور سر حضرت سید الشہداء کو لیا اور صومعہ میں لے گیا اور سر کو گلاب سے دھویا اور اسی حال میں وہ سر کو بوسہ دیتا تھا اور روتا تھا اور کہتا تھا کہ:

اے مولیٰ میرے آقا میں جانتا ہوں کہ آپ بزرگ ہیں آپ مظلوم ہیں یہ کیسا ظلم تھا کہ ان لوگوں نے آپ پر روا رکھا بہر حال رات بھر راہب حضرت کے سر مقدس سے راز و نیاز کرتا رہا اسطرح کہ دوسرے روز فرزند رسول خدا کے سر مقدس کی برکت سے اسلام قبول کر لیا اور صالحین کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔

(معارفی از قرآن ص۵۰۶)

پیاس

مَسمَع قبیلہ کا رئیس اور ایک مشہور ومعروف محترم شخص تھا وہ کئی بار مدینہ اور حضرت امام صادق کی خدمت میں شرفیاب ہوا ایک روز حضرت امام صادق نے مسمع سے فرمایا کہ کیا قبر مطہر حضرت سید الشہداء کی زیارت کرنے جاتے ہو؟

مسمع نے عرض کی:

میں ایک مشہور ومعروف شخص ہوں میرے دشمن خبر دیدیں گے اور دربار کی طرف سے مجھے اذیت دی جائے گی حضرت امام صادقؑ نے فرمایا کہ کیا حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبتوں کو یاد کرتے ہو یا نہیں اس نے عرض کیا اے فرزند رسول خدا ہاں: جب کبھی میرے لئے پانی لاتے ہیں حضرت سید الشہداء کی تشنگی یاد آجاتی ہے میرا گلا بندھ جاتا ہے اور اس طرح روتا ہوں کہ پھر میں پانی نہیں پی پاتا۔

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا کہ خدا تمہارے اشک پر رحم کرے تم ان لوگوں میں سے ہو جو ہماری خوشی میں خوش ہوتے ہیں اور ہمارے غم میں عزادار ہوتے ہیں موت کے وقت میرے آباء واجداد تیرے بستر کے پاس آئیں گے اور تیرے لئے ملک الموت سے سفارش کریں گے تاکہ وہ تم پر تمھاری ماں سے بھی زیادہ مہربان ہو۔

پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے گریہ کیا اور مسمع نے بھی گریہ کیا پھر امامؑ نے فرمایا کہ خدا کا شکر کہ خدا نے ہم اہلبیت کو ایسا درجہ مرحمت فرمایا ہے اس وقت امامؑ نے فرمایا:

جو شخص ہماری مصیبتوں پر جو ہم پر وارد ہوئیں ہیں روئے ابھی آنسو اسکی آنکھ سے نہیں نکلتا کہ خدا اس کو بخش دیتا ہے اور یقیناً حوض کوثر جو بہشت میں ہے جہاں ہمارے شیعہ اسکے کنارے جمع ہونگے خوشحال ہونگے یہ اس آنسو کی جزا ہے جو حضرت امام حسین کیلئے جاری ہوتا ہے۔

(قیام حسینی ص ۸۸)

موت سے فرار

عبداللہ بن حر کوفہ کے ایک قبیلہ کا رئیس، شجاع، جنگ جو اور معروف شخص تھا جب مسلم بن عقیل کوفہ میں شہید کر دیئے گئے اور ابن زیاد شہر کوفہ پر قابض ہو گیا تو عبداللہ بن حر نے سوچا کہ اگر کوفہ میں رہا تو ابن زیاد کے لشکر کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام سے لڑنا پڑیگا جسکی بنا پر دنیا و آخرت میں ذلیل و نابود ہو جاؤنگا لہذا کوفہ سے نکل جاؤں پس بیابان کی طرف چلا اور اپنے بیٹے اور غلام کے ساتھ شہر سے باہر نکل گیا اور کوفہ سے چند منزلوں کے فاصلے پر ٹھہر گیا اتفاق سے حضرت امام حسین کا لشکر وہاں سے گذر رہا تھا امام نے خیمہ دیکھکر فرمایا کہ یہ کس کا خیمہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ عبداللہ بن حر کا ہے امام نے حجاج بن مسعود جو عبداللہ بن حر کے قبیلہ سے تھا، کو حکم دیا کہ جاؤ اور اسکو نصرت و مدد کیلئے بلاؤ حجاج عبداللہ کے پاس گیا اور اسکو حضرت امام حسینؑ کے لشکر میں شامل ہونے کیلئے دعوت دی لیکن عبداللہ نے کہا کہ اہل کوفہ نے اپنی بیعت کو مسلم بن عقیل سے توڑ دیا اور پیسے کے عوض میں اسے یزید کے ہاتھ بیچ ڈالا اگر تم سوچتے ہو کہ کوفہ میں حضرت امام حسینؑ کا کوئی یار و مددگار ہے تو یہ اشتباہ ہے، میں نے کوفہ کی حالت خراب دیکھی اور سمجھا کہ اگر رہ گیا تو مجبور ہو کر حضرت امام حسینؑ سے جنگ کرنا ہوگی اسی لئے یہاں آیا ہوں کہ اس بلا میں گرفتار نہ ہوں حجاج رنجیدہ اور سر جھکائے امام کے پاس

واپس گیا حضرت نے اتمام حجت کیلئے فرمایا کہ میں خود عبداللہ بن حر کے پاس جاتا ہوں امام چند چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ عبداللہ کے خیمے کے پاس گئے، عبداللہ نے ان لوگوں کا استقبال کیا حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ:

اے عبداللہ: تم نے بہت گناہ انجام دیئے ہیں اگر بغیر توبہ کے مر گئے خداوند عالم تجھ پر عذاب کریگا آؤ اور اپنے گناہوں کی توبہ کرو اور میری مدد کرو تا کہ میرے نانا رسول اسلام تیری شفاعت کریں عبداللہ بن حر نے عرض کیا میرے آقا: اگر میں ارادہ رکھتا کہ جنگ کروں ضرور آپکی رکاب میں شامل ہو کر جنگ کرتا اسلئے کہ جانتا ہوں کہ نجات آپکی یاوری و نصرت میں ہے اور ہلاکت ابن زیاد کی نصرت و مدد میں ہے لیکن جانتا ہوں کہ اگر میں آپ کی مدد کروں گا تو قتل ہو جاؤں گا پس مجھے معاف کیجئے لیکن عوض میں ایک گھوڑا میرے پاس ہے آپکو دیتا ہوں اس گھوڑے سے جسکا پیچھا کیا اسکو پایا اور جس سے بھاگا وہ مجھے پا نہ سکا ایک شمشیر بھی ہے اسکو ہدیہ کرتا ہوں اس تلوار سے جسکو بھی مارا ہے موثر ثابت ہوئی ہے امام حسین نے فرمایا کہ:

میں اتمام حجت کیلئے آیا ہوں اسپ و شمشیر کیلئے نہیں آیا ہوں، امام حسین اپنے خیمے کی طرف چلے گئے واقعہ عاشورہ اور سید الشہداء کی مظلومانہ شہادت ہوئے ایک مدت گذر گئی عبداللہ کوفہ پلٹ گیا ابن زیاد نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ ابھی تک کہاں تھے؟

عبداللہ نے کہا بیمار تھا ابن زیاد نے کہا کہ تیرا بدن مریض تھا یا تیرا قلب مریض تھا عبداللہ نے کہا کہ میرا بدن مریض تھا ابن زیاد نے کہا کہ نہیں قضیہ کچھ اور ہے تم یزید

کے مخالف ہو عبداللہ نے کہا اگر میں مخالف ہوتا تو میری مخالفت کی لوگ تجھے خبر دیتے کیا کوئی دلیل وثبوت رکھتے ہو؟

ابن زیاد نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ امام حسین سے تمھاری ملاقات ہوئی ہے اور تم نے ارادہ کیا تھا کہ اپنی تلوار اور گھوڑا ان کے حوالہ کرو، عبداللہ سمجھ گیا کہ جاسوس اسکے مراقب تھے اور اب بھی جان خطرے میں ہے چالاکی اور پھرتی سے باہر بھاگا اور اسی گھوڑے پر سوار ہوا اور تیزی کے ساتھ بہت دور نکل گیا ابن زیاد نے چند لوگوں سے اسکا پیچھا کرایا عبداللہ کربلا پہنچا گھوڑے سے اترا اور حضرت امام حسین کی قبر مطہر پر گیا اور اس حال میں کہ گریہ کر رہا تھا اور اپنے سر کو قبر مطہر پر مار رہا تھا کہا اے میرے مولا اس روز آپکی دعوت کا جواب نہیں دیا اور اتنی جلدی اپنے اعمال کے نتیجے تک پہنچا اے کاش اس روز آپ کی دعوت کو قبول کر لیتا اور آپکے ساتھ شہید ہوتا اسی وقت اس نے گھوڑوں کی سموں کی آوازیں سنیں کہ لوگ اسکا پیچھا کئے ہوئے تھے آخر اسی شدت غم سے اس واسطے کہ ابن زیاد کے جلادوں کے ہاتھ نہ لگے اس نے اپنے کو پانی میں ڈال دیا اور غرق ہو گیا۔

(قیام حسینی ص ۱۷۳)

با برکت سفر

شہر بصرہ: میں ایک عیسائی تاجر رہتا تھا ایک روز دوسرے تاجر نے جو اس سے معاملہ کرتا تھا اور بغداد میں رہتا تھا (اس تاجر نے) اسکے پاس خط لکھا کہ بصرہ تمھارے لئے چھوٹا ہے اگر تم بغداد آ جاؤ تو تمھارا کام بہت جلدی آگے بڑھے گا اور ترقی ہوگی نفع زیادہ ہوگا عیسائی شخص نے بھی اپنے دوست کی بات مان لی اپنی تمام اجناس کو بیچا اور اموال کو جمع کیا اور چند سواری لی اور اموال کو ان پر رکھا اور جانب بغداد چلا، راستے میں چند ڈاکوؤں اور چوروں سے سابقہ ہوا ان سب نے حملہ کر کے اسکے قافلے کو لوٹ لیا اور تمام ثروت و اموال چھین لے گئے اور جنگل میں اس عیسائی تاجر کو پیادہ چھوڑ دیا عیسائی تاجر مجبوراً پیدل چلنے لگا تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک خرابہ تک پہنچا اور وہاں پر آرام کیا اور پھر راستہ طے کرتا رہا چند دنوں کے بعد پیادہ راہ طے کرتے ہوئے شہر حلہ کے قریب پہنچا اور ایک قبیلہ کا مہمان ہوا اور اسوقت چند مسافر قبیلہ کے پاس وارد ہوئے عیسائی شخص نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں لوگوں نے کہا کہ یہ شیعہ لوگ ہیں جو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کی زیارت کرنے جا رہے ہیں چونکہ یہ کام عیسائی کیلئے عجیب لگ رہا تھا شیعوں سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو، شیعوں نے موافقت کی کہ اسکو بھی ساتھ میں لے چلیں تا کہ ہم لوگوں کی چیزوں کی محافظت کرے۔

جب کربلا پہنچے شب عاشور تھی، شیعوں نے اپنے سامان عیسائی تاجر کے پاس رکھے اور کہا کہ ہم عزاداری کیلئے جارہے ہیں اور کل صبح پلٹیں گے تم یہیں حرم مطہر کے باہر رہو اور ہمارے سامان کی حفاظت کرو، عیسائی شخص وہیں پر رہ گیا شیعوں کے عزادار دستے سینہ زنی کرتے ہوئے آتے تھے اور اسکے پاس سے گذرتے تھے وہ اس سے بہت زیادہ متاثر ہوا اور بے اختیار ہو کر رونے لگا شب گذر گئی اور دھیرے دھیرے افق کی سفیدی ظاہر ہوئی عیسائی کو نیند آگئی تو اس نے اسی وقت دیکھا کہ ایک بزرگوار آقا دو جوانوں کے ساتھ حرم مطہر سے باہر آئے آقا نے جوانوں سے کہا کہ ہر وہ شخص جو کربلا آیا ہے اسکا نام لکھو، جوان گئے اور تھوڑی دیر کے بعد پلٹے رجسٹر ہاتھ میں تھا جوانوں نے کہا کہ مولا سبھی کے نام لکھ لئے حضرت نے فرمایا کہ کسی کا نام نہ چھوڑیں جو شخص بھی کسی بھی گوشہ میں بیٹھا ہو اسکا نام تحریر کرلو تو جوانوں نے کہا کہ سبھی کے ناموں کو اپنے رجسٹر میں لکھ لیا ہے، آقا نے فرمایا: کہ پھر کیوں اس عیسائی شخص کا نام نہیں لکھا جوانوں نے کہا آقا وہ عیسائی ہے اور آپکی زیارت کے قصد و ارادے سے نہیں آیا ہے آقا نے فرمایا کہ کیا وہ ہمارے بساط پر نہیں آیا ہے؟ اس جملہ نے عیسائی شخص کو منقلب کردیا اور اس حال میں کہ اپنا سر و سینہ پیٹ رہا تھا اور رونا شروع کردیا صبح کے وقت جب شیعہ حضرات زیارت کرکے پلٹے تو اس واقعہ کو ان لوگوں سے بیان کیا اور شیعوں سے درخواست کی کہ کوئی ایسا کام کریں کہ میں حرم امام حسین میں داخل ہو جاؤں بہر حال حضرت امام حسین علیہ السلام کی رحمت اسکو نصیب ہوئی اس نے توبہ کی اور پھر مسلمان ہوگیا۔ (قیام حسینی ص ۱۲۷)

خون آلود خاک

ایک روز رسولؐ اپنی زوجہ امّ سلمہ کے گھر میں آرام فرمارہے تھے تو اس وقت حضرت امام حسینؑ گھر میں وارد ہوئے ام سلمہ نے حضرت امام حسینؑ کو روکا اور عرض کیا آپکے جد بزرگوار سو رہے ہیں اور نہیں چاہتے کہ کوئی ان کو بیدار کرے حضرت امام حسینؑ نے ام سلمہ کی بات نہ سنی اور حجرہ میں داخل ہوگئے اور رسول کے سینہ اقدس پر بیٹھ گئے ام سلمہ سمجھتی تھیں کہ رسول غصہ سے خواب سے اٹھ جائیں گے مگر اس وقت رسول کے گریہ کی آواز حجرہ سے سنائی دی ام سلمہ سمجھیں کہ رسول حضرت امام حسینؑ کے بے موقع آنے سے ناراحت و پریشان ہوگئے ہیں اس وجہ سے وہ کمرے میں آئیں اور رسول سے عذر خواہی کی کہ میں بچے کو روک نہ سکی رسول نے فرمایا کہ:

میرا گریہ و رونا حضرت امام حسینؑ کے آنے سے نہیں تھا میرا گریہ اس خبر کے باعث تھا جس کو جبرئیل امین نے میرے لئے نقل کیا ہے، جبرئیل نے میرے حسینؑ کی کربلا میں نشان دہی کی اور قبر حسینؑ کی خاک کو میرے لئے ہدیہ لائے پھر رسول نے اپنے دست مبارک کو کھولا اور تھوڑی سی خاک اپنی بیوی ام سلمہ کو دیا اور فرمایا کہ اسکو محفوظ رکھ دو جب بھی دیکھو کہ یہ خون ہوگئی ہے جان لو کہ امام حسینؑ درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے ہیں،

کئی سال گذر گئے رسول اسلام دنیا سے رخصت ہو چکے حضرت امام حسین نے سن ساٹھ ہجری میں ارادہ کرلیا کہ یزید جیسے ملعون سے بیعت نہیں کروں گا مدینہ سے خارج ہوئے جب حضرت امام حسین اپنی نانی ام سلمہ کے پاس وداع وخدا حافظی کے وقت گئے تو انھوں نے کہا میرے فرزند عراق کی طرف نہ جاؤ اسلئے کہ میں نے تمھارے جد بزرگوار سے بہت سنا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ امام حسین کربلا میں شہید ہونگے یہاں تک کہ انھوں نے مجھے تمھاری قبر کی خاک بھی دی ہے امام حسین نے فرمایا کہ میری نانی جان: آپکا خیال ہے کہ تقدیر میں نہیں جانتا، آپ چاہتی ہیں کہ اپنی قبر کو دکھادوں ام سلمہ نے عرض کیا:

ہاں اے فرزند پاک رسول خدا امام حسین نے اشارہ کیا اور خدا کے ارادے سے ام سلمہ کی آنکھوں سے حجاب ہٹ گئے اس وقت امام حسین نے اپنی قتل گاہ کی طرف ام سلمہ نانی کو دکھایا۔

اور پھر ہاتھ بڑھایا اور تھوڑی سی مقتل کی خاک اٹھائی اور ام سلمہ کو دی اور فرمایا کہ اسکو اس خاک کے پاس رکھو جس کو میرے نانا نے آپکو دی تھی جب بھی یہ خاک خون میں تبدیل ہو جائے سمجھ لو کہ میں ظالم کافروں کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔

(سید الشہداء ص ۱۱۱ ص ۱۶۶ ص ۱۶۷)

بردباری

شام کے لوگوں میں سے ایک شخص مدینہ گیا اور سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچا اور عرض کیا کیا آپ ابوتراب کے فرزند ہیں (حضرت علی کی کنیت ابوتراب ہے) حضرت امام حسین نے جواب دیا ہاں جب شامی نے امام کو پہچان لیا جتنا ہو سکا ان کو فحش وبرا کہا حضرت نے کمال بردباری کے ساتھ اس کی گستاخی وفحش کو سنا جب شامی کی گستاخی اور بے حرمتی تمام ہوئی حضرت نے فرمایا کہ قرآن کہتا ہے اگر کوئی شخص تمھارے ساتھ برائی کرے بہتر ہے کہ تم اس کو معاف کردو اور نادانوں سے دوری کرو اے شامی برا بھلا مت کہو کہ اس سے تم فقط اپنے کو نقصان پہنچاتے ہو پھر حضرت نے اپنے سر مبارک کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا کہ اے خداوند عالم مجھے اور اس شخص کو معاف کردے پھر امام نے پوچھا کہ اے شخص تو کہاں کا رہنے والا ہے کہا کہ میں شام کا رہنے والا ہوں حضرت نے فرمایا کہ شام کے لوگوں نے فریب کھایا ہے اور عادت کرلی ہے کہ اہلبیت کی شان میں جسارت کریں اے شامی اگر تم مدد چاہتے ہو تو تمھاری مدد کروں گا اگر پیسہ چاہتے ہو بے نیاز کروں گا اگر مکان نہیں ہے تم کو مکان دوں گا اگر ہدایت ونصیحت چاہتے ہو تو تمھیں ہدایت کروں گا حضرت نے اپنے بیان کو اتنا آگے بڑھایا کہ شامی شخص پشیمان ہو گیا اور گریہ کرنے لگا اور عرض کیا کہ اے کاش کہ زمین منھ کھول دے اور مجھے نگل جائے تاکہ پھر اس سے زیادہ شرمندہ نہ ہوں جب میں مدینہ میں داخل ہوا تھا حضرت امام حسین مبغوض ترین شخص میرے نزدیک تھے اور اب مدینہ سے خارج ہو رہا ہوں تو یہ عزیز ترین وبلند ترین فرد میرے نزدیک ہیں۔ (سید الشہداء، ص ۷۳)

عرب کی زیبائی

معاویہ کا بدبخت بیٹا یزید بدصورت و بدھیکل تھا اس نے اپنی عمر فحشاء و شہوت رانی میں گذاری تھی اسکے ہم نشین اور ساتھی بھی سنگدل وکثیف اور بے ہودہ تھے جب وہ لوگ یزید کا دل جیتنا چاہتے تھے تو یزید سے عورتوں کے صفات بیان کرتے تھے مثلا کہتے تھے کہ فلاں شخص کی بیوی یا لڑکی بہت خوبصورت و حسین ہے کہ فقط تیرے لائق ہو سکتی ہے عبداللہ بن سلام قرشی کی بیوی اُرینب عرب کی ثروت مند ترین اور خوبصورت ترین عورتوں میں سے تھی جب یزید سے اسکے صفات کو بیان کیا یزید اسکا نادیدہ عاشق ہوگیا اسی وجہ سے اپنے باپ معاویہ کے پاس گیا اور کہا کہ اگر اس عورت کو میرے لئے حاضر نہیں کروگے تو میں غصہ سے مرجاؤں گا معاویہ اس فکر میں پڑا کہ ارینب کو کسی حیلہ سے عبداللہ بن سلام قرشی کے ہاتھ سے لائے یہ معاویہ کی جانب سے عراق کا نمائندہ اور حاکم تھا لہذا ابوہریرہ کو عبداللہ کے پاس بھیجا اور اسکو ملک شام آنے کی دعوت دی اور کئی روز تک اسکی اچھی طرح سے مہمان داری کی ایک روز ابوہریرہ نے عبداللہ سے کہا:

اگر تم معاویہ کی لڑکی سے شادی کرو تو معاویہ کے مرنے کے بعد تم اسکے جانشین ہوگے عبداللہ دھوکہ کھا گیا اور معاویہ کی لڑکی کی خواستگاری کیلئے گیا معاویہ کی بیٹی نے

جس نے اپنے باپ سے حیلہ گری کا درس سیکھا تھا عبداللہ سے کہا کہ جب تک تم اپنی بیوی کو طلاق نہ دوگے تمھارے ساتھ شادی کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہونگی، عبداللہ نے اپنی بیوی کو طلاق دیا اور طلاق نامہ ابوہریرہ کو دیا تا کہ اس طلاق نامہ کو بیوی تک پہنچادے ابوہریرہ کے ذمہ یہ کام کیا گیا تھا کہ ارینب کی شادی یزید سے کرادے، راستے میں جارہا تھا کہ ابوہریرہ سے حضرت امام حسین کی ملاقات ہوئی امام نے اس سے پوچھا:

کہاں جارہے ہو، ابوہریرہ نے سارا واقعہ بیان کیا امام نے اس واسطے کہ یزید کو اس کام سے روکیں اور اسکے اس پلید نقشہ کو درہم وبرہم کریں، ابوہریرہ سے فرمایا کہ جب ارینب کے پاس جاؤ تو میری طرف سے خواستگاری کیلئے کہو ابوہریرہ ارینب کے پاس گیا اور طلاق نامہ دیا عورت پریشان ہوئی اور رونے لگی۔

ابوہریرہ نے کہا کہ پریشان نہ ہو اسلئے کہ یزید اور حضرت امام حسین نے تجھ سے خواستگاری کی ہے ارینب نے بھی تھوڑی دیر فکر کرنے کے بعد سعادت اخروی کو انتخاب کیا اور عدہ طلاق پورا کرنے کے بعد امام کے ساتھ عقد کرنے پر راضی ہوگئی امام نے فوراً اسکو مہر دیا اور اپنے گھر لائے جب یہ خبر معاویہ و یزید تک پہنچی نزدیک تھا کہ غصہ سے پاگل ہوجائیں جب ارنیب کے وصال سے محروم ہوگئے، تو عبداللہ کو غصے سے بھگا دیا معاویہ کی بیٹی نے عبداللہ کی خواستگاری پر جواب دیا کہ جو شخص اس ارینب جیسی عورت کو طلاق دیدے تو یہ مسلم بات ہے کہ مجھکو بھی بہت جلد طلاق دیدے گا عبداللہ سر جھکائے اور شرمندہ و دل شکستہ مدینہ لوٹ گیا اور روتا ہوا امام کے پاس گیا اور عرض کیا:

جب میں مدینہ سے جارہا تھا اپنے اموال ارینب کے حوالے کرگیا تھا اب اگر

آپ اجازت دیں تو اپنے اموال اس سے واپس لے لوں امام ارینب کے پاس گئے ارینب نے عبداللہ کی بات کی تصدیق کی اور عرض کیا کہ میرے آقا میں پیسہ آپ کو دیتی ہوں اور آپ عبداللہ تک پہنچ دیں امام نے فرمایا کہ نہیں پیسہ خود تمھارے پاس رہے اور تم خود عبداللہ کو دو اس وقت امام عبداللہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ میں نے تمہاری بیوی کو تمھارے لئے محفوظ رکھا ہے اور ابھی تک اس سے نزدیک نہیں ہوا ہوں اب میں نے اسکو تین طلاق دیدی ہے اور تم پھر اس سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہو۔

عبداللہ خوش ہو کر امام کے پیروں پر گر گیا، اور امام کا شکریہ ادا کیا اور چونکہ امام نے مہر نقدی طور پر ادا کیا تھا اس نے چاہا کہ وہ مہر امام کو واپس کر دے لیکن امام نے فرمایا ہم اہلبیت جو کچھ بھی ہدیہ دیتے ہیں اس کو واپس نہیں لیتے اور جب ارینب کا عدہ تمام ہو گیا پھر عبداللہ نے اس سے نکاح اور شادی کی اور ساتھ رہنے لگے یہاں تک کہ موت نے ایک دوسرے کو جدا کیا۔

(سید الشہدا ص ۱۶۷ اور زہر ربیع جلد اول ص ۳۴۰)

بے پناہوں کی پناہ

مروان بن حکم قریش کے بزرگوں میں سے ایک شخص تھا جو رسول سے بہت زیادہ دشمنی رکھتا تھا اتنی کہ فتح مکہ کے بعد رسول نے اسے جلاوطن کر دیا اور اس پر اور اسکے خاندان پر لعنت کی عثمان کی خلافت کے وقت وہ شخص رسول کے حکم کے برخلاف مدینہ واپس آ گیا اس کام کا باعث عثمان تھا عثمان بنی امیہ کے خاندان میں سے تھا اور مروان کا قریبی رشتہ دار تھا حضرت علی علیہ السلام کی خلافت ظاہری کے وقت اس نے امام کو بہت تکلیف دی اور پھر اسکے بعد حضرت امام حسن و امام حسین علیہما السلام اور اہلبیت علیہم السلام پر بھی ظلم و آزار پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہ کی، کربلا کے دردناک واقعہ اور شہادت حضرت امام حسین کے بعد مدینہ کے لوگ یزید کے خلاف بغاوت کیلئے کھڑے ہو گئے اور اس حاکم کو جو یزید کی طرف سے مدینہ میں معین کیا گیا تھا بھگا دیا اور بنی امیہ پر اتنی سختی کی کہ ان میں سے بہت سے لوگ مدینہ سے بھاگ گئے مدینہ کے لوگوں نے مروان سے بھی کہدیا کہ تم بھی مدینہ سے بھاگ جاؤ۔

لیکن مروان جو بہت سی عورتیں اور اولاد رکھتا تھا ان کی جان و آبرو سے ڈرتا تھا اسے یہ خوف تھا کہ اسکی غیبت میں مدینہ کے لوگ غصہ میں آ کر ان پر کہیں دست درازی نہ کریں اور آزار نہ پہنچائیں اسی وجہ سے اس نے سوچا کہ اپنے خانوادہ کو مدینہ کے بزرگوں میں سے کسی کے پاس کر دے تا کہ ان لوگوں کی جان محفوظ رہے اسی وجہ سے پہلے وہ

عمر کے بیٹے عبداللہ کے پاس گیا لیکن عبداللہ نے اسکے گھر والوں کو رکھنے سے انکار کر دیا اور قبول نہیں کیا اسکے بعد مروان مدینہ کے تمام بزرگوں کے پاس گیا، لیکن سبھی نے اس کو بھگایا جب مروان کو کہیں جگہ نہ مل سکی تو حضرت امام زین العابدین سید الساجدین کے پاس جا کر پناہ طلب کی اگر چہ مروان نے اہلبیت کے خاندان پر بہت ظلم ڈھائے تھے اور انھیں اذیتیں پہنچائیں تھیں لیکن حضرت نے اسکے اہل وعیال کو پناہ دی یہاں تک کہ ان میں عائشہ مروان کی بیوی جو عثمان کی بیٹی بھی تھی دوسری عورتوں اور بچوں کے ساتھ سب نے حضرت کے گھر میں پناہ لی اور مروان مدینہ سے خارج ہو گیا تھوڑے دنوں بعد یزید نے اپنے خونخوار لشکر والوں کو مدینہ کے انقلاب کو سرکوب کرنے کیلئے بھیجا لشکر والوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور لوگوں کا انقلاب شکست کے قریب پہنچ گیا مدینہ کے سبھی لوگ جانتے تھے کہ اگر یزید کا لشکر شہر کے اندر آیا تو کسی پر رحم نہ کریں گے اور لوگوں کے مال وجان وناموس پر تجاوز کریں گے اس بلا اور ناامیدی کے موقع پر بہت سی مدینہ کی عورتیں اپنے بچوں کے ساتھ حضرت سجاد کے گھر میں پناہ گزین ہوئیں اہلسنت کے علمانے مرقوم کیا ہے کہ اس فتنے میں چار سو عورتوں نے اپنے بچوں کے ساتھ حضرت کے گھر میں پناہ لی حضرت ان لوگوں کو شہر مدینہ سے باہر لے آئے اور یزید کے لشکر والے حضرت کے مرتبہ اور معنویت کی وجہ سے اس کام سے مانع نہ ہو سکے جب تک جنگ وخونریزی مدینہ میں ہوتی رہی تمام عورتوں اور بچوں کے کھانے اور لباس ومکان ومخارج وغیرہ سبھی چیزیں حضرت کی طرف سے ملتی تھیں جب فتنہ ختم ہو گیا تو ایک عورت نے کہا خدا کی قسم میں نے اپنے ماں باپ وشوہر کے پاس بھی ابھی تک اتنی بہترین وآرام زندگی نہیں گذاری تھی جو اُن حضرت امام بزرگوار کے سایۂ عطوفت میں گزاری ہے۔ (قلب سلیم جلد دوم ص ۳۶۵)

اجنبی ہمسفر

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام ہمیشہ ان لوگوں کے ساتھ سفر کرتے تھے جو کہ حضرت کو نہیں پہچانتے تھے اور سفر میں حضرت اپنے ہمسفر افراد سے شرط کرتے تھے کہ خود بھی کوئی کام کرنے کی ذمہ داری لیں اور کوئی خدمت انجام دیں ایک سفر میں حضرت امام سجاد اپنے ہمسفر اشخاص کی خدمت کرنے میں مشغول تھے ایک شخص نے حضرت کو پہچان لیا اور ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ یہ آقا کون ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں اس شخص نے کہا کہ وہ حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہما السلام ہیں ہمسفر افراد نے جیسے ہی یہ جملہ سنا اپنے کو حضرت کے قدم مبارک پر گرا دیا اور اس حال میں کہ حضرت کے ہاتھ اور پیروں کا بوسہ لے رہے تھے ان سب نے عرض کیا اے فرزند رسول کیا آپ چاہتے تھے کہ ہم کو جہنم کی آگ میں جلائیں؟ اگر ہم نے نادانستہ آپکی شان میں کوئی جسارت کر دی ہوتی تو ہمیشہ کیلئے ہم ہلاکت میں پڑ جاتے؟ کیونکہ آپ نے ہم سے اپنا تعارف نہیں کرایا حضرت نے فرمایا کہ ایک بار میں نے ان لوگوں کے ساتھ جو مجھے پہچانتے تھے سفر کیا ان لوگوں نے رسول اسلام کی وجہ سے میرا بہت زیادہ احترام واکرام کیا اور اجازت نہیں دی کہ قافلہ کے کاموں میں سے کسی کام کا وظیفہ میرے ذمہ ہو اس وجہ سے میں ڈرا کہ تم لوگ بھی میرے ساتھ ایسا ہی حسن سلوک کرو میں یہی پسند رکھتا ہوں کہ ناشناختہ رہوں تا کہ کوئی شخص میرے اور دوسروں کے درمیان کوئی فرق نہ رکھے۔ (قلب سلیم جلد دوم ص ۱۴۲)

صحیفۂ عبادت

جابر بن عبداللہ انصاری رسول اسلام کے دوستوں میں سے تھے ان کی عمر بہت زیادہ تھی اتنی کہ حضرت امام محمد باقر سے ملاقات کی اور رسول کے سلام کو آنحضرت کی خدمت میں پہنچایا فاطمہ بنت امیر المومنین نے ایک روز جابر سے فرمایا میرے بھتیجے حضرت امام سجاد بہت زیادہ عبادت کرتے کرتے کمزور ہوگئے ہیں پیشانی اور دونوں گھٹنوں اور ہاتھوں پر گھٹے پڑگئے ہیں اور مجروح ہوگئے ہیں اور ان کا بدن کمزور اور لاغر ہوگیا ہے ان سے کہدیں کہ تھوڑا کم عبادت کریں جابر حضرت امام سجاد کے پاس پہنچے اور عرض کیا اے فرزند رسول خداوند عالم نے بہشت کو آپ اور آپکے دوستوں کیلئے پیدا کیا ہے اور دوزخ کو آپکے دشمنوں اور مخالفوں کیلئے خلق کیا ہے کیوں اتنا آپ اپنے کو زحمت میں ڈالتے ہیں حضرت نے فرمایا:

کیا نہیں جانتے کہ میرے جد رسول اللہ وہ مقام ومنزلت خدا کے نزدیک رکھتے تھے اور خداوند عالم نے ان کے گذشتہ وآئندہ کو بخش دیا تھا پھر بھی عبادت میں مبالغہ اور مشقت کو ترک نہیں کیا میرے ماں باپ ان پر فدا ہو جائیں رسول اسقدر عبادت کرتے تھے کہ ان کے پیروں میں ورم ہو جاتے تھے اصحاب عرض کرتے تھے

کیوں ایسی زحمت کرتے ہیں جبکہ خداوند عالم آپ کیلئے کوئی بھی گناہ وتقصیر نہیں لکھتا رسول نے فرمایا کہ خداوند عالم نے ہمیں بہت زیادہ نعمتیں دیں ہیں کیا میں شکرگزار بندہ نہ رہوں، جابر نے حضرت امام سجاد سے عرض کیا کہ مولا مسلمانوں پر رحم کیجئے اسلئے کہ خداوند عالم آپ کی برکت سے بلاؤں کو ان سب کے سروں سے دور رکھتا ہے اور ان لوگوں پر عذاب نہیں کرتا حضرت نے فرمایا کہ اے جابر میں اپنے آباء واجداد کی سنت پر عمل کروں گا تا کہ ان سے ملاقات کروں ایک روز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے پاس حاضر ہوئے اور دیکھا کہ عبادت کی کثرت سے ان کی حالت تغیر کرگئی ہے آپ کا رنگ مبارک شب زندہ داری کے باعث زرد ہوگیا ہے اور آپ کی آنکھیں کثرت گریہ سے مجروح ہوگئی ہیں شدت سجدہ سے آپکی نورانی پیشانی پر گھٹے پڑ گئے ہیں اور پائے مبارک پر نماز میں کثرت قیام سے ورم ہوگئے ہیں اور اس حال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بہت زیادہ رونے لگے حضرت امام سجاد اپنے فرزند ارجمند کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کتابوں میں سے وہ کتاب جو ہمارے جد امیر المومنین کی عبادتوں کے بارے میں لکھی ہے لے آؤ۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کتاب لائے حضرت امام سجاد علیہ السلام نے تھوڑا سا پڑھا پھر صحیفہ کو زمین پر رکھا اور فرمایا کہ کون شخص ہوسکتا ہے جو ہمارے جد امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی عبادت کی طرح خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرے۔

(قلب سلیم ج۲ ص ۵۷)

برائی کا جواب

ایک روز حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے اصحاب کے پاس بیٹھے تھے امام کا ایک چچازاد بھائی جو جسور و گمراہ تھا وہاں سے گذر رہا تھا جب امام پر اسکی نگاہ پڑی قریب آیا اصحاب کے سامنے امام کو سخت اور اہانت آمیز کلمات کہے امام اسکی توہین کے جواب میں خاموش رہے اور اصحاب بھی اگر چہ چاہتے تھے کہ ایک دندان شکن جواب اسکو دیں لیکن امام کو دیکھ کر ساکت رہ گئے دوسرے روز امام نے اصحاب سے فرمایا کہ اٹھو اور چلو تاکہ کہ اپنے چچازاد بھائی کے گھر چلیں۔

اصحاب چلے جب امام اپنے چچازاد بھائی کے گھر پہنچے وہ شخص حضرت امام سجاد علیہ السلام اور آپکے اصحاب کو دیکھ کر ڈرا اور خیال کیا وہ لوگ اس سے انتقام وتنبیہ کیلئے آئے ہیں لیکن کمال تعجب کے ساتھ حضرت امام نے اس سے نرمی سے فرمایا میرے چچازاد بھائی جو کچھ تم نے مجھے کل کہا تھا اگر میرے اندر ہے تو خدا مجھے معاف کر دے اور اگر مجھ میں نہیں ہے خدا سے چاہتا ہوں کہ تجھے تیری باتوں کی خاطر معاف کرے وہ حضرت امام کے اس تعجب خیز عمل سے منقلب ہو گیا امام کے چہرۂ اقدس اور دست مبارک کا بوسہ لیا اور عذر خواہی کی اور کہا کہ خداوند عالم ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کس شخص میں قرار دے۔ (توحید ص ۳۱۲)

خدا کی راہ میں آزاد شدہ غلام

حضرت امام زین العابدین کے پاس چند مہمان آئے تھے امام نے فرمایا کہ تھوڑا گوشت مہمانوں کیلئے (۱) سیخ کباب بنا کر لائیں جب کباب بن گیا ایک غلام گیا اور سیخوں کو آگ سے نکالا تاکہ مہمانوں کیلئے لائے اچانک ایک سیخ اسکے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور حضرت امام کے ایک فرزند کے اوپر گر پڑا جس نے بچہ کو جابجا زخمی کر دیا غلام نے ہوشیاری کی اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی ''وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ'' (۲)

حضرت امام نے فرمایا کہ میں اپنے غصہ کو پی گیا پھر غلام نے اس آیت کو پڑھا ''وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ'' حضرت امام نے کہا کہ تجھ کو معاف کیا غلام نے

....

(۱) سیخ یعنی پکانے کی لوہے کی سلاخ، جس پر قیمہ لگا کر آگ میں کباب کی طرح بناتے ہیں۔

(۲) '' اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ''

(سورہ آل عمران ۱۳۴)

''جو لوگ خوشحالی اور تنگی کے وقت میں بھی (خدا کی راہ پر) خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو روکتے ہیں اور لوگوں (کی خطا) سے در گذر کرتے ہیں اور نیکی کرنے والوں سے خدا الفت رکھتا ہے''

آخر میں تلاوت کی ''وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ'' حضرت امام نے کہا کہ تجھ کو خدا کی راہ میں آزاد کردیا۔

جو شخص خدا کی بندگی میں بلند درجات تک نہیں پہنچا ہے غضب وغصہ کے موقع پر ایسے کام انجام دیتا ہے اور ایسی گمراہ کن باتیں کرتا ہے کہ اسکو صراط مستقیم سے خارج کردیتی ہیں لیکن حضرت امام زین العابدین سید الساجدین ایسے بلند مرتبہ پر فائز ہیں کہ سخت ترین موقع پر بھی فوراً اپنے غصّے کو پی جاتے ہیں اور خطا کار کو تنبیہ کے بجائے خدا کی راہ میں آزاد کردیتے ہیں دیکھئے راستہ کا فرق کہاں سے کہاں تک ہے؟

(نفس مطمئنہ ص ۸۵)

امام کی عیدی

ہر سال جب عید کا موقع آتا تھا تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے غلاموں اور کنیزوں کو اکٹھا کرتے تھے اسوقت تمام خلاف ورزی اور اشتباہات جو پورے سال بھر ان میں سے ہر ایک انجام دیئے ہوتا تھا اور حضرت یادداشت فرمائے رہتے تھے انھیں یاد دلاتے تھے اور پھر فرماتے تھے کہ آج عید کا دن ہے میں نے تم سبھی لوگوں کو معاف کیا اور خدا کی راہ میں آزاد کیا تم بھی کہو کہ اے پروردگار علی بن الحسینؑ نے ہمکو معاف کردیا ہے تو بھی ان کی خطاؤں کو معاف کر انھوں نے ہم لوگوں کو آزاد کردیا ہے تو بھی ان کو جہنم کی آگ سے آزاد فرما۔(۱)

(اخلاق اسلامی ص ۶۴)

....

(۱) شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اور انبیاء وائمہ معصومین علیہم السلام سبھی معصوم ہیں یعنی کبھی بھی عمداً وسھواً گناہ وخطا نہیں کرتے اس بنا پر اس طرح کے جملے جب کبھی ائمہ معصومین کے کلام میں دیکھے جائیں تو وہ فقط خدا کے سامنے اظہار تواضع وانکساری کی خاطر اور نیز مسلمانوں کو درس عبرت دینے کیلئے ہوتے ہیں۔

بہت جلد شفا

محمد بن مسلم: بزرگترین شیعوں کے علماء میں سے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے شاگردوں میں سے تھے لوگوں نے محمد بن مسلم سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں کوفہ سے مدینہ کی طرف چلا اور جب مدینہ پہنچا بہت سخت بیمار ہو گیا کہ پھر میرا کھڑا ہونا دشوار تھا بستر پر لیٹا ہوا تھا کہ کسی نے دق الباب کیا تھوڑی دیر بعد حضرت امام محمد باقرؑ کا غلام وارد ہوا ہاتھ میں پانی کا ظرف تھا اوراوپر کے حصہ کو رومال سے بند کر دیا تھا اس نے پانی کا ظرف مجھ کو دیا اور کہا کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے:

اس پانی کو پیئو اور مجھ سے کہا کہ جب تک تم نہ پلا دینا وہاں سے واپس مت ہونا میں نے پانی کو لیا اور پیا، اس قدر خوش مزہ اور خوشگوار تھا کہ اپنی عمر میں کبھی ایسا پانی نہیں پیا تھا جب پانی پیا، اچانک عجیب قدرت وطاقت اپنے اندر محسوس کی تو غلام نے کہا کہ حضرت امام محمد باقر نے فرمایا ہے کہ ابھی ان کے پاس چلو میں نے کہا کہ تم نے نہیں دیکھا کہ بیماری کی وجہ سے حرکت نہیں کرسکتا اور بستر پر پڑا ہوں غلام نے کہا کہ یہ امام کا حکم ہے میں نے بھی اطاعت کی اور اٹھا کمال تعجب سے دیکھا کہ میرے بدن میں کوئی درد نہیں ہے اور پوری طرح قادر ہوں پس غلام کے ساتھ امام کے گھر کی طرف

چلے جب حضرت امام کے گھر کے پاس پہنچے دق الباب کیا امام نے فرمایا کہ تم صحیح وسالم ہو گئے ہو داخل ہو جاؤ میں روتا ہوا داخل ہوا سلام کیا اور امام کے دست وسر مبارک کا بوسہ لیا امام نے فرمایا:

اے محمد بن مسلم کیوں روتے ہو؟ عرض کیا کہ آپ پر قربان ہو جاؤں غربت وراستہ دور ہونے اور سعادت زیارت حاصل نہ کرنے اور آپکی خدمت میں رہنے کی ناتوانی کی وجہ سے روتا ہوں امام نے فرمایا کہ اولاً تو خداوند عالم نے ہمارے تمام شیعوں ودوستوں کو ناتوان بنایا ہے اور بلاؤں کو ان پر نازل کیا ہے اور یہ آزمائش الٰہی ہے لیکن غربت کی بات جہاں تک ہے پس مومن اس دنیا میں اور لوگوں کے درمیان غریب ہے یہاں تک کہ اس دنیا سے گذر جائے اور جوار قرب الٰہی میں جگہ پائے۔

اس موقع پر حضرت سید الشہداء کے مکان کی دوری کی تاسی کرد کہ بہت دور ہمارے اس مدینہ سے فرات کے کنارے ہیں لیکن جو تم نے ہماری زیارت کے شوق اور اپنی ناتوانی کے متعلق کہا پس خدا تمھارے دل کے اسرار سے آگاہ ہے اور تجھ کو اس نیک نیت کی جزا دے گا پھر امام نے فرمایا کہ:

کیا تم حضرت امام حسینؑ کی قبر مطہر کی زیارت کیلئے جاؤ گے میں نے عرض کیا کہ جی ہاں لیکن بہت خوف ووحشت کے ساتھ جاؤں گا امام نے فرمایا کہ جتنا بھی ڈر زیادہ ہوگا زیارت کا ثواب بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا جو شخص اس سفر میں ڈرے قیامت کے خوف سے امان میں رہے گا اور جب قبر کی زیارت کر کے پلٹے گا بخش دیا جائیگا پھر امام نے فرمایا کہ اس شربت کو کیسا پایا میں نے عرض کیا کہ گواہی دیتا ہوں کہ آپ اہل بیت

رحمت ومعدن حکمت ہیں جب غلام شربت کو لایا میں بیماری کی وجہ سے اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو پاتا تھا کسی چیز کو اس سے زیادہ خوشبودار وخوشگوار اور ٹھنڈا نہ پایا اور اسکو پیتے ہی فوراً شفایاب ہوگیا۔

جب غلام نے کہا کہ میرے مولا کے پاس چلو میں نے کہا کہ جاؤں گا ولو میری جان چلی جائے لیکن جب روانہ ہوا گویا اس طرح جیسے زندان سے رہا ہوا ہوں آسودہ اور نہایت آرام تھا خداوند عالم کا شکر کہ اس نے آپ کو شیعوں کیلئے رحمت بنایا ہے حضرت امام نے فرمایا کہ جو شربت تم نے پیا وہ حضرت امام حسین کی قبر مطہر سے مرکب کیا گیا تھا اسلئے کہ آنحضرت کی خاک شفا بہت بہترین دوا ہے اور کوئی چیز اسکے برابر نہیں ہے ہم علاج کیلئے وہی خاک استعمال کرتے ہیں اور اس سے بہت زیادہ خیر دیکھا ہے۔

(گناہان کبیرہ جلد دوم ص ۵۲۸)

بیکار انسان خدا کے غضب کا نشانہ

راوی نقل کرتا ہے کہ گرمی کے موسم میں ظہر کے وقت کھیتوں کے کنارے سے گذر رہا تھا یہ جگہ خلوت وخاموش تھی اور اس اطراف میں کوئی انسان نظر نہیں آرہا تھا جب میں تھوڑا سا آگے بڑھا تو ایک شخص کو دیکھا کہ کلہاڑی ہاتھ میں لئے تھا اور اپنی کھیتی میں کام کر رہا تھا قریب گیا دیکھا کہ حضرت امام محمد باقر گرمیوں میں ظہر کے وقت اس حالت میں کہ پسینے پسینے ہو رہے ہیں کلہاڑی چلا رہے ہیں اور کھیتی میں کام کر رہے ہیں اس وقت ایک شخص جو صوفیہ سے تھا ان کے پاس آیا اور عرض کیا آقا آپ اس سن ضعیفی میں کیوں اپنے کو زحمت میں ڈالتے ہیں کیا آپ کو یہ خوف نہیں کہ آج آپکی عمر کا آخری دن ہو، حضرت نے فرمایا کیوں؟ میں ڈرتا ہوں کہ میری آخری عمر کا روز ہو اور اپنے وظیفے پر عمل نہ کئے ہوں خدا کی قسم اگر میری موت اسی حالت میں آجائے تو مجھے ایسے وقت موت آئے گی کہ خدا کی اطاعت کی حالت میں رہوں گا اسلئے کہ میں کام کرتا ہوں تا کہ تم ہارا اور دوسرے لوگوں کا محتاج نہ رہوں اور اس وقت موت سے ڈرتا ہوں کہ موت آئے اس حال میں کہ میں معصیت ونافرمائی خدا میں مشغول رہوں بے کار شخص (جو کام نہ کرتا ہو) خدا کے غضب کا مستحق ہے۔ (توحید ص ۳۲۷ ص ۴۳۷)

بہشت میں ایک گھر

حضرت امام جعفر صادق کے دوستوں اور اصحاب میں سے ایک شخص جبل عامل (۱) میں رہتا تھا وہ شخص اس شہر کے اشراف و بزرگوں اور دولتمندوں میں سے تھا وہ حج کرنے کیلئے مکہ مکرمہ کی جانب چلا راستے میں مدینہ آیا ارادہ کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو جب امام کے حضور میں شرفیاب ہوا دس ہزار درہم امام کو دیا اور حضرت سے درخواست کی کہ مدینہ میں اسکے لئے گھر خریدیں امام نے قبول کیا اور پیسے لیا اور جب وہ شخص مکہ مکرمہ چلا گیا امام نے تمام پیسے کو سادات وفقیروں کے درمیان تقسیم کر دیا اس شخص نے اعمال حج انجام دیئے اور تھوڑے دنوں کے بعد مدینہ پلٹا اور امام کے پاس گیا اور عرض کی مولی کیا برائے مہربانی میرے لئے آپ نے گھر خریدا؟ امامؑ نے فرمایا: جی ہاں!

کیا چاہتے ہو کہ اسکا بیع نامہ تم کو دوں اس نے عرض کیا ہاں اے فرزند رسول خدا امام نے ایک کاغذ اسکو دیا جس پر لکھا ہوا تھا جعفر بن محمد نے اس شخص کیلئے بہشت

....

(۱) جبل عامل آج کل لبنان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔

میں گھر خریدا ہے جس کی ایک سمت حضرت رسول اکرم کے گھر سے متصل ہے دوسری سمت حضرت علی علیہ السلام کے گھر سے اور دو سمت اس گھر کے حضرت امام حسن وحضرت امام حسین کے گھر ہیں اس نے نوشتہ پڑھا اور بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور عرض کیا:

میں نے قبول کیا امام نے بھی فرمایا کہ میں نے بھی اس گھر کی قیمت کو سادات وفقیروں کے درمیان تقسیم کر دیا ہے وہ مرد خوش ہو کر بیع نامہ کو لیا اور رخصت ہو گیا اور آخری عمر میں وصیت کی کہ میری موت کے بعد بیع نامہ کو میرے کفن میں رکھدیں گے، وہ شخص دنیا سے گذر گیا تو لوگوں نے اسکو دفن کیا اور بیع نامہ کو کفن کے اندر رکھا دوسرے دن دیکھا کہ قلم قدرت الہی سے اسکی قبر پر لکھا ہوا ہے جعفر بن محمد علیہما السلام نے اپنے وعدہ کو وفا کیا۔

(صدیقہ کبری، فاطمہ زہرا ص ۹۹)

مبارک زبان

بنی عباس کے امیروں میں سے ایک امیر کا غلام رُفید نام کا تھا ایک روز امیر اپنے غلام پر غضبناک ہوا اور ارادہ کیا کہ قتل کردے گا رفید حاکم کے پاس سے بھاگا اور حضرت امام صادق علیہ السلام کے پاس جا کر پناہ لی اور حضرت سے چاہا کہ پناہ دیں امام نے فرمایا کہ اسکے پاس جاؤ اور میرا سلام پہنچاؤ اور کہو کہ جعفر بن محمد علیہما السلام فرزند رسول خداؐ نے تمہارے غلام کو پناہ دی ہے اور اسکو اذیت مت پہنچاؤ غلام نے کہا کہ میرا امیر شام کا رہنے والا ہے اور جیسا کہ جانتے ہیں کہ شام کے زیادہ تر لوگ ائمہ معصومین کے مخالف ہوتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ اگر آپ کے پیغام کو اس تک پہنچاؤں تو اور زیادہ غصہ ہو امام نے فرمایا ڈرو نہیں جاؤ اور جو کچھ تم سے کہا ہے اس تک پہنچاؤ۔

غلام اپنے امیر کے گھر کی طرف چلا جنگل میں اس کی ایک عربی شخص سے ملاقات ہوئی اور کہا کہ کہاں جارہے ہو اے شخص! میں تمہاری صورت سے موت کے آثار دیکھ رہا ہوں اسوقت غلام کے ہاتھ کو پکڑا اور اسکو دیکھا اور کہا یہ ہاتھ اس شخص کا ہے جو جلد ہی قتل کیا جائیگا اور پھر غلام کے پیروں کی طرف نظر کی اور کہا یہ پاؤں اس شخص کے ہیں جو قتل ہونگے اسی ترتیب سے غلام کے تمام بدن کو دیکھا اور کہا کہ یہ بدن ایسے شخص کا

بدن ہے جو موت کی طرف جارہا ہے پھر غلام کی زبان پر غور کیا اور کہا کہ موت سے نہ ڈرو اس لئے کہ تمہاری زبان پر ایسا پیغام ہے کہ اگر بڑے بڑے اور اونچے اونچے پہاڑوں کو یہ پیغام پہنچاؤ تو سبھی مطیع ہوجائیں گے غلام راستہ طے کرنے لگا یہاں تک کہ اپنے مولا کے گھر پہنچا جب گھر کے اندر پہنچا لوگوں نے اسکو گرفتار کرلیا اور اسکے ہاتھوں کو باندھ دیا اور حاکم نے حکم دیا کہ اس کو قتل کردیا جائے۔

جلاد ننگی تلوار لیکر آیا اور غلام کے سر کے اوپر کھڑا ہوگیا تا کہ سر کو اس کے بدن سے جدا کرے آخری موقع پر غلام نے کہا اے امیر مجھے تم نے جبر و طاقت سے نہیں پکڑا ہے بلکہ میں اپنے پاؤں سے یہاں پر خود آیا ہوں اسلئے کہ ایک پیغام ہے جو چاہتا ہوں کہ تم سے تنہائی میں کہوں میری باتوں کو سنو:

پھر اگر چاہنا تو مجھے قتل کردینا شامی نے اپنے ہمنشینوں سے کہا کہ سب چلے جائیں جب کمرہ خالی ہوگیا تو غلام نے کہا کہ تمہارے اور میرے مولا و آقا حضرت امام جعفر بن محمد علیہما السلام نے تجھ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ:

مجھے پناہ دی ہے غلام کا امیر شامی اس بات سے متعجب ہوا جذبات کے ساتھ پوچھا کیا تم قسم کھاتے ہو کہ آنحضرت نے سلام پہنچایا ہے۔

غلام نے قسم کھائی پھر شامی نے دوبارہ اس سوال کی تکرار کی اور پھر غلام نے قسم کھائی کہ عین حق و حقیقت بیان کی ہے شامی جو کہ خوشی سے اپنے ہی میں سما نہیں رہا تھا فوراً غلام کے ہاتھوں کو کھول دیا اور کہا کہ میرا دل نہیں مانتا مگر یہ کہ تم میرے ہاتھوں کو اسی طرح جیسے تم کو باندھا تھا باندھ دو۔

غلام نے کہا کہ میں اس کام کی جرأت نہیں کر سکتا امیر نے کہا کہ جب تک یہ کام نہ کرو گے میری شرمندگی کم نہیں ہوگی شامی نے اتنا اصرار کیا کہ غلام نے رسی سے اسے باندھ دیا اور پھر اس کو کھولا شامی نے اپنی انگوٹھی غلام کو دی اور کہا کہ یہ میری مُہر ہے آج میں نے اپنے تمام امور تمہارے حوالے اور تمام اپنی دولت وثروت وجاہ وحشم تمہارے ہاتھ میں دیدی ہے جو تیرا دل چاہے کر تجھے اختیار ہے اس طرح سے غلام نے حضرت امام صادق کی ولایت سے متمسک ہونے کے باعث نہ فقط موت سے نجات پائی بلکہ اپنے مولا کے نزدیک بلندترین مرتبہ کو پہنچ گیا۔

(گناہان کبیرہ جلد دوم ص ۱۱۴)

قیمتی خط

نجاشی: حضرت امام جعفر صادق عیہ السلام کے شیعوں اور اصحاب میں سے تھا ایک مرتبہ وہ شہر اہواز (۱) کی حکومت پر منصوب ہوا نجاشی کے کارمندوں میں سے ایک شیعہ تھا جو امام کے پاس گیا اور عرض کی کہ مجھے دس ہزار درہم مالیات نجاشی کی حکومت کو ادا کرنے کے لئے چاہئے لیکن میرے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے، چونکہ نجاشی آپ کے دوستوں میں سے ہے اور مومن شخص اور آپ کا فرمانبردار ہے اگر بہتر سمجھیں تو اسکے لئے ایک نامہ تحریر فرما دیں کہ وہ میری مدد کرے امام نے نجاشی کے پاس نامہ لکھا جو اس مضمون کا تھا اپنے بھائی کو خوش رکھو تاکہ خدا تم کو خوش رکھے اس شخص نے نامہ اٹھایا اور نجاشی کی ملاقات کیلئے گیا۔ جب نجاشی کے دفتری امور ختم ہوئے اور تنہارہ گیا تو اس کے پاس گیا اور خط دیا اور کہا کہ یہ حضرت امام صادق کا خط ہے نجاشی نے امام کے خط کو احترام کے ساتھ لیکر بوسہ دیا اور آنکھوں پر رکھا اور پڑھا اور پھر کہا کہ کیا حاجت ہے اس شخص نے کہا کہ دس ہزار درہم مایات کا آپکے رجسٹر میں لکھا ہوا ہے۔

(۱) "اہواز" ایران کے مشہور شہر کا نام ہے۔

اور مجھے ادا کرنا ہے نجاشی نے اپنے حساب دار کو بلایا اور کہا کہ اس شخص کا حساب تلاش کرو اور اسکے قرض کو میرے حساب میں لکھ دو پھر کہا کہ آئندہ سال کے مالیات کو بھی میرے ذمہ لکھ دو اس کے بعد پھر اس سے پوچھا کیا تم کو میں نے خوش رکھا اس نے جواب دیا جی ہاں!

پھر نجاشی نے حکم دیا کہ ایک گھوڑا اور ایک کنیز اور ایک غلام اور ایک جوڑا قیمتی لباس اسے دیا جائے اور پھر اس سے پوچھا کہ کیا تم کو خوش کیا مرد نے کہا جی ہاں اس کے بعد کہا کہ اس کمرے کا فرش جس پر میں بیٹھا ہوں اس کو اٹھا کر اپنے ساتھ لیجاؤ وہ شخص خوشحالی سے نجاشی کے پاس سے رخصت ہوا اور تھوڑے دنوں کے بعد حضرت امام صادق کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور نجاشی کے کاموں کو بیان کیا امام نجاشی کے کاموں سے خوش ہوئے اس شخص نے عرض کی اے فرزند رسول خدا گویا نجاشی کے کاموں سے آپ خوش ہوگئے ہیں امام نے فرمایا جی ہاں خدا کی قسم نجاشی نے خدا و پیغمبرؐ کو بھی خوش کیا ہے۔

(گناہان کبیرہ جلد دوم ص ۸۸)

سچا وعدہ

بنی امیہ کی حکومت میں ایک جوان نوکری کرتا تھا وہ ایک روز علی بن ابی حمزہ جو ''حضرت امام صادق کے دوستوں اور شیعوں میں سے تھے'' کے پاس گیا اور ان سے چاہا کہ حضرت سے میری ملاقات کرادیں حضرت نے جوان کو حاضر ہونے کیلئے اجازت دی جوان حضرت کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور عرض کی کہ میں بنی امیہ کے دیوان میں کام کرتا تھا اور اس سے میں نے بہت سے اموال ورقوم حاصل کئے لیکن ان اموال کو حاصل کرنے کیلئے حلال وحرام کا خیال نہیں کیا اب میں اپنے گذشتہ کاموں پر شرمندہ ہوں اور توبہ کا قصد رکھتا ہوں آپ بتائیے کہ کیا کروں؟ حضرت نے فرمایا:

اگر تم اور تمھاری طرح کے لوگ بنی امیہ کے دربار میں کام نہ کرتے اور اس کے لئے مالیات جمع نہ کرتے اور لکھا پڑھی نہ کرتے غنیمت کا مال نہ لیتے اور ان کی خاطر جنگ پر نہ جاتے اور ان کی جماعت میں حاضر نہ ہوتے تو پھر وہ ہم اہل بیت علیہم السلام کا حق ہرگز غصب نہیں کر سکتے تھے اور اگر لوگ ان کو چھوڑ دیتے تو پھر وہ مال دنیا سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے تھے جوان نہایت پشیمانی و پریشانی کی حالت میں عرض کرتا ہے کہ مولا آپ پر قربان ہو جاؤں کیا میرے لئے کوئی چھٹکارا ہے حضرت نے فرمایا اگر بتاؤں تو تم

اس پر عمل کرو گے؟

جوان نے کہا جی ہاں: اے فرزند رسول خدا ! حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ مال اس راہ حرام سے لائے ہو اسکو چھوڑ دو جس شخص کا حق تم نے لیا ہے اور اسکو پہچانتے ہو اسکے حق کو واپس کر دو اور اگر صاحب حق کو نہیں پہچانتے تو پھر اسکے مال کو خدا کی راہ میں صدقہ دیدو تا کہ میں تمھارا ضامن رہوں کہ خدا تم کو بہشت میں جگہ عنایت فرمائے،

جوان نے تھوڑی دیر اپنا سر جھکا کر سونچا اور پھر عرض کیا آپ پر قربان ہو جاؤں جو کچھ فرمایا ہے عمل کروں گا جوان علی ابن ابی حمزہ کے ساتھ کوفہ گیا تمام اموال کو صاحب اموال تک پہنچایا اور بقیہ کو صدقہ دیا یہاں تک کہ جو اسکے بدن پر لباس تھا وہ بھی اتار کر صدقہ دیدیا اس طرح کہ بہت سے شیعوں نے اپنے پیسوں کو جمع کیا اور لباس خرید کر جوان کو ہدیہ دیا چند مہینے گذر گئے اور جوان بیمار ہو گیا ایک دن علی بن ابی حمزہ اس کی عیادت کیلئے گئے دیکھا کہ جوان احتضار کی حالت میں ہے اور جان نکل رہی ہے جوان نے آنکھ کھولی اور علی بن ابی حمزہ کو دیکھا اور کہا خدا کی قسم حضرت امام صادقؑ نے اپنی شرط اور اپنے عہد کو پورا کیا تھوڑی دیر بعد وہ جوان دنیا سے گذر گیا علی بن ابی حمزہ اور اسکے دوستوں نے غسل وکفن دیا اور پھر قبر میں دفن کیا تھوڑے دنوں بعد علی بن ابی حمزہ مدینہ گئے اور حضرت کی خدمت میں پہنچے حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا خدا کی قسم ہم نے جو وعدہ جوان سے کیا تھا وفا کیا علی بن ابی حمزہ نے عرض کی آپ پر قربان جاؤں آپ سچ فرماتے ہیں خود جوان نے بھی مرتے وقت اسی جملے کو کہا تھا۔

(گناہان کبیرہ جلد دوم ص ۶۴)

نعمت میں اضافہ کا سبب

حضرت امام صادق علیہ السلام: بیت اللہ مکہ معظمہ کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے تھے جبکہ حضرت منیٰ میں تھے ایک فقیر انکے پاس آیا حضرت نے حکم فرمایا کہ ایک انگور کا خوشہ فقیر کو دیا جائے فقیر نے کہا کہ مجھے انگور کی ضرورت نہیں ہے اگر پیسہ رکھتے ہیں مجھے پیسہ دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا تم کو وسعت رزق عطا کرے اور اس فقیر کو حضرت امام نے کچھ نہ دیا تھوڑی دیر کے بعد دوسرا فقیر آیا حضرت نے تین دانے انگور کے دیئے فقیر نے اس کو لیا اور کہا کہ خدا کا شکر کہ جس نے مجھے روزی عطا کی حضرت نے فقیر کی دعا سنتے ہی فرمایا کہ اے فقیر تم یہیں رہو اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو انگور سے بھرا اور فقیر کو دیا فقیر نے پھر دوسری مرتبہ خداوند عالم کا شکر ادا کیا حضرت نے پھر اس سے فرمایا کہ تھوڑا صبر کرو اور پھر اپنے غلام سے پوچھا کہ تمھارے پاس کتنے پیسے ہیں؟ غلام نے عرض کیا بیس درہم ہیں حضرت نے پیسے لئے اور سبھی فقیر کو دیدیئے، فقیر نے پھر خدا کا شکر ادا کیا پھر حضرت نے کہا کہ تم تھوڑی دیر ٹھہرو اور اپنے پیراھن کو جسم سے اتارا اور فقیر کو دیدیا فقیر نے لباس پہن پھر خدا کا شکر ادا کیا اور پھر حضرت کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا کہ اے بندۂ خدا تجھ کو خدا نیکی کی جزا عنایت کرے اور پھر وہاں سے فقیر چلا گیا راوی کہتا ہے کہ ہم لوگوں کا گمان تھا کہ اگر فقیر فقط خدا کا شکر بجالاتا اور حضرت امام صادق کا شکریہ ادا نہ کرتا پھر بھی حضرت اس کو ہدیہ دیتے۔ (گناہان کبیرہ جلد اول ص ۵۴)

ظہور امام کی تعجیل کیلئے دعا

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا خداوند عالم نے مقدر کیا تھا کہ بنی اسرائیل اپنی برائیوں اور گناہوں کی وجہ سے چارسو سال فرعونیوں کے ہاتھ گرفتار ہوں جب دوسوتیس سال فرعونیوں کی حکومت گذر گئی اور لوگ فرعون کے ظلم وستم سے تنگ آچکے تھے چالیس روز تک ان سب نے خدا کی بارگاہ میں گریہ وزاری واستغاثہ کیا اسی وجہ سے خدا نے حضرت موسیٰؑ وحضرت ہارونؑ کو وحی فرمائی کہ میں نے بنی اسرائیل کو فرعون کے عذاب سے نجات دی اس طرح حضرت موسیٰ نبوت کیلئے مبعوث کیے گئے اور ایک سوستر سال کا عذاب جو چارسو سال میں سے باقی تھا معاف کر دیا گیا یہ بات ذکر کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اگر تم شیعہ بھی بنی اسرائیل کی طرح گریہ وزاری خدا کی بارگاہ میں کرو اور خداوند عالم سے فرج وظہور حضرت مہدی علیہ السلام کو چاہو تو خداوند عالم امام زمانہ کے ظہور کو نزدیک کریگا اور اگر ایسا نہ کرو گے تو یہ سختی اس آخری مدت تک جو مقرر ومقدر ہے باقی رہے گی۔

(قیامت وقرآن ص ۱۳۲)

سفیان ثوری

سفیان ثوری: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں ایک صوفی تھا چونکہ اس کے عقائد حضرت کے اور اسلام کے دستور کے مخالف ومتفاوت تھے وہ کسی بہانے کی تلاش میں تھا تا کہ اپنی بات سے حضرت کو رسوا کرے ایک دن سفیان ثوری حضرت کی مجلس میں گیا اس میں چند لوگ اور حضرت کے شاگرد بھی تھے سفیان ثوری نے حضرت کے لباس کی طرف نگاہ کی اور متوجہ ہوا کہ حضرت خز کا قیمتی لباس پہنے ہوئے ہیں سفیان نے گمان کیا کہ اچھا بہانہ مجھے ملا ہے اس وجہ سے خیرگی کی نظر سے حضرت کی طرف دیکھنے لگا حضرت نے فرمایا اے ثوری: (۱) کیا ہوگیا ہے کہ مجھے تعجب سے دیکھ رہے ہو شاید میرے لباس نے تم کو خیرہ کر دیا ہے سفیان نے عرض کیا اے فرزند رسول خدا یہ لباس آپکے آباء و اجداد کا لباس نہیں ہے۔

جب مجلس ونشست ختم ہوگئی اور لوگ چلے گئے حضرت نے سفیان ثوری کو

(۱) ثور کے معنی بیل کے ہوتے ہیں امام نے شاید اسلئے یہاں پر لفظ ثوری سے بطور تکرار خطاب کیا ہے تا کہ سفیان، امام کو ذلیل کرنے کے بجائے خود پر اور اپنے قبیلہ پر نظر کرے کہ امام کے سامنے میری حقیقت کیا ہے۔

آواز دی: کہ اے ثوری ہمارے آباء واجداد کا زمانہ فقر وتنگدستی کا زمانہ تھا اور ہمارے آباء واجداد اپنی تنگدستی کے اعتبار سے عمل کرتے تھے لیکن ہمارا زمانہ نعمت وثروت کی فراوانی کا زمانہ ہے پھر حضرت نے اپنے اچھے قیمتی خز کے لباس کے دامن کو کھولا جس کے نیچے ایک معمولی سفید پشم کا کپڑا ظاہر ہوا پھر حضرت نے فرمایا:

اے ثوری: یہ کم قیمت اور معمولی اور تکلیف دہ لباس ہم خداوند عالم کی بارگاہ میں تواضع وانکساری کیلئے پہنتے ہیں اور اس قیمتی خز کے لباس کو تمہارے لئے کہ تمہاری عقل تمہاری آنکھوں میں ہے جو لباس خدا کیلئے ہے پوشیدہ رکھتے ہیں اور جو تمہارے لئے ہے اسے ظاہر رکھتے ہیں۔

(قلب سلیم جلد دوم ص ۱۵۵)

رحمت کی بارگاہ

حضرت امام صادق علیہ السلام کے پاس ایک غلام تھا جب مسجد میں تشریف لے جاتے تھے تو ساتھ میں غلام کو بھی لے جاتے تھے اور جب مسجد کے دروازے پر پہنچتے تھے تو اپنے گھوڑے کو غلام کے سپرد کر دیا کرتے تھے اور جب مسجد میں داخل ہوتے تھے غلام مسجد کے باہر رہتا تھا اور گھوڑے کی دیکھ بھال کرتا تھا یہاں تک کہ امام واپس آجائیں اتفاق سے ایک روز غلام مسجد کے دروازے کے پاس بیٹھا تھا اور گھوڑے کی لگام ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا چند لوگ مسافر جو خراسان کے شیعوں میں سے تھے دکھائی دیئے ان میں سے ایک نے غلام کی طرف رخ کیا اور کہا کہ میں ثروتمند شخص ہوں کیا تم چاہتے ہو کہ کبھی دولت وثروت تم کو دیدوں غلام نے کہا جی ہاں۔

خراسانی نے کہا کہ اگر حضرت امام صادقؑ سے تم عرض کرو کہ مجھے تمہاری غلامی کی جگہ قبول کریں اور تجھ کو آزاد کر دیں تو میں اپنی تمام دولت وثروت تم کو دیدوں گا غلام نے خوش ہو کر کہا ابھی جاتا ہوں اور اپنے مولا وآقا سے اس خواہش کو عرض کرتا ہوں غلام امام کے پاس گیا اور عرض کیا میرے مولا میں آپ پر فدا ہوں آپ میری خدمتوں کو اپنی نسبت جانتے ہیں آیا اگر خداوند عالم میرے لئے کوئی نعمت بھیجے تو آپ

مجھے لینے سے منع کریں گے حضرت امام نے فرمایا کہ نہیں پھر غلام نے خراسانی کے واقعہ اور اسکی خواہش وتجویز کو امام سے بیان کیا غلام کی باتوں کو سن کر امام نے فرمایا کہ اگر تم میری خدمت کرنے پر مائل نہیں ہو اور وہ شخص خراسانی میری خدمت کا مشتاق ہے تو میں تم کو آزاد کرتا ہوں اور اس کو قبول کرتا ہوں غلام جانے ہی والا تھا کہ امام نے آواز دی اور فرمایا تم نے بہت دنوں تک میری خدمت کی ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ تم کو نصیحت کروں سنو:

اور پھر جو کام چاہنا انجام دینا جب قیامت کا دن آئے گا رسول نور الٰہی سے متصل ہونگے اور حضرت علیؑ رسول خداؐ سے متصل ہونگے، اور بقیہ ائمہ معصومین حضرت علی ابن ابی طالب کے دامن سے متمسک ہونگے اور شیعہ اثنا عشری حضرات معصومین سے متمسک ہونگے پس رسول جس مقام پر پہنچیں گے اور جہاں داخل ہونگے اور ہمارے پیچھے ہمارے چاہنے والے شیعہ وہاں پر وارد ہونگے غلام نے جب امام کی فرمائش سنی تو عرض کیا کہ میں آپ ہی کی خدمت میں رہوں گا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دوں گا پھر اسکے بعد غلام شخص خراسانی کے پاس گیا، اس نے غلام کو دیکھا اور کہا کہ تمھارا چہرہ متغیر ہو گیا ہے جب تم یہاں سے گئے تھے تو اس وقت تمھاری دوسری حالت تھی غلام نے امام کی فرمائش ونصیحت کو خراسانی سے بیان کیا اور پھر اس کو حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں لے گیا امام اس خراسانی کی محبت وولایت سے خوش ہوئے اور ہزار اشرفی غلام کو ہدیہ دی۔

(قلب سلیم جلد اول ص ۳۳۳)

سور اور بندر

ابو بصیرؒ: حضرت امام صادق علیہ السلام کے ایک وفادار شاگرد ودوست تھے ایک دن انھوں نے امام سے عرض کیا کہ اے امام ہم شیعہ دوسروں اور مخالفوں کی نسبت کیا برتری رکھتے ہیں؟ خدا کی قسم بعض کو دیکھتا ہوں کہ زندگی کی نعمتوں سے مالامال ہیں اور ہم سے بہترین اور آسائش کی زندگی بسر کرتے ہیں اور ہم سے زیادہ امید رکھتے ہیں کہ بہشت میں جائیں گے امام نے کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ سفر حج پیش آیا امام اور ابو بصیر اور بہت سے شیعہ مکہ معظمہ اعمال ومناسک حج کو بجالانے کیلئے تشریف لے گئے جب کعبہ کے نزدیک پہنچے اور خانہ خدا کا طواف کرتے ہوئے بہت سے حاجیوں کو دیکھ تو امامؑ نے فرمایا کہ کتنے زیادہ شور وغوغا کرنے والے اور کتنے کم ہیں حج بجالانے والے۔ قسم اس خدا کی جس نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو نبوت ورسالت کیلئے منتخب کیا خداوند عالم بجز تجھ جیسے شیعوں کے کسی کا حج قبول نہیں کریگا پھر امام نے اپنے دست مبارک کو ابو بصیر کی آنکھوں پر پھیرا تو اس وقت ابو بصیر نے مجمع کی طرف نگاہ کی اور دیکھا کہ چند لوگوں کے علاوہ بقیہ لوگ سور اور بندر اور گدھے کی صورت میں ہیں۔

هر که تو بینی نه همه آدم ند   اکثر شان گاو وخربی دمند

یعنی ہر وہ شخص جسے تو دیکھے ان میں سب انسان نہیں ہیں بلکہ ان میں زیادہ تر بے دم کے گائے اور گدھے ہیں۔ (قلب سلیم جلد اول ص ۱۰۳)

شک اور ایمان

ایک کافر شخص عبد الملک نام کا حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں گیا تا کہ توحید و خدا شناسی کے بارے میں امام سے بحث و مباحثہ کرے امام نے اس سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ زمین فوق و تحت رکھتی ہے؟ عبد الملک نے کہا جی ہاں امام نے فرمایا کیا اب تک زمین کے نیچے گئے ہو؟ عبد الملک نے کہا نہیں، امام نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ زمین کے نیچے کیا ہے؟

عبد الملک نے کہا نہیں جانتا لیکن گمان رکھتا ہوں کہ کوئی چیز نہ ہوگی امام نے فرمایا کیا آسمان پر گئے ہو؟

عبد الملک نے کہا نہیں امام نے فرمایا تم سے تعجب ہے کہ نہ تم عالم کے مشرق میں گئے اور نہ عالم کے مغرب میں اور نہ زمین کے نیچے گئے ہو، اور نہ آسمان کے اوپر تا کہ تم سمجھو کہ ان سب جگہوں پر مخلوق موجود ہیں اور تم ہر چیز کے بارے میں جو ان سب میں موجود ہیں منکر ہو کیا عقلمند انسان جس چیز کو نہیں جانتا اس کا منکر ہوتا ہے کافر نے کہا ابھی تک اور آج تک کسی شخص نے آپ کی طرح مجھ سے بات اور بحث نہیں کی تھی آپ نے مجھے شک میں ڈال دیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

بس تم اس وقت شک کرتے ہو کہ شاید کوئی خدا اور شاید کوئی خالق و خدا نہ ہو

اس نے عرض کیا شاید اسی طرح ہے جو مجھے شک ہو رہا ہے اور جب اس کافر نے اپنے شک کا اعتراف کیا امام نے اسکو تعلیم دینا شروع کی اور ایک گوشہ آفرینش و خلقت کے عجائب کا بیان کیا اور آخر میں عبد الملک کو حکم دیا کہ وہ دنیائے آفرینش کی نظم اور اسکی بزرگی کے بارے میں غور و فکر کرے اس طرح سے تھوڑے دنوں کے بعد وہ شخص ایمان لے آیا اور مسلمان ہو گیا اور ایک بزرگ شخصیت کا مالک ہو گیا۔

ہاں امام نے شروع میں اس کے جہل و نادانی کی طرف متوجہ کیا اور جب جہل مرکب (۱) سے نکل آیا تو پھر اسکو تعلیم دی اور حقائق کی نشان دہی کی۔

(قلب سلیم جلد اول ص ۵۸)

....

(۱) جاہل مرکب اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو جاہل ہونے کے باوجود اپنی جہالت کا اعتراف نہ کرے۔

اطاعت گذار شیر

حضرت امام صادق علیہ السلام ایک قافلہ کے ساتھ حج بجالانے کیلئے جارہے تھے اور یہ قافلہ کوفہ سے روانہ ہوا تھا راستے میں ان لوگوں کے سامنے ایک شیر دکھائی دیا قافلہ خوف سے رک گیا اور کسی کی ہمت نہ ہوئی جو آگے بڑھے۔

حضرت امام صادق اس موقع پر تنہا آگے بڑھے اور شیر کو اشارہ کیا شیر نے اپنے سر کو نیچے جھکالیا اور دھیرے سے قافلہ سے دور چلا گیا پھر اس وقت امام نے فرمایا کہ اگر تم لوگوں نے بھی گناہ نہ کیا ہوتا تو ایسا ہی ہوتا یعنی درندے جانور بھی تمھارے حکم کی تعمیل واطاعت کرتے۔

(استعاذہ ص ۲۱۱)

وحشتناک خواب

حضرت امام جعفر صادق کے پاس ایک شخص گیا اور روتے ہوئے عرض کیا کہ مولا میں نے رات میں ایک وحشتناک خواب دیکھا ہے میرا ایک داماد تھا وہ مرگیا ہے کل رات اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ میرے پاس آیا ہے اور چاہتا ہے کہ مجھے اپنے ساتھ لے جائے امام نے مسکراتے ہوئے عرض کیا جیسا کہ تم سوچتے ہوا ایسا نہیں ہے بلکہ اس سال تم کو زیارت قبر مطہر حضرت امام حسین نصیب ہوگی قبر مطہر امام حسین کو بغل میں لوگے اور بوسہ دوگے یہ شخص کربلا کی آرزو رکھتا تھا لیکن چونکہ اسکے داماد کا نام حسین تھا جب خواب میں امام حسین کی زیارت نصیب ہوتی ہے تو گمان کرتا ہے کہ اپنے داماد کو بغل میں لیا ہے حضرت امام جعفر صادق نے اسکے خواب کی تعبیر بتائی اور اسکی نیت وقصد کو آشکار کیا اور اس کو پریشانی واضطراب سے نجات دلائی۔

(معارفی از قرآن ص ۴۳۶)

بزدل خونخوار

خون آشام وخونخوار خلیفہ: منصور دوانقی ایک روز قصر سرخ میں بیٹھا ہوا تھا اور جب وہ کسی کو قتل کرنا چاہتا تھا تو قصر سرخ میں بیٹھتا تھا اور اسکے نوکر دستر خوان اور شمشیر لا کے رکھ دیتے تھے اس وقت کسی مظلوم کو قتل کرنا چاہتے تھے تو لاتے تھے اور منصور کے سامنے اسکے سر کو بدن سے جدا کرتے تھے، اس روز منصور نے ربیع حاجب کو بلایا اور اس سے کہا.

تم میرے ہمراز ہو اور وہ چیز جو کسی سے نہیں کہتا وہ تجھ سے بتاتا ہوں، آج میں نے ایک ارادہ کیا ہے جس کا اجراء تیرے ہاتھ سے ہونا چاہیئے ربیع نے کہا کہ میں آپکا نوکر و چاکر و مطیع ہوں کیا حکم ہے؟ منصور نے کہا چاہتا ہوں کہ حضرت امام جعفر بن محمد علیہما السلام کو قتل کروں ابھی ابھی بغیر کسی اطلاع کے حضرت کے گھر جاؤ اور ان کو جس حالت میں بھی پاؤ میرے پاس لے آؤ، ربیع حضرت امام صادق سے خفیہ طور پر محبت وولایت رکھتا تھا تردد میں پڑ گیا کہ اب کیا کروں ربیع سمجھتا تھا کہ اگر حضرت امام کو گرفتار کر کے لے گیا تو منصور حضرت کو ضرور شہید کردے گا اور اگر منصور کے حکم کی نافرمانی کی تو پھر منصور اس کو اور اس کے گھر والوں کو قتل کردے گا اور جان خطرے میں پڑ جائے گی ربیع

کے پاس دو فرزند تھے اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اس موضوع کو ان لوگوں سے بیان کرے اور کوئی تدبیر وحکمت اپنی جان بچانے کی تلاش کرے ان میں سے ایک بیٹا جو منصب اور پیسے کا غلام و اسیر تھا اسے ابھرا کہ حضرت کو گرفتار کرے اور خود ہی امیدوار ہوا کہ یہ کام عمل میں لے آئے ربیع کا بیٹا اور کچھ حکومتی نوکروں وسپاہیوں سمیت حضرت امام صادق کے گھر گئے اور سیڑھی کے ذریعہ دیوار کے اوپر چڑھ گئے اور پشت بام سے امام کے گھر میں داخل ہوگئے اس وقت امام اپنے گھر کے صحن میں نماز ادا کر رہے تھے ان سب نے فوراً امام کو گرفتار کرلیا تا کہ منصور کے پاس لے جائیں امام نے ان ظالموں سے کہا ٹھہر و تا کہ غسل کروں اور تم لوگوں کے ساتھ چلوں سپاہیوں نے کہا کہ نہیں ہم اجازت نہیں دے سکتے امام نے فرمایا صبر کرو دو رکعت نماز پڑھ لوں لیکن پھر بھی ظالموں نے نماز ادا کرنے کی مہلت امام کو نہیں دی امام نے فرمایا چھوڑو کم از کم مناسب لباس پہن لوں لیکن اس کی بھی اجازت نہیں دی اور زبردستی گھر سے امام کو گرفتار کرلے گئے اس وقت امام کی عمر مبارک ساٹھ سال کی ہوگئی تھی تھوڑی دیر جب راستہ چلے اور سپاہی امام سے شرم کرنے لگے تو امام کو گھوڑے پر سوار کیا۔

قصر میں منصور دوانقی مضطرب اور پریشان حال تھا کئی مرتبہ ربیع سے پوچھا کہ کیوں حضرت جعفر بن محمدؑ کو نہیں لائے اور ربیع کہتا تھا کہ میں نے اپنے بیٹے کو بھیجا ہے ابھی حضرت کو لا رہے ہیں جب امام قصر سرخ کے راہرو میں وارد ہوئے ربیع امام کو دیکھ کر رونے لگا امام نے فرمایا کہ کیا صبر کروگے؟ کہ میں دو رکعت یہاں پر نماز ادا کرلوں۔ ربیع نے عرض کیا کہ آپ کو اختیار ہے حضرت امام نے راہ گذر میں دو رکعت

نماز ادا کی اور دعا پڑھی اور پھر دوسرے رہ گذر میں بھی حضرت امام نے دعا پڑھی اور پھر منصور کے پاس گئے ابتداء میں منصور نے غصے سے عرض کیا کہ آپ میری حکومت کی مخالفت کرتے ہیں اور لوگوں کو ہمارے خلاف ابھارتے ہیں امام نے عرض کیا کہ پہلے بھی میں خروج وقیام کا خیال نہیں رکھتا تھا اور اب بھی نہیں رکھتا اور اگر خروج کرنا ہی چاہتا تو ابتداء میں ہی بنی امیہ کے خلاف خروج کرتا، منصور چند نامہ لایا اور کہا کہ یہ سب آپکے خطوط ہیں حضرت امام نے فرمایا:

یہ سب جھوٹ ہے منصور نے نیام سے تلوار ایک بالشت نکال لی اور ربیع اس منظر کو دیکھتے ہی لرز گیا اور حضرت کی طرف دیکھنے لگا حضرت امام علیہ السلام اطمینان وآرام کے ساتھ کھڑے تھے۔

منصور نے شمشیر کو غلاف میں رکھا اور پھر تھوڑی دیر سوچا تو شمشیر ایک ہاتھ نیام سے نکال لی اور پھر نیام میں دوبارہ ڈالدی اور پھر تیسری مرتبہ پوری شمشیر نیام سے نکال لی اور پھر غلاف میں رکھ دی اور پھر اٹھا اور حضرت امام کو اپنے پاس بیٹھایا اور ان سے معذرت چاہی۔

اور کہا کہ معلوم ہے کہ: آپ پر لوگوں نے تہمت لگائی ہے پھر منصور نے کہا کہ عطر لایا جائے عطر سے امام کے محاسن مبارک کو معطر کیا اور اپنی مخصوص سواری منگائی اور حضرت کو اس گھوڑے پر سوار کیا اور ربیع سے کہا کہ حضرت امام صادقؑ کو دس ہزار درہم ھدیہ دے ربیع حضرت کے ساتھ قصر سے باہر گئے اور راستے میں پوچھا کہ مولا کیسے آپ منصور کے مقابل باہمت اور بے اعتنا رہے امام نے فرمایا کہ جس نے خدا کو بزرگ

سمجھا اور جو خدا سے ڈرتا ہے وہ مخلوق سے نہیں ڈرتا ربیع نے دس ہزار درہم امام کو دیا امام نے فرمایا:

جانتا ہوں کہ منصور تجھ سے سوال کریگا اور اگر یہ پیسے تم کو دیدوں تو منصور تجھ سے بدگمان ہو جائے گا اس کو لے لیتا ہوں، لیکن اس کے عوض میں ایک حصہ زمین تم کو دیتا ہوں جو مدینہ میں ہے اور تم پہلے چاہتے تھے کہ اس کو مجھ سے دس ہزار درہم میں خرید و لیکن میں نے قبول نہیں کیا تھا اس زمین کو تم کو ہدیہ کرتا ہوں۔ ربیع نے عرض کیا زمین کے بجائے جو دعائیں آپ نے منصور کے پاس آنے سے قبل پڑھی ہیں وہ مجھے تعلیم فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا کہ ہم اہلبیت اگر کوئی چیز ہدیہ دیتے ہیں اسے واپس نہیں لیتے تم کو زمین بھی ہدیہ کرتا ہوں اور دعا کی تعلیم بھی دیتا ہوں ربیع منصور کے پاس گیا اور پوچھا، کیا ہوا تم حضرت جعفر بن محمد کو قتل کرنا چاہتے تھے۔

اور تین دفعہ تلوار کھینچی لیکن پھر پشیمان ہوئے اور ان کا احترام کیا منصور نے کہا کہ تم سے بیان کرتا ہوں لیکن تم کو اس بات کا حق نہیں ہے کہ لوگوں سے بیان کرو کیونکہ لوگ ان جیسے پاک طینت معصوم امام سے محبت وولایت رکھتے ہیں۔

جب میں نے تلوار کھینچی تو اس وقت میں نے حضرت محمد مصطفیؐ کو دیکھا کہ مجھے غضب وغصے کی حالت میں دیکھ رہے ہیں میں ڈرا اور شرمندہ ہوا اور شمشیر کو غلاف میں رکھا پھر میں نے سمجھا کہ شاید تصور میں رسول خدا کو دیکھا ہو اور یہ امر حقیقت نہیں رکھتا اس لئے دوبارہ تلوار کھینچی تو اس بار بھی حضرت محمد مصطفیٰ کو اپنے سے نزدیک تر دیکھا

کہ زیادہ غصے سے مجھے دیکھ رہے ہیں پھر شرمندگی سے تلوار نیام میں رکھ لی۔

لیکن پھر بھی میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ رسول کا دیکھنا ایک خیالی چیز ہو گی اس وجہ سے شمشیر کو مکمل طور پر غلاف سے نکالا تو اس دفعہ رسول اسلام حضرت محمد مصطفیٰ کو دیکھا کہ اس قدر مجھ سے نزدیک ہوئے اور غصے سے مجھے دیکھ رہے ہیں کہ میں نے یقین کرلیا کہ اب مجھے قتل کردیں گے۔

میں نے جان لیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ حضرت جعفر بن محمد کو دوست رکھتے ہیں اور ان کی شہادت سے راضی نہیں ہیں اس وجہ سے میں اپنی جان کے تلف ہونے سے ڈرا اور اس فکر سے منصرف ہوگیا۔

(ولایت ص ۷۰)

خدا اور رسول (ص) کی خوشنودی

یحیٰ برمکی کے منشیوں میں سے ایک شخص شہر اہواز (۱) کا حاکم ہوا اس زمانے میں ایک شخص شہر اہواز میں یقطینؒ نام کا رہتا تھا اور وہ شیعوں میں سے تھا اسکا کہنا ہے کہ میں حکومت اہواز کے مالیات کی زیادہ مقدار کا مقروض تھا لیکن میری زندگی اقتصادی و مادی لحاظ سے خراب تھی اگر میں تمام مالیات کو ادا کرنا چاہتا تھا تو میری پوری ثروت ختم ہوجاتی۔

میں نے سنا تھا کہ حاکم اہواز حضرت امام صادق علیہ السلام کے دوستوں میں سے ہے لیکن اس سے ملاقات کرنے سے ڈرتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ شیعہ نہ ہو اور میں زحمت و تکلیف میں مبتلا ہوجاؤں، کوئی چارہ نہیں تھا مگر یہ کہ اہواز سے بھاگ جاؤں اور مکہ کی طرف چلا جاؤں میں مکہ گیا، جب میں نے خانہ خدا کی زیارت تمام کی تو مدینہ گیا اور حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور عرض کیا کہ اے میرے مولا ایک شخص اہواز کا حاکم ہوا۔

اور لوگ کہتے ہیں کہ وہ آپ کا دوست ہے، میں ڈرتا ہوں کہ اس سے

....

(۱) اسی کے مشابہ دوسرا واقعہ (قیمتی خط) کے عنوان سے گذر چکا ہے۔ دیکھئے ص ۱۸۳.

ملاقات کروں ایسا نہ ہو کہ وہ شیعوں میں سے نہ ہو اور میری جان خطرے میں پڑ جائے اسی وجہ سے میں آپ کے پاس آیا تا کہ مجھے ہدایت فرمائیں، حضرتؑ نے فرمایا کہ مت ڈرو تجھ کو کوئی تکلیف واذیت نہیں دے گا، پھر حضرت نے حاکم اہواز کے نام نامہ اس طرح تحریر فرمایا: خداوند عالم اپنے عرش پر بہت سے سایہ بان رکھتا ہے اور وہ شخص اس کا مالک ہوگا جو اپنے بھائی کے غم کو دور کرے اور اس کو آرام وآسائش سے نوازے یا کوئی خیر پہونچائے ولو ایک چھوٹے سے خرمہ ہی سے ہو اور یہ شخص تیرا بھائی ہے پھر اس کے بعد حضرتؑ نے نامہ کو مہر بند کیا اور مجھ کو دیا اور کہا کہ یہ خط لے جا کر حاکم کو دیدو، میں اہواز واپس آ گیا رات کے وقت حاکم کے پاس پہونچا مجھ سے لوگوں نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کیا کام ہے جواب میں عرض کیا کہ میں حضرت امام جعفر بن محمد کا بھیجا ہوا شخص ہوں اور حاکم کے لئے پیغام رکھتا ہوں دربان کے جاتے ہی ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا حاکم دوڑا ہوا پا برہنہ آ رہا ہے۔

وہ آیا اور مجھے سلام کیا اور میری پیشانی کا بوسہ دیا اور پوچھا اے میرے آقا کیا تم میرے مولا جعفر ابن محمد کے فرستادہ ہو میں نے کہا:

جی ہاں، پھر میرے ہاتھ کو پکڑ کر گھر میں لے گیا نامہ کو دیا اس نے اسے بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا، پڑھا اور پھر کہا کہ اے بھائی اپنا کام بتاؤ، میں نے کہا کہ آپ کے دفتر میں چند ہزار درہم مالیات میرے لئے قرض کے طور پر لکھا ہوا ہے لیکن میں محتاج اور غریب ہوں اور اگر میں اس کو ادا کروں تو پوری ملکیت میرے ہاتھ سے چلی جائے گی اور میں ختم ہو جاؤں گا، حاکم نے حکم دیا کہ رجسٹر لایا جائے اور پھر میرے قرض کو رجسٹر

سے قطع کیا اور اس کی رسید مجھے دی اور پھر کہا کہ پیسے کا صندوق لایا جائے، جب صندوق لایا گیا تو اس کو شمار کیا اور نصف اس میں سے مجھے ہدیہ دیا پھر اس کے بعد حکم دیا کہ گھوڑے لائے جائیں ان سب کو بھی شمار کر کے نصف مجھے عنایت کیا اور پھر لباس کو شمار کیا نصف لباس بھی مجھے عطا کئے اسی طرح سے تمام اپنے اموال کو شمار کیا اور اس کا نصف حصہ مجھے دیدیا اور اسی حالت میں حاکم برابر کہتا رہا کہ اے بھائی کیا تم مجھ سے خوش ہوئے میں نے جواب دیا: جی ہاں، خدا کی قسم میں راضی ہوگیا،

تھوڑی مدت گذر گئی تھی کہ حج کا موسم آ گیا میں نے سوچا کہ بہترین خدمت حاکم کے حق میں جو انجام دے سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ حج کرنے کے لئے جاؤں اور اس کے لئے دعا کروں، مکہ گیا اور حج کے اعمال بجالایا اور پھر مدینہ حضرت امام صادق علیہ السلام کے حضور میں شرفیاب ہوا امامؑ کے رخسار مبارک پر میں نے خوشی کے آثار مشاہدہ کئے حضرت نے دیکھتے ہی مجھ سے فرمایا: اے یقطین! کیا اس نے تجھے خوش کیا؟ جو کچھ بھی واقع ہوا تھا میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کر دیا، اس وقت حضرت کا چہرۂ مبارک پہلے سے زیادہ خوشی سے شگفتہ ہوگیا، میں نے آخر میں عرض کیا کہ اے میرے مولا وآقا کیا یہ معاملہ جو ہوا ہے اسی نے آپ کو خوش کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا جی ہاں، خدا کی قسم مجھے اور میرے آباء واجداد کو بھی خوش کیا ہے خدا کی قسم حضرت علی علیہ السلام کو خوش کیا خدا کی قسم رسول خدا کو خوشنود کیا خدا کی قسم خداوند عالم کو اس کے عرش پر خوشنود کیا۔

(گناہان کبیرہ ج۲ ص۸۹)

معجز نما طبیب

ایک شخص درد دِل میں مبتلا ہوا تھا اور جو کچھ بھی علاج کرتا تھا اس کا کوئی فائدہ ظاہر نہیں ہوتا تھا جب ہر جگہ اور ہر چیز کے علاج کرنے سے مایوس ہو گیا تو حضرت امام صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور امام سے مدد طلب کی امامؑ نے اس سے فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہو کہ تھوڑا سا مہر اپنا تم کو معاف کر دے اور مہر کے پیسے سے تھوڑا شہد خریدو اور بارش کے پانی سے مخلوط کرو اور پھر اس کو کھاؤ خداوند عالم تم کو شفا دے گا وہ شخص گیا اور ایسا ہی اس نے انجام دیا اور خدا نے بھی اس کو شفا دی وہ حیران و متعجب ہو گیا دوبارہ وہ امامؑ کی خدمت میں آیا اور اس کا راز پوچھا تو امامؑ نے فرمایا خداوند عالم نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے:

"وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا" (سورہ نساء آیت ۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی خوشی دے ڈالو پھر اگر تمہیں خوشی خوشی کچھ چھوڑ دیں تو شوق سے (نوش جان) کھاؤ پیو اور اپنے وہ مال جن پر خدا نے تمہاری گذران قرار دی ہے.

اور شہد میں بھی خداوند عالم نے شفا قرار دی ہے.

"ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ" (سورہ نحل آیت ۶۹)

اس کے بعد مختلف پھلوں سے غذا حاصل کریں اور نرمی کے ساتھ خدائی راستے پر چلیں، جس کے بعد اس کے شکم سے مختلف قسم کے مشروب برآمد ہوں گے جس میں پورے عالم انسانیت کے لئے شفا کا سامان ہے اور اس میں بھی فکر کرنے والی قوم کے لئے ایک نشانی ہے۔

جو میں نے کہا کہ شہد کو بارش کے پانی میں مخلوط کرو وہ اس لئے ہے کہ خداوند عالم نے بارش کے پانی کو مبارک و بابرکت توصیف کیا ہے، قرآن مجید نے ارشاد فرمایا:

"وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ" (سورہ ق آیت ۹)

"ترجمہ: اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا تو اس سے باغ (کے درخت) اُگائے اور کھیتی کا اناج"

پس معلوم ہوا کہ اگر وہ مال جو پاکیزہ و گوارا ہے اور وہ خوراک جس میں شفا ہے آب مبارک کے ساتھ مخلوط ہو جائیں تو شفا ضرور ہوگی، انشاء اللہ۔

(امامت ص ۴۰)

سازش

محمد بن عبداللہ اسکندری، منصور کے پاس گیا اور کہا کہ میں مدینہ میں تھا اور حضرت امام صادق علیہ السلام کے اسرار سے واقف ہوا انھوں نے معلی بن خنیس کو اسلحہ جمع کرنے کے لئے مامور کیا ہے تاکہ آپ کے برخلاف قیام کریں اور حکومت کو آپ سے چھین لیں"

منصور نے فوراً والیٔ مدینہ کے پاس جو اس کا چچازاد تھا خط لکھا کہ جلد سے جلد امام کے گھر کا محاصرہ کر کے ان کو گرفتار کرلو اور فوراً بغداد بھیج دو۔

جب امامؑ منصور کے قصر میں وارد ہوئے تو منصور نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ کیوں میرے خلاف اقدام کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: اگر تم کو ایسی خبر ملی ہے تو جھوٹ بیان کی گئی ہے.

منصور نے کہا کہ قسم کھاتے ہو؟

امامؑ نے کہا کہ قسم کھاتا ہوں.

منصور نے کہا کہ طلاق وعتاق کی قسم کھایئے.

حضرت امامؑ نے فرمایا کہ جب میں شرعی قسم کھاتا ہوں تم قبول نہیں کرتے تو پھر کیسے غیر شرعی قسم کھاؤں؟!

منصور کو غصہ آگیا اور کہا کہ میرے سامنے آپ عقلمندی کا اظہار کرتے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا ہم معدن علم واہل قرآن ہیں، قرآن ہمارے گھر میں نازل ہوا، اور حقیقت علم ہمارے پاس ہے، منصور نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو پھر اس شخص کے پاس بھیجتا ہوں جو یہ خبر لایا ہے تاکہ آپ کا راز کھل جائے۔

محمد بن عبداللہ اسکندری آیا اور ایک بار پھر اپنی تہمتوں کی تکرار کی، امامؑ نے محمد سے کہا کہ کیا تم قسم کھاؤ گے کہ میں نے اسلحہ جمع کیا ہے اور قصد قیام رکھا ہے، اس نے کہا کہ ہاں اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے خدائے زندہ و بیدار ...

امامؑ نے فرمایا نہیں اس طرح قسم مت کھاؤ.

منصور نے سوال کیا کیوں؟

امامؑ نے فرمایا خداوند عالم کریم ورحیم ہے اگر کوئی خدا کو اس کے اسماء جمالیہ کے ساتھ پکارے ممکن ہے کہ خدا کی رحمت شامل حال ہو جائے اور حق اس قسم سے آشکار نہ ہونے پائے لہٰذا محمد بن عبداللہ اسکندری اس طرح کی قسم کھائے کہ میں خدا کے حول وقوہ سے خارج ہوا اور اپنے حول وقوہ پر باقی رہا اگر جھوٹ کہوں۔

محمد بن عبداللہ اسکندری نے اس قسم کی تکرار کی جو امامؑ نے بتائی تھی لیکن محض قسم تمام ہوتے ہی فوراً زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔

منصور ڈر گیا تھا امامؑ سے عرض ادب کیا اور آپ سے معافی طلب کی۔

(ولایت ص۱۹۱ و گناہان کبیرہ ج۱ ص۳۹۰)

سیّد السّادات

ایک دن منصور نے رئیس الوزراء کو طلب کیا اور کہا کہ میں نے ابھی تک سو(۱۰۰) افراد کو سادات سے قتل کیا لیکن ابھی جوان میں سب سے زیادہ بزرگ ہیں یعنی حضرت امام صادق علیہ السلام وہ باقی ہیں اگر ان کو قتل کردوں مجھے پوری طرح اطمینان ہو جائے گا۔

ابھی ابھی ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ بغداد سے مدینہ جاؤ اور حضرت کے گھر جاؤ ان کا اور ان کے بیٹے اسماعیل کا سرتن سے جدا کر کے میرے پاس لے آؤ۔

وزیروں کا رئیس ایک ہزار سپاہیوں کے لشکر کے ساتھ مدینہ گیا اور تیزی کے ساتھ امام کے خانہ مبارک کی طرف روانہ ہوا۔

جب لشکر امامؑ کے گھر میں داخل ہوا خداوند عالم نے ان لوگوں کو اشتباہ میں ڈال دیا اس طرح سے دو اونٹ ان کی شکل وصورت کا دیکھا اور ان دونوں کو قتل کر کے سر کو جدا کیا اور دونوں سروں کو صندوق میں رکھا اور بغداد واپس چلے گئے۔

جب محل میں داخل ہوئے تو سب لشکر کے لوگ خوش تھے کہ خلیفہ ابھی سب کو انعام دے گا جب خلیفہ نے صندوق کھولا تو دو اونٹ کے سر دیکھے۔

اس وجہ سے غصہ ہو کر ان لوگوں سے کہا کہ کیوں میرے لئے اونٹ کا سر لائے ہو ان لوگوں نے کہا کہ قسم بخدا امر ہم پر مشتبہ ہو گیا۔

منصور جو بہت چالاک تھا سمجھ گیا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے اپنے اعجاز سے ان سب کے لئے ایسی صورت حال قرار دی ہے اور انھیں اشتباہ میں ڈال دیا تو پھر اس نے کہا کہ یہ واقعہ پوشیدہ رکھنا چاہئے اور کوئی شخص اس سے مطلع نہ ہو سکے۔

(ولایت ص۹۰)

خداوند عالم نے مکھی پیدا کی

ایک روز حضرت امام صادق علیہ السلام کو منصور کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا ایک مکھی منصور کے چہرے پر برابر بیٹھتی تھی منصور غصہ ہو کر ہنکاتا تھا لیکن دوبارہ مکھی آ کر اس کے چہرے پر بیٹھ جاتی تھی اور منصور نے بہت کوشش کی لیکن اس کو پکڑ نہ سکا کہ مار ڈالے منصور اس بات سے غصہ ہو کر جھلایا اور امامؑ سے پوچھا کہ مکھی کا کیا فائدہ ہے؟ کیوں خداوند عالم نے مکھی کو پیدا کیا؟

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم نے مکھی کو اس وجہ سے پیدا کیا تا کہ اس کے ذریعہ سے ستمگاروں اور ظالموں کو ذلیل و رسوا کرے اس بات سے منصور مبہوت ہو کر رہ گیا اور باوجود اس کے کہ امامؑ کا معنوی مرتبہ اس کو ہر انتقامی عکس العمل سے روکے تھا لیکن امام سے کینہ دل میں لے لیا اور پھر کسی موقع کا منتظر ہوا کہ امامؑ کو شہید کر دے۔

(ولایت ص۸۹)

منصور کا قیدی

منصور دوانیقی (بنی عباس کا دوسرا خلیفہ) بہت بڑا جابر و خونخوار تھا وہ شیعوں کو بہت بڑا خطرہ اپنی حکومت کے لئے خیال کرتا تھا اسی وجہ سے بہت سے شیعوں وعلویوں کو گرفتار کیا اور پھر قتل کر دیا، جب منصور کے حکم سے داؤد کو گرفتار کیا اور بغداد بھیجا ان کی ماں یعنی ام داؤد نے حضرت امام صادق علیہ السلام کے پاس جا کر پناہ طلب کی اور ان سے مدد چاہی، امامؑ نے ام داؤد سے فرمایا صبر کرو ماہ رجب قریب ہے تیرہویں، چودھویں رجب کو روزہ رکھو اور پندرھویں رجب کو خانہ خدا (مکہ معظمہ) جاؤ تا کہ خداوند عالم تمہاری حاجت قبول کرے امامؑ نے اس کے علاوہ اور دوسرے امور بھی ام داؤد کو بتائے جیسے علامہ شیخ محدث قمی نے اپنی کتاب مفاتیح الجنان میں بیان فرمایا ہے(۱) جب ام داؤد نے امامؑ کے ارشادات کے مطابق عمل کیا تو اسی رات میں خواب کے عالم میں حضرت رسول خداؐ اور دوسرے انبیاء کو دیکھا کہ ان کے لئے دعا کر رہے ہیں اور جناب رسول خداؐ انھیں بشارت دے رہے ہیں کہ جلد ہی تمہارا فرزند آزاد ہوگا اسی رات منصور نے حضرت علی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ اے منصور اگر ابھی تم نے داؤد کو اس کی ماں کے پاس نہ بھیجا تو تجھ کو ہلاک کردوں گا۔ منصور لرزاں وہراساں خواب سے چونکا اور کہا کہ ابھی ابھی داؤد کو آزاد کیا جائے اور تیز رفتار سواری کے ساتھ اس کی ماں کے پاس مدینہ بھیج دیا جائے۔

(ولایت ص ۶۰)

---

(۱) عمل ام داؤد اسی لئے خصوصاً پندرہ رجب کو بجالاتے ہیں۔

دھوکہ باز رسوا ہو گیا

حضرت امام صادق علیہ السلام کے زمانے میں ایک حیلہ گر اور دھوکہ باز شخص ظاہر ہوا تھا وہ خدائی کا دعویٰ کر رہا تھا اور وہ کہتا تھا کہ تم لوگ جو کہتے ہو کہ خداوند عالم خالق ہے میں بھی خالق ہوں، تو پھر اُس وقت وہ ایک برتن میں تھوڑی سی مٹی ولجن اور پانی ڈالتا تھا، کچھ دنوں بعد برتن میں بہت سے کیڑے پیدا ہو جاتے تھے تو اس وقت کہتا تھا کہ ان جانوروں کو میں نے پیدا کیا۔

خداوند عالم نو ماہ بعد ماؤں کے پیٹ سے موجودات اور بچوں کو پیدا کرتا ہے لیکن میں چند ہی روز میں اتنی مخلوق ایجاد کرتا ہوں، چند بے وقوف واحمق وسادہ دل افراد نے اسکی باتوں پر یقین کر لیا تھا اور ان کے اعتقاد خدا کے بارے میں مشکوک ہو گئے تھے، حضرت امام صادق علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ ایک شخص حیلہ گر ظاہر ہوا ہے اور لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اور خالی برتن سے حشرات کو خلق کرتا ہے امامؑ نے فرمایا:

کہ اس سے کہو کہ موجوداتِ ظرف کے بارے میں ہم چاہتے ہیں کہ تم دو کام انجام دو، اگر اس کام میں کامیاب ہوئے تو پھر ہم تیری تصدیق کرتے ہیں پہلے اس سے پوچھو کہ ابھی تک کتنی مخلوق کو پیدا کیا ہے اور دوسرے یہ پوچھو کہ اگر تم خالق ہو تو پھر چاہئے کہ تم اپنی مخلوقات پر تسلط رکھو اور وہ تیرے فرمان کے مطابق عمل کریں اس بنا پر

کیڑے جس طرف سے گذر رہے ہوں ان کو حکم دو کہ پلٹ آئیں اور دوسری طرف سے جائیں جب ان سب باتوں کو حیلہ گر سے کہا وہ کہ ابھی تک کیڑوں کو شمار نہیں کئے تھا اور سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھ سے ایسا سوال کیا جائے گا تو اس نے جواب دیا تم لوگوں سے کیا مطلب کہ میں نے کتنی مخلوق پیدا کی ہے لوگوں نے اس سے کہا کہ تم عجیب خالق ہو کہ نہیں جانتے کہ کتنی مخلوق پیدا کی پھر لوگوں نے اس سے کہا کہ اپنی مخلوقات کو حکم دو کہ پلٹ جائیں اور دوسرے راستے سے جائیں۔

وہ تو پریشان ہو گیا اور کہا ان لوگوں کی حرکت میرے ہاتھ میں نہیں ہے میں نے ان کو پیدا کیا ہے لیکن وہ لوگ خود سے چلتے پھرتے ہیں اور حرکت کرتے ہیں اور میری باتوں پر توجہ نہیں رکھتے لوگ اس کے مبہوت ہونے اور حیلہ گری کے بارے میں سمجھ ہی گئے تو اس کے پاس سے متفرق ہو گئے اور اس کو وہاں سے بھگا دیا اس طرح سے حضرت امام صادق علیہ السلام ایک بار پھر لوگوں کی فریاد کو پہونچے اور ان لوگوں کو گمراہی وضلالت سے نجات دی۔

(آدابی از قرآن ص ۲۹۵)

نیک بندہ

شقیق بلخی اپنے زمانے کا بزرگ ومشہور ترین شخص تھا وہ کہتا ہے کہ میں ۱۴۹ھ میں اعمال ومناسک حج کو بجالانے کے لئے مکہ معظمہ کی طرف چلا اور قادسیہ میں کاروان حجاج کے ساتھ مل گیا اس جگہ اس حال میں کہ بہت سے لوگوں کو اور ان کے لباسوں اور ان کی زینتوں کو دیکھ رہا تھا، اتفاق سے میری نظر ایک نورانی اور خوبصورت جوان پر پڑی کہ اپنے لباس پر وہ پشمی لباس پہنے تھا اور لوگوں سے بہت دور تھا، راستہ طے کر رہا تھا میں نے تصور کیا کہ شاید وہ صوفیوں میں سے ہے اور چاہتا ہے کہ راستے میں لوگوں پر بوجھ بن جائے اور اپنی ضرورت کی چیزوں اور مخارج کو دوسروں پر ڈال دے، میں نے سوچا کہ اس کے پاس جاؤں اور اس کو توبیخ وسرزنش کروں اسی نیت سے اس کے پاس گیا لیکن جیسے ہی اس کے قریب گیا مجھے آواز دی اور کہا کہ دوسروں کے بارے میں بدگمانی کرنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں:

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْراً مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَلَاتَجَسَّسُوْا" (سورہ حجرات آیت ۱۲)

اے ایماندارو بہت سے گمان (بد) سے بچے رہو کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے اور آپس میں ایک دوسرے کے حال کی ٹوہ میں نہ رہا کرو۔

پھر اس نے مجھے تنہا چھوڑ دیا اور چلا گیا میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ ایک معمولی حادثہ نہیں ہے اس نے بغیر اس کے کہ مجھے دیکھے میرا نام اپنی زبان پر لایا اور میری فکر وقلبی نیت سے پردہ اٹھا دیا وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا ایک صالح بندہ ہے اس سے ضرور ملاقات کروں گا اور عذر چاہوں گا، جلدی جلدی اس کے پیچھے چلا لیکن اِدھر اُدھر بہت تلاش کیا لیکن مل نہ سکا اور وہ میری نگاہ سے غائب ہو گیا۔

یہاں تک کہ شہر واقصہ پہنچے وہاں پر دوبارہ میری نظر اس جوان پر پڑی جبکہ وہ نماز میں مشغول تھا لیکن اس کے اور دوسروں کے نماز پڑھنے میں زمین تا آسمان فرق تھ اس کے بدن کے اعضاء وجوارح مضطرب ولرزاں تھے اور اسکی چشم مبارک سے آنسو جاری تھا نماز کو توجہ قلب سے اور باخضوع وخشوع ادا کر رہا تھا اور نماز کے وقت دنیا والوں کو بھول گیا تھا اور ملکوت الٰہی سے ملا ہوا تھا میں بیٹھ گیا اور صبر کیا یہاں تک کہ نماز ختم ہو گئی پھر اس کی طرف چلا لیکن میرے پہونچنے سے پہلے ہی وہ میری طرف پلٹا اور فرمایا کہ خداوند عالم ان لوگوں کے گناہوں کو بخشنے والا ہے جو ایمان لائے ہیں، اور اچھے کام انجام دیتے ہیں: "وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً ثُمَّ اهْتَدیٰ" (سورہ طٰہٰ آیت ۸۲)

ترجمہ: ''اور جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرے پھر ثابت قدم رہے تو ہم اس کو ضرور بخشنے والے ہیں''

اس آیہ کریمہ کی تلاوت کے بعد پھر اس بندۂ صالح نے مجھے تنہا چھوڑ دیا اور چلا گیا ایک بار پھر میں نے یقین کیا کہ وہ برگزیدہ ومنتخب شدہ لوگوں میں سے ہے کہ اپنی

عبادتوں کے سبب وہ ایسے مرتبہ پر پہنچا ہے کہ غیب کی خبر دیتا ہے اور دوسروں کے قلب ودماغ میں رسوخ رکھتا ہے پھر ایک بار منیٰ میں ان کے پاس پہونچا وہ کنویں کے پاس کھڑے تھے اور اپنے ہاتھ میں ڈول لئے تھے اتفاق سے ڈول ان کے ہاتھ میں سے چھوٹ گئی اور کنویں کے اندر گر پڑی تو اس وقت جوان نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا کہ خداوند عالم تو ہی میرا سب کچھ ہے اور میرا آب وغذا اور ساری ضرورتیں تجھی سے ہیں اسی وقت کنویں کا پانی بلند ہوا اس طرح کہ ڈول زمین پر خود بخود آ گئی۔

جوان نے ہاتھ بڑھا کر ڈول کو اٹھا لیا اور وضو کرنے میں مشغول ہو گیا اور اس کے بعد چار رکعت نماز پڑھی، پھر میں ان کی نماز کی طرف غور سے دیکھنے لگا ان کا بدن خوف خدا سے لرز رہا تھا اور ان کی آنکھوں میں آنسو بھرے تھے نماز کو توجہ اور خضوع وخشوع سے پڑھ رہے تھے اور خداوند عالم سے غرق مناجات تھے میں نماز کے بعد ان کی طرف بڑھا اور سلام کیا میرے سلام کا جواب بہت اچھی طرح دیا، اُن سے خواہش کی کہ جو ڈول کا پانی بچ گیا ہے وہ مجھے دیدیں انھوں نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنی تمام ظاہری وباطنی نعمتوں کو ہمارے اختیار میں دیا ہے اور یہ ہماری عبادات اور نیک اعمال کی خاطر ہے تم بھی اگر میری محبت وولایت اپنے دل میں رکھو تو خداوند عالم کی خصوصی نعمتوں سے بہرہ مند ہو گے، پھر اس کے بعد ڈول کے پانی کو مجھے عنایت کیا میں نے پانی پیا گمان کیا کہ یہ عسل وشہد ہے خدا کی قسم میں نے اپنی زندگی میں اتنا شیرین وصاف پانی نہیں پیا تھا پھر اس روحانی جوان نے مجھے دوپہر کے کھانے کی دعوت دی میں نے

خوش ہو کر دعوت قبول کی اور ایسا سادہ دوپہر کا کھانا کھایا کہ کبھی اپنی عمر میں اتنی زیادہ لذیذ غذا نہیں کھائی تھی پھر اس کو میں نے نہیں دیکھا یہاں تک کہ مکہ معظمہ پہنچے ایک رات جب کہ آسمان سیاہ تھا تارے دکھائی نہیں دے رہے تھے آدھی رات کے وقت اس شخص کو چاہِ زمزم کے کنارے دیکھا اور اس وقت بھی نماز میں مشغول تھے اور نماز کو باکمال خضوع وخشوع وبااشک چشم ادا کر رہے تھے صورت ولباس شدت گریہ سے تر ہوگئے تھے اور جسم کثرت نالہ سے لرز رہے تھے، ان کی نماز صبح تک ہوتی رہی جب موذن کی اذان دور سے سنائی دی تو نماز صبح پڑھی اور پھر اس کے بعد مشغول تسبیح وتہلیل ہوگئے اور پھر اس کے بعد اپنی پیشانی کو سجدے میں رکھا اور بہت دیر تک بغیر حرکت کے خدا کا شکر ادا کر رہے تھے پھر خانہ خدا کا طواف کیا اور نماز طواف پڑھی اور کعبے سے باہر چلے گئے میں بھی ان کے پیچھے چلنے لگا ناگاہ دیکھا کہ ان کے چاروں طرف بہت سے لوگ کھڑے ہوگئے جوان کا بہت زیادہ احترام کر رہے تھے اور اس کے بعد اس پروانے کے مانند کہ جو چراغ کے چاروں طرف ہوتے ہیں ان کے چراغ وجود کو چاروں طرف سے گھیر لیا (گویا اہل بیت کی عظمت کا طواف کرنے لگے) اور ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے اس روحانی شخص کے نزدیکوں میں سے ایک شخص سے میں نے پوچھا کہ یہ بزرگوار کون ہیں؟ جواب میں فرمایا کہ وہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام شیعوں کے ساتویں امام ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ سب معجزات وعجائب ان بزرگوار اور اس خاندان عصمت کے علاوہ کسی دوسرے خاندان کے لائق اور متحمل نہیں ہیں۔

(قلب سلیم ج۲ص۲۱۴)

بدگمانی

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور میں ایک شیعہ شخص مشرف ہوا اور کانپتے ہوئے کہا کہ اے فرزند رسول خداؐ، میں ڈرتا ہوں کہ فلاں ابن فلاں اپنے اعتقاد میں آپ کی نسبت منافق ہوگیا ہے امامؑ نے فرمایا کیوں؟

اس شخص نے عرض کیا کہ میں بغداد کے ایک بزرگ کی مجلس میں حاضر تھا اور وہ بھی موجود تھا اسی درمیان صاحب مجلس نے اس سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم شیعہ ہو اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پیرو ہو، کیا گمان رکھتے ہو کہ آنحضرتؑ امام ہیں اور ہارون رشید امام نہیں ہے اس نے جواب دیا کہ میں ایسا اعتقاد نہیں رکھتا بلکہ کہتا ہوں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام غیر امام (۱) ہیں اور اگر میں ایسا عقیدہ نہ

(۱) امام لغت میں رہبر وپیشوا کے معنی میں ہے قرآن میں لفظ امام بمعنی پیشوائے باطل اور بمعنی پیشوائے حق دونوں استعمال ہوا ہے اور مطلق طور پر بھی رہبر وپیشوا کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور تشیع کے آئین میں امام سے مراد ہر جگہ پیشوائے برحق ومعصوم ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے منصوب اور منتخب ہوتا ہے لیکن یہاں پر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ایک دوست نے دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے لفظ امام کو دوسرے معنی میں استعمال کیا ہے یعنی پیشوائے باطل کا ارادہ کیا ہے۔

رکھوں تو پھر خدااور فرشتوں اور بندوں کی میرے اوپر لعنت ہو، صاحب مجلس اس بات کو سنتے ہی بہت خوش ہوااس کے لئے دعا کی اور جولوگ اسکوشیعہ کہتے تھے ان پر لعنت کی، امامؑ نے اس شیعہ مرد کے جواب میں فرمایا کہ جیسا کہ تم نے گمان کیا ایسا نہیں ہے وہ تجھ سے بھی زیادہ دانا اور عقلمند ہے جو اس نے یہ کہا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام غیر امام ہیں، اس کی مراد، غیر امام ناحق ہے۔

وہ اس جملہ سے نہ صرف ہماری ولایت ومحبت کا منکر نہیں ہوا ہے بلکہ بالواسطہ اس نے ہماری امامت ولایت کا اثبات کیا ہے اس بدگمانی سے جو شیعہ برادر سے تم نے کی ہے توبہ کرو وہ شیعہ غمگین ہو گیا اور عرض کی اے فرزند رسول خدا میرے پاس پیسہ نہیں ہے تا کہ اس کو دوں اور وہ مجھ سے خوش ہو جائے لیکن اپنی عبادتوں اور ان صلوات کے ثواب کا نصف جو آپ اہل بیت پر میں نے بھیجے ہیں اور ان لعنتوں کے ثواب کا نصف جو آپ کے دشمنوں پر کی ہیں اس کو ہدیہ کرتا ہوں، امامؑ نے فرمایا اب تم جہنم کی آگ سے نکل آئے۔

(قلب سلیم جلد۲ص ۱۹۶)

اگر بندہ ہوتا تو ایسا نہ ہوتا

ایک روز حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بغداد کی ایک گلی سے گذرر ہے تھے ایک بڑے اور خوبصورت گھر سے کہ پتہ چل رہا تھا اس کا مالک بہت خوشحال اور اعیان میں سے ہے، ساز ورقص وموسیقی کی آواز بلند تھی۔

حضرتؑ نے تھوڑی دیر توجہ کی کہ ایک کنیز نے گھر کا دروازہ کھولا وہ چاہتی تھی کہ کوڑا گھر سے باہر پھینکے حضرت نے کنیز سے پوچھا یہ کس کا گھر ہے کنیز نے عرض کی یہ بُشر کا مکان ہے حضرت نے فرمایا بندہ ہے یا آزاد؟

کنیز نے عرض کی آزاد، امامؑ نے فرمایا کہ ظاہر ہے کہ آزاد ہے اس لئے کہ اگر بندہ خدا ہوتا تو اس کی حالت یہ نہ ہوتی، کنیز گھر کے اندر گئی بُشر نے اس سے پوچھا کہ تم نے اتنی دیر کیوں لگائی؟

کنیز نے جواب دیا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے گفتگو کرنے میں مصروف تھی بُشر نے پوچھا کہ آقا نے کیا کہا؟

کنیز نے کہا مولا وآقا نے پوچھا کہ گھر کا مالک آزاد ہے یا بندہ؟

تو میں نے کہا کہ آزاد ہے، آنحضرتؑ نے فرمایا کہ ظاہر ہے کہ آزاد ہے اس

لئے کہ اگر بندہ (خدا) ہوتا تو ایسی حالت نہ ہوتی، بُشر (۱) نے جیسے ہی یہ بات سُنی ناگہاں خواب غفلت سے بیدار ہوا ننگے پاؤں گھر سے نکلا اور حضرت کے پیچھے پیچھے دوڑا اور اپنے کو حضرت کے پائے مبارک پر گرادیا اور اپنے گذشتہ گناہوں سے توبہ کی اور وقت کے نیک اور اچھے لوگوں میں سے ہوگیا۔

(معارفی از قرآن ص ۵۱۶ وسرائے دیگر ص ۵۶)

---

(۱) اسی لئے بُشر کو بُشر حافی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے حافی کے معنی ننگے پاؤں چلنے والا۔

ہارون اور مامون

مامون خلیفہ عباسی سے لوگوں نے پوچھا کہ تم کیسے حضرت امام علی ابن موسیٰ الرّضا علیہما السلام سے علاقمند ہوئے اس نے کہا کہ اپنے باپ سے میں نے درس لیا ہے (۱) ایک وقت اپنے باپ کے ہمراہ مدینہ گیا شہر مدینہ کے بڑے بڑے لوگ میرے باپ کی ملاقات کو آتے تھے ایک روز ایک بزرگوار ونحیف وکمزور آقا قصر میں داخل ہوئے میرے باپ جلدی سے ان کے استقبال کو گئے اور ان کو بغل میں لے لیا اور اپنے اوپر ان کو جگہ دی اور کمال ادب وتواضع سے ان سے گفتگو کی۔

مَیں نے رات میں اپنے باپ سے پوچھا کہ اے پدر یہ بزرگوار کون تھے کہ ان کے سامنے ایسا خضوع وخشوع کیا۔

باپ نے کہا کہ وہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ تھے. میں نے سوال کیا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کون ہیں؟

---

(۱) حالانکہ مامون کی باتیں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے دوستی کے بارے میں لوگوں کو فریب دینے کے لئے تھی ورنہ خلفاء جور ہمیشہ آئمہ معصومینؑ کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھے اور امام کو ولیعہد مامون منتخب کرنے کے دلائل جسے علماء شیعہ نے اپنی قیمتی کتابوں میں مفصلاً تحریر کیا ہے ذکر کیے گئے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

تو اس کے باپ نے کہا کہ وہ ہمارے اور تمہارے امامؑ ہیں، میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ حق پر نہیں ہیں؟

باپ نے کہا کہ نہیں، خلافت ان کی اور ان کے معصوم فرزندوں کا حق ہے.

میں نے سوال کیا اگر ایسا ہی ہے تو پھر کیوں ان کو قید وجلاوطن کرنا چاہتے ہیں تو میرے باپ نے کہا کہ سلطنت! یہاں تک کہ فرزند کو بھی نہیں پہچانتی، اگر کسی دن تم جو میرے فرزند ہو میری حکومت کی مخالفت کی تو تجھے بھی نابود کردوں گا۔

معلوم ہوا کہ اقتدار طلبی اور حکومت وریاست کا عشق انسان کو ہر گناہ وجنایت کے انجام دینے پر اُبھار دیتا ہے۔

(اخلاق اسلامی)

حمّام

جس وقت حضرت امام علی ابن موسی الرضاؑ خراسان میں تشریف رکھتے تھے اور مجبوراً مامون کی ولیعہدی کے منصب کو قبول کیا تھا ایک روز امام حمام میں تشریف لے گئے، جب امامؑ گرم خانہ میں وارد ہوئے ایک شخص جو امامؑ کو نہیں پہچانتا تھا عرض کیا کہ کیا میری پشت پر صابن کا کیسہ (۱) لگاؤ گے؟ اور اس سے میرا جسم صاف کردو گے؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں امامؑ اس شخص پر کیسہ لگانے میں مشغول ہوگئے تو صاحب حمام اسی وقت داخل ہوا تا کہ دیکھے کہ امامؑ کوئی فرمائش تو نہیں رکھتے تو اس وقت اس کی نگاہ امامؑ کے اوپر پڑی کہ وہ کیسہ لگا رہے ہیں، صاحب حمام فریاد کرنا چاہتا تھا اور اس شخص کو اس کی غلطی پر متوجہ کرنا چاہتا تھا کہ امامؑ نے پہلے ہی ہاتھ کے اشارے سے اس کو خاموش کردیا جو شخص مخلوق کے سامنے فروتنی وانکساری نہ کرے وہ خالق کے سامنے بھی تواضع وانکساری نہیں کرسکتا۔

(ایمان جلد اول ص۲۰۵)

---

(۱) یہ تھیلی جسے ہاتھ میں پہن کر جسم کے اعضاء پر صابن کے ہمراہ ملتے ہیں جس سے میل وگندگی دور ہوتی ہے جو ایران میں رائج ہے)

دعبل کا قصیدہ

حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام کے زمانے میں بہت سے شاعر تھے جو اپنی زبان اور شعر سے دشمنوں سے جہاد و مقابلہ کرتے تھے اور اپنے اشعار میں ائمہ معصومینؑ کے حق کا دفاع کرتے تھے اسی وجہ سے وہ شعراء عظام ائمہ معصومینؑ کے اکرام والطاف سے فیضیاب ہوا کرتے تھے،

کُمیت اور سید اسمٰعیل حمیری یہ دونوں حضرت امام صادق علیہ السلام کے مورد لطف ومحبت تھے فرزدق حضرت امام زین العابدین سید الساجدینؑ کے مورد لطف وکرم وعنایت تھے اور دعبل خزاعی حضرت امام رضا علیہ السلام کی تائید وحمایت میں زندگی بسر کرتے تھے۔

جب امام علی رضاؑ خراسان میں رہتے تھے تو دعبل خزاعی امامؑ کے پاس گئے اور اپنے معروف قصیدہ کو پڑھا یہ قصیدہ اہل بیتؑ کے فضائل اور ان کے مصائب سے متعلق کہا تھا جو ان حضرات نے راہ خدا میں اٹھائے تھے دعبل خزاعی نے اپنے اشعار کے بعض حصہ میں یہ پڑھا کہ اہل بیت میں سے ایک امامؑ کا خروج وظہور قطعی وحتمی ہے وہ امامؑ جو خدا کے نام اور الٰہی برکات کے ساتھ قیام کرے گا امامؑ نے فرمایا:

"اے دعبل یہ روح القدس تیری زبان سے بول رہا ہے کیا جانتے ہو کہ یہ

کون امامؑ ہے؟

دعبل خزاعی نے عرض کیا:

نہیں میرے مولا میں فقط جانتا ہوں کہ آپ کی نسل اطہر سے ایک امامؑ خروج وظہور کرے گا اور زمین کو فساد وظلم سے پاک کردے گا اور عدل وانصاف سے بھر دیگا،

امامؑ نے فرمایا کہ اے دعبل!

امامؑ میرے بعد میرا فرزند محمد اور پھر اس کے بعد ان کے فرزند علی اور پھر ان کے بعد ان کے فرزند حسن اور پھر ان کے بعد ان کے فرزند حجت قائم ہیں کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے گا یہاں تک کہ خداوند عالم صلاح ومصلحت جانے اور اسے آشکار کرے اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا ان کے وقت کا ظہور قیامت کی طرح سبھی لوگوں پر پوشیدہ ہے اور کوئی شخص اس سے آگاہی نہیں رکھتا۔

پھر امام علی رضا علیہ السلام نے دو بیت شعر پڑھے اور دعبل سے فرمایا کہ ان دونوں کو اپنے شعر میں اضافہ کرلو، پھر دعبل خزاعی نے اس کے بعد شعر پڑھے اور جب پڑھ چکے تو حضرت امام رضاؑ نے سو دینار سونے کے جو خود امامؑ کے مبارک نام سے سکے تھے دعبل کو ہدیہ دیا۔

دعبل نے پیسے قبول نہیں کئے اور کہا کہ قسم خدا کی میں پیسے لینے کے لئے نہیں آیا ہوں اور اس قصیدہ کو دنیا کی لالچ میں نہیں کہا ہے فقط آپ سے ایک خواہش رکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ اپنا ایک لباس مجھے ہدیہ فرمادیں تاکہ موت کے وقت میرا کفن ہو ،حضرت امامؑ نے اپنے لباس کو سو دینار طلا کے علاوہ اس کے پاس بھیجا اور پیغام بھجوایا کہ

اس پیسے کو لے لو کہ تم جلد ہی اس کے محتاج ہو گے دعبل نے لباس و پیسے کو لیا اور عراق کی طرف چلا اور قم المقدسہ میں جب شیعوں نے حضرت امام رضاؑ سے اس کی ملاقات کی داستان سنی، زبردستی اس کے لباس کو خریدا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہر ایک نے بطور تبرک ایک ایک ٹکڑا لے لیا اور ایک ٹکڑا دعبل کو دیدیا۔

جب دعبل عراق پہونچے تو معلوم ہوا کہ چور گھر سے تمام سامان لوٹ مار کر لے گئے اور ان کی بیوی بھی درد چشم میں سخت مبتلا تھی اور داہنی آنکھ اندھی ہو چکی تھی اور بائیں آنکھ بھی اندھی ہونے والی تھی۔

دعبل خزاعی نے حضرت امام رضاؑ کے سکے کو دس ہزار درہم میں عراق کے شیعوں کے ہاتھ بیچا اور اس پیسے سے گھر خریدا پھر اس ٹکڑے سے جو امام کے لباس سے بچ گیا تھا اپنی بیوی کی آنکھ پر باندھا دوسرے دن صبح کو معلوم ہوا کہ امامؑ کے لباس کی برکت سے بیوی کی آنکھ کو شفا مل گئی۔

(قیامت وقرآن ص ۱۴۵)

چور بادشاہ

مامون نے اپنی بہت سی ضرورتوں کے تحت امام علی رضا علیہ السلام کو مدینہ منورہ سے خراسان بلایا اور زبردستی امام کو اپنی ولیعہدی کا مقام ومنصب دیا کبھی کبھی امامؑ مامون کے داہنی طرف بیٹھتے تھے اور مامون قضاوت کرتا تھا، ایک روز لوگ خبر لائے کہ ایک شخص نے چوری کی ہے مامون نے حکم دیا کہ چور کو پکڑ کر لایا جائے جب اس کو لائے مامون نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور اس کو زاہد ومتقی شخص پایا کہ آثار سجدہ اس کی پیشانی پر تھے، مامون نے کہا کہ وائے ہو تم پر اس چہرے کی خوبصورتی سے اور اس برے کام سے، کیا یہ پرہیزگارانہ صورت دیکھ کر کوئی تم کو چوری کی نسبت دے سکتا ہے؟

اس نے کہا کہ میں نے اس کام کو مجبوراً وناچار ہو کر انجام دیا ہے نہ کہ اپنے اختیار اور اپنی خواہش سے، اور یہ کام میں نے اس وقت کیا جب تم نے میرے حق ''خمس وغنائم جنگی'' کو قطع کر دیا۔

مامون نے کہا کہ تم خمس وغنائم جنگی میں کیا حق رکھتے ہو؟

اس نے کہا کہ خداوند عالم نے مصرف خمس کی چھ جگہیں بتائی ہیں اور فرمایا ہے:

"وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتَامٰی وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ"

(سورہ انفال آیت ۴۱)

"اور جان لو کہ جو کچھ تم (مال لڑ کر) غنیمت لو تو اس میں کا پانچواں حصہ مخصوص خدا اور رسول اور (رسولؐ کے) قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کا ہے اگر تم خدا پر اور (اس غیبی امداد) پر ایمان لا چکے ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے (محمدؐ) پر فیصلہ کے دن (جنگ بدر) میں نازل کی تھی"

جان لو کہ جو بھی غنیمت حاصل کرو تو اس کا خمس ہے اور اس میں خدا اور پیغمبر اور ذی القربٰی اور یتیموں اور مسکینوں اور ابن سبیل کا حق ہے اسی طرح غنیمت کو بھی چھ چیزوں پر تقسیم کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ابن سبیل (۱) کی مدد کرو تا کہ غنیمت (۲) فقط ثروتمند و دولت مندوں کے پاس نہ رہے اور میں ابن سبیل ہوں فقیر و مسکین ہوں اس بنا پر قرآن کے قول کے مطابق خمس و غنائم سے جو میرا حق ہے اس سے تم نے مجھے محروم کر دیا ہے۔

(۱۔ ابن سبیل یعنی وہ مسافر جو سفر میں فقیر اور محتاج ہو گیا ہو ولو اپنے شہر میں دولتمند ہو اگر سید ہے تو خمس دیا جا سکتا ہے اور اگر سید نہ ہو تو زکوۃ سے ادا کریں تا کہ اس کی پریشانی دور ہو جائے)

(۲۔ مال غنیمت۔ اگر مسلمان بحکم نبی یا امام کفار سے جنگ کریں تو جو بھی چیز اس جنگ میں ان کے ہاتھ آئے اس کو مال غنیمت کہا جاتا ہے۔

مامون نے کہا کہ تم سمجھتے ہو کہ اس افسانہ کی وجہ سے قانون خداوند عالم کو معطل کر دوں گا اور اجراء نہیں کروں گا اس نے کہا کہ پہلے تم خود اپنے کام کو دیکھو اور اپنے کو پاک و پاکیزہ بناؤ پھر دوسروں کے لئے پاکیزگی کی فکر کرو اور پہلے اپنے اوپر حدود الٰہی (۱) اجرا کر لو پھر دوسروں پر حدود تعزیرات جاری کرو، مامون جواب دینے سے عاجز ہو گیا تھا، حضرت امام علی رضاؑ سے پوچھا کہ آپ اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت امامؑ نے فرمایا: کہ اس شخص کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ تم نے چوری کی ہے وہ بھی دلیر ہو گیا اور چوری کر لی ہے، مامون اس بات سے بہت ناراض ہوا لیکن کچھ نہ کہا بلکہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ قسم بخدا تمہارا ہاتھ کاٹ ڈالوں گا، اس نے کہا کہ کیا چاہتے ہو کہ میرا ہاتھ کاٹو اس حال میں کہ تم میرے بندے ہو، مامون نے کہا کہ تم پروائے ہو، کیسے میں تیرا بندہ ہوں اس نے کہا کہ تیری ماں کنیز ہے اور تیرے باپ نے اس کو مسلمانوں کے مال سے خریدا ہے اس وجہ سے تم تمام مسلمانوں کے بندے اور غلام ہو دنیا کے جو مشرق و مغرب میں زندگی بسر کرتے ہیں مگر یہ کہ تجھ کو آزاد کریں، لیکن میں نے تجھ کو آزاد نہیں کیا ہے اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ مامون تم نے حق اولاد رسول ادا نہیں کیا اور میرا حق اور مجھ جیسوں کا حق بھی ادا نہیں کیا ہے۔

(۱) حدود الٰہی یعنی وہ گناہ کبیرہ جس کے انجام دینے پر شریعت نے دنیاوی سزا دینے کے لئے اور تازیانہ مارنے کے لئے مقرر کئے ہیں اسی کو حد کہتے ہیں اور اس کا اجرا آج بھی ایران میں ہوتا ہے)

اور تیسرا نکتہ یہ ہے کہ تم پلید ہو کثیف و ناپاک شخص اپنے مثل کو پاک نہیں کرسکتا بلکہ پاک شخص ہی آلودہ افراد کو پاک کرسکتا ہے جو خود مستحق حدود الٰہی ہو وہ دوسروں پر حد جاری نہیں کرسکتا مگر یہ کہ خود اپنی حد کو پہلے جاری کرے کیا خدا کے حکم کو تم نے نہیں سنا کہ قرآن میں فرماتا ہے کہ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اس حال میں اپنے کو فراموش کر بیٹھے ہو، تو اس وقت پھر مامون حضرت امام رضاؑ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا: آپ کی رائے اس شخص کے بارے میں کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے حضرت رسول خدا سے فرمایا ہے کہ خداوند عالم حجت بالغہ رکھتا ہے اور وہ حجت ایسی ہے کہ جب نادان شخص تک پہنچتی ہے تو عقلمندوں کی طرح سمجھتا ہے دنیا و آخرت اسی حجت پر قائم ہے اور یہ شخص اس وقت تیرے لئے ایسی ہی حجت لایا ہے اگر اس کی باتوں کا جواب دے سکتے ہو تو دو، ورنہ اس کو چھوڑ دو۔

مامون نے حکم دیا کہ اس کو آزاد کیا جائے اور پھر لوگوں سے اپنے کو پنہان رکھا اور اس کینہ کے سبب جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے دل میں لئے تھا آنحضرتؑ کے قتل و شہادت کا نقشہ کھینچا اور کچھ مدت کے بعد آنحضرتؑ کو شہید کر دیا۔

(گناہان کبیرہ جلد اول ص ۴۷۶)

سریع مسافرت

مرحوم عراقی نے اپنی کتاب دار السلام میں نقل کیا ہے کہ یہ معجزہ ۱۲۹۸ھ قمری میں واقع ہوا اس سال بحرین کے چند شیعہ حضرت امام علی رضاؑ کی زیارت کے لئے مشہد مقدس تشریف لائے اس سفر میں عورتوں اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ لیا وہ لوگ بہت دنوں تک مشہد مقدس میں ٹھہرے نتیجۃً ان لوگوں کے پاس جو کچھ بھی تھا ختم ہو گیا اور ان کے پاس کچھ پیسہ نہیں تھا ان لوگوں نے پہلے ارادہ کیا تھا کہ مشہد مقدس سے کربلائے معلیٰ اور پھر بصرہ جائیں گے اور دریائی راستے سے اپنے وطن واپس ہو جائیں گے۔

لیکن جب پیسہ ختم ہو گیا اپنے کام و مقصد کو بڑھانے میں حیران و پریشان ہو گئے تھوڑا کچھ پیسہ دوسروں سے قرض لیا وہ بھی ختم ہو گیا پھر اس کے بعد کسی نے ان کو قرض بھی نہیں دیا وہ تمام لوگ پریشان تھے اس لئے کہ پیسہ ہی نہیں تھا کہ اپنے وطن واپس ہوتے اور نہ کوئی آمدنی ہی تھی کہ مشہد مقدس ہی میں رہیں، جب ہر طرف سے یہ لوگ ناامید ہو چکے۔

حضرت امام علی رضاؑ باب الحوائج سے متوسل ہوئے چودھویں رجب کے دن جب ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ سبھی ساتھ مل کر حرم مطہر میں چلیں اور استغاثہ و فریاد کریں تو ایک بزرگوار شخص ان لوگوں کے پاس گئے اور فرمایا کہ تم لوگ کیا کربلا نہیں جاؤ گے؟

اوران لوگوں نے کہا کیوں نہیں، لیکن کوئی وسیلہ نہیں ہے، ان بزرگوار نے فرمایا کہ میں چند خچر رکھتا ہوں اور تم لوگوں کو دیتا ہوں تو لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس پیسہ نہیں ہے کہ کرایہ سے لیں انھوں نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو کاظمین مفت پہنچاؤں گا ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس پیسہ نہیں ہے کہ کاظمین میں خرچ کریں انھوں نے کہا کہ میں آپ لوگوں کے خرچ کو کاظمین میں ادا کروں گا لوگوں نے کہا کہ کچھ مقدار پیسہ کے یہاں بھی ہم لوگ مقروض ہیں، ان بزرگوار نے فرمایا:

اس کو بھی میں ادا کردونگا آج ہی عصر کے وقت دروازے کے پاس تم لوگوں کا منتظر ہوں۔

چودہ رجب کو عصر کے وقت بحرینی شیعہ سوار ہوئے اور راستہ طے کرنے لگے جب تین گھنٹے کے قریب چلے تو ان بزرگوار نے فرمایا کہ یہاں اتریں اور نماز پڑھیں اور شام کا کھانا کھائیں میں یہیں پر خچروں کو چراتا ہوں اور تھوڑا آرام کرتا ہوں، مسافرین سب سواری سے اترے اور اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے تھوڑی دیر گذری لیکن ان بزرگوار شخص اور ان کے خچروں کا کوئی پتہ نہ تھا سب پریشان ہو گئے اور چاروں طرف تلاش کرنا شروع کیا چاندنی رات تھی لیکن اس شخص کا کوئی نشان دکھائی نہ دیا۔

آخر کار سب مایوس ہوکر پلٹے اور کہا کہ اس شخص نے ہمیں دھوکہ دیا اور ہم لوگوں کو جنگل میں چھوڑ دیا ہے، اب کیا کیا جائے، بہر حال ان میں سے کسی نے کہا کہ ہم صرف تین گھنٹے راستہ چلے ہیں اس بنا پر بہتر یہی ہے کہ دوبارہ مشہد مقدس پلٹ

جائیں، اس وقت ہوا صاف ہوگئی اور صبح کا وقت قریب ہوا لوگوں نے نماز صبح پڑھی اور چلے تھوڑی ہی دیر چلے تھے کہ ان کی نگاہیں خرموں کے درختوں پر پڑی تعجب سے کہنے لگے کہ ارے مشہد کہاں، اور خرموں و کھجوروں کے درخت کہاں؟

تو اس وقت ایک شخص کو دور سے دیکھا اور اس کے پاس گئے جب اس کے قریب پہونچے تو دیکھا کہ بدن پر عربی لباس پہنے ہوئے ہے حیرت و تعجب سے پوچھا یہ کونسا علاقہ ہے؟

اس عرب نے جواب دیا یہ کاظمین ہے زائروں کا تعجب بڑھتا گیا اور جب تھوڑا اور آگے بڑھے تو دو گنبد مطہر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے روضہ مطہر نظر آئے عجیب شوق کی حالت ان لوگوں کو ہوئی اور روتے دسر پیٹتے ہوئے حرم شریف میں وارد ہوئے۔

جب لوگوں نے اس معجزہ کو سنا تو تمام لوگوں نے جوق در جوق حرم مقدس کے پاس ہجوم کرلیا۔

(ولایت ص۲۸۲)

نادان قاضی

ابن ابی داؤد چار عباسی خلفاء کے زمانوں میں قاضی القضاۃ تھا اور اس کی قوت واعتبار اتنا بڑھ گیا تھا کہ اس نے اپنے بیٹے کو سامرہ کی قضاوت کے لئے معین کر کے بھیج دیا تھا ایک روز قاضی غمگین اور مغموم حالت میں گھر گیا تو غلام نے پوچھا کہ کیا ہوگیا ہے؟

قاضی نے کہا کہ اے کاش! میں بیس سال پہلے ہی مرگیا ہوتا، غلام نے کہا کہ خدا نہ کرے، کیوں؟ قاضی نے جواب دیا کہ خلیفہ نے چند بزرگوں کو اور مجھے بھی دعوت دی تھی اور ان میں سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بھی تھے اور علماء کے جمع ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک چور نے اپنی چوری کا اعتراف کیا تھا اور طے پایا کہ اس پر حد جاری ہو تو اس وقت خلیفہ نے مجھ سے پوچھا کہ اس کے بارے میں کیا کریں؟ تکلیف کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ اس کے ہاتھ کو گٹے سے کاٹا جائے چند لوگوں نے میری بات کی تصدیق کی لیکن چند دوسرے لوگوں نے کہا کہ چور کے ہاتھ کو کہنی سے کاٹا جائے خلیفہ نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے پوچھا کہ اس سلسلے میں آپ کا نظریہ کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: مجھے معاف کیجئے خیفہ نے کہا کہ نہیں آپ اپنا نظریہ بیان فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا: کہ دوسروں نے تو اپنا اپنا نظریہ کہا، وہی کافی ہے، خلیفہ نے امامؑ کو قسم دی، حضرتؑ نے مجبور ہو کر فرمایا کہ چور کی انگلیاں کاٹی جائیں چونکہ اگر چور نماز پڑھنا چاہے تو اس کا کفِ دست زمین پر ہو کف دست بھی محل سجدہ ہے اور خدا قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ سجدہ کے محل خدا کے ہیں اور اسی وجہ سے ہاتھ نہ کاٹیں بلکہ انگلیاں کاٹی جائیں، خلیفہ نے عرض کیا کہ حق آپ کے ساتھ ہے اور آپ صحیح فرما رہے ہیں جب خلیفہ نے حکم دیا کہ چور کی انگلیاں کاٹی جائیں ناگہان مجلس میں جیسے قیامت برپا ہوگئی ہو اس لئے کہ ایک بائیس سالہ جوان کا حکم میرے حکم پر ترجیح دیا گیا تھا تین دن کے بعد قاضی خلیفہ عباسی معتصم کے پاس گیا، جب خلیفہ کے ساتھ خلوت ہوئی تو اس سے کہا کہ میں نے اپنے اوپر واجب سمجھا کہ آپ کو نصیحت کروں، خلیفہ نے کہا کہو؟

قاضی نے کہا: دیکھا تم نے اس مجلس میں کون سی غلطی کی خلیفہ نے کہا کہ میں نے کیا غلطی کی؟

قاضی نے کہا: تم نے اُس روز ہاشمی جوان کی بات کو قبول کیا اور اس کو سبھی پر مقدم کیا حالانکہ وہ ایسے طرفدار رکھتا ہے جو اس کو امامؑ کہتے ہیں اگر تھوڑا سی کاہلی کرو گے وہ تمہارے خلاف قیام کرے گا۔

قاضی نے خلیفہ کے کان میں اتنا بھرا کہ آخر کار اس نے کہا کہ میں نے غلطی کی، اس کا علاج کیا ہے؟ قاضی نے کہا کہ فقط ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کو قتل کردیا جائے، خلیفہ نے حکم دیا کہ حضرت امامؑ کو ایک گھر میں دعوت دی جائے تاکہ ان کے کھانے میں زہر ڈال دیں، چنانچہ حضرت امام کو لینے کے لئے مامور کیا گیا حضرت

کے کھانے میں زہر ڈالدیں، چنانچہ حضرت امام کو لینے کے لئے مامور کیا گیا حضرت نے فرمایا: مجھے معاف کرو، مامور دربان نے اصرار کیا آخرکار زبردستی امامؑ کو اپنے ساتھ لے گیا۔

جب حضرت گھر میں داخل ہوئے تو امامؑ کے لئے مخصوص کھانا (جو زہر میں آلودتھا) لے آئے اور اس کھانے کو امامؑ کے سامنے رکھا حضرت نے چند لقمہ نوش کیا اور پھر کھڑے ہوئے، صاحب منزل نے حضرتؑ کو روکا اور عرض کیا کہ آپ کیوں تشریف لے جارہے ہیں کیوں کھانا نہیں کھاتے؟

حضرت امامؑ نے فرمایا کہ اگر تیرے گھر سے چلا جاؤں تو تیرے ہی لئے بہتر ہے چند دنوں کے بعد امام علیہ السلام نے دعوت حق کو لبیک کہی اور شہید ہوگئے، اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(معراج ص ۱۴۸)

راتوں کی زیارت

علی بن خالد، زیدی مذہب کا عالم تھا اس نے نقل کیا ہے کہ شہر سامرہ میں مجھے اطلاع ملی کہ ایک شخص کو شام سے لائے ہیں اور اس شہر میں قید کیا ہے اور اسکے ہاتھ اور پیر اور گردن کو زنجیر سے باندھ دیا ہے اور کہتے ہیں کہ اس قیدی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

میں زندان گیا اور زندان بان سے میں نے خواہش کی کہ مجھے قیدی کے پاس لے چلو میں نے قیدی کو متقی اور عالم پایا، میں نے پوچھا کہ تمہارا ماجرا واقعہ کیا ہے؟

تو اس قیدی نے کہا: میں شام کا رہنے والا ہوں اور مسجد رأس الحسین کا خادم تھا ایک دن میں اس جگہ زیارت کرنے گیا جہاں پر لوگ کہتے تھے کہ حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک نصب کیا گیا تھا، رات ہوئی اور میں اس جگہ نماز پڑھنے میں مشغول تھا کہ ناگہان ایک نورانی شخص کو دیکھا کہ مجھ سے فرمایا کہ اٹھو۔

میں اٹھا اور ان کے ساتھ چند قدم چلا دیکھا کہ مسجد کوفہ میں ہیں جب کہ مسجد کوفہ سے شام تک کئی دنوں کا راستہ ہے اس نورانی اور محترم شخص نے مجھ سے فرمایا کہ اس مسجد کو پہچانتے ہو؟

میں نے کہا ہاں یہ مسجد کوفہ ہے، وہاں پر نماز پڑھی اور باہر آئے دور چلے دیکھا کہ مسجد نبی مدینہ میں پہنچے قبر رسول کی زیارت کی اور مسجد میں نماز پڑھی اور باہر آئے پھر تھوڑی دیر راستہ چلے تو دیکھا کہ خانۂ کعبہ کے اندر ہیں، طواف کیا، نماز پڑھی اور باہر آئے اور پھر تھوڑی دور چلے اپنے کو شام میں اپنی جگہ پایا اور وہ بزرگوار میری نظر سے غائب ہوگئے۔

میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس سے تعجب میں پڑ گیا ایک سال گذر گیا دوسرے سال اسی مکان مقدس میں جا کر نماز پڑھی پھر وہی نورانی وروحانی بزرگوار تشریف لائے اور وہی سفر جو سال گذشتہ کیا تھا پیش آیا، لیکن جب اس بار وہ مجھ سے رخصت ہونے لگے تو میں نے انکو قسم دی کہ اپنا تعارف کرائیں تو انھوں نے فرمایا کہ میں:

''محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام، شیعوں کا نواں امامؑ ہوں''

میں نے اس داستان کو اپنے چند دوستوں سے بیان کیا یہاں تک کہ اس کی خبر وزیر معتصم خلیفہ عباسی تک پہنچی، اس نے حکم دیا کہ مجھے زنجیر میں باندھ کے یہاں لایا جائے اور قید کریں اور جھوٹ مشہور کیا گیا کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے جب کہ میں نبی ورسولؐ نہیں ہوں بلکہ مکان مقدس میں نماز پڑھنے کی برکت سے اس فیض ومقام پر پہنچا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس قیدی سے کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے واقعے وماجرے کو وزیر کے پاس لکھوں تاکہ حقیقت سے آشنا ہو جائے تو کہا کہ لکھئے۔

جواب دیا کہ:

''اس سے کہو کہ جو شخص تجھ کو ایک ہی رات میں شام سے کوفہ ومکہ ومدینہ لے گیا اور پھر شام پلٹا دیا اسی سے زندان سے نجات پانے کے لئے کہو، اس جواب سے میں غمگین ہوا اور پھر دوسرے دن زندان گیا تاکہ اس خط کا جواب قیدی سے بیان کروں اور اس کو صبر واستقامت کی دعوت دوں، لیکن میں نے دیکھا کہ تمام زندانیان وپاسبان پریشان ومضطرب ہیں میں نے پوچھا کہ کیا ہوگیا ہے؟

تو ان لوگوں نے کہا کہ وہ شخص جس کے ہاتھ اور پیر وگردن میں زنجیر بندھی ہوئی تھی کل رات زندان سے باہر چلا گیا اور ہم نہیں جانتے کہ کیسے گیا زمین میں سما گیا یا آسمان کی طرف پرواز کر گیا، بعد میں ان لوگوں نے اس کی بہت تلاش کی لیکن اس کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔

(ولایت ص۳۰۰)

ایک دلچسپ روایت

بُشر بن سلیمانؒ ابوایوب انصاری کے پوتوں میں سے تھے ابوایوب انصاری حضرت رسول اکرمؐ کے محترم صحابی تھے اور جب رسولؐ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو انھیں کے گھر میں سکونت اختیار کی اور وہ اہل بیت علیہم السلام کے مورد احترام بھی تھے بُشر امام علی نقی علیہ السلام کے پڑوس میں رہتے تھے، ایک دن امامؑ نے اپنے خادم کو بُشر کے پاس بھیجا، بُشر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا امامؑ نے فرمایا کہ تمہارے دادا نے میرے دادا رسول خداؐ کی خدمت کی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تمہارے سپرد ایک خدمت کروں تاکہ تمہاری سعادت کا باعث بنے۔

پھر اس وقت امامؑ نے رومی زبان میں ایک نامہ لکھا اور مہر کر دیا اور ایک سونے کا کیسہ لائے جس میں دوسوبیس اشرفیاں تھیں یہ سب چیزیں بُشر کو دیں اور فرمایا کہ پل بغداد کے کنارے جاؤ جہاں پر غلام فروش لوگ جمع ہوتے ہیں، منتظر رہو ایک شخص بنام عمرو بن یزید کنیزوں کو بیچنے کے لئے لائے گا اور ان کنیزوں میں ایک کنیز اس صفت کی انھیں میں ہوگی کہ جو رومی زبان میں گریہ و نالہ کرے گی اور جو اس کو خریدنا چاہے گا وہ آمادہ نہیں ہوگی اور مشتری سے کہے گی کہ بیکار میں تم اپنا پیسہ میرے لئے ضایع نہ کرو

اتنے میں ایک شخص آئے گا اور اس کنیز کو تین سو اشرفی میں خریدنا چاہے گا لیکن کنیز پھر بھی قبول نہیں کرے گی اور یہ کہے گی کہ اگر حضرت سلیمانؑ کے مثل ہوجاؤ گے پھر بھی تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی، غلام فروش کہے گا کہ اے کنیز، میں کیا کروں میں تو تم کو بیچنا چاہتا ہوں کنیز کہے گی کہ جلدی مت کرو، جس کو چاہوں گی بتاؤں گی اس وقت تم یہ نامہ اس کنیز کو دینا۔

بُشر بیان کرتا ہے کہ میں نے اسی کام کو انجام دیا جب کنیز کو خط دیا تو اس کو لیکر کنیز نے بوسہ دیا، پڑھا اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور اپنے مالک سے کہا کہ مجھے تم اسی شخص کے ہاتھ بیچ دو، بہر حال حضرت نے جو پیسے دیئے تھے اسی سے کنیز کو خرید کر گھر لایا اور راستہ میں کنیز برابر خط کو بوسہ دیتی رہی، میں نے پوچھا کہ کیا اس صاحب نامہ کو پہچانتی ہو تو کنیز کہتی ہے کہ اے کم معرفت! کیسے اس کو نہ پہچانوں کیا تم ان کو نہیں پہچانتے؟

میں نے کہا: وہ تو ہمارے امام معصومؑ ہیں کنیز نے کہا کہ میں قیصر روم کی بیٹی ہوں تیرہ سال کی عمر میں میرے جد چاہتے تھے کہ اپنے بھائی کے بیٹے سے میرا عقد کریں اور جشن عقد کو مفصل طور پر برپا کیا تین سو عیسائی علماء اور سات سو اُمراء اور چار ہزار اعیان واشراف بلائے گئے اور ایک بہت بڑا تخت بھی داماد کے بیٹھنے کے لئے آمادہ کیا گیا، ان نصرانی علماء نے انجیل پڑھنا شروع کی ناگہاں زمین کو لرزہ آیا اور تخت کے پائے بھی لرزے اور ٹوٹ گئے صلیبیں بھی ٹوٹ گئیں اور داماد بھی مرگیا۔

علماء نصرانی نے اس حادثہ کو فال بد سمجھا اور میرے جد سے کہا کہ ان مراسم عقد

ونکاح کو چھوڑ دو چونکہ یہ سب دین مسیح کے ختم ہونے کی نشانیاں ہیں، قیصر نے قبول کیا لیکن دوسری نشست نکاح کی مہیا کی اور اپنے بھائی کے دوسرے بیٹے سے چاہتا تھا کہ عقد ہو جائے لیکن پھر یہی واقعہ پیش آیا اور دوسرا شوہر بھی اس دنیا سے چلا گیا، میں نے رات کو خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے وصی شمعون کو جو حواریوں میں سے اور میرے جد ہیں دیکھا اور حضرت محمد مصطفیٰ ؐ بھی ان کے ساتھ تشریف لائے اور حضرت عیسیٰ ؑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ:

میں چاہتا ہوں کہ شمعون (آپ کے وصی) کی بیٹی کا عقد اپنے بیٹے امام حسن عسکریؑ کے ساتھ کروں، حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ یہ شرف و بزرگی و افتخار ہمارے لئے ہے اس وقت حضرت رسول اکرم ؐ تخت پر بیٹھے اور خطبہ ؐ عقد قرأت فرمایا، میں خواب سے بیدار ہوئی لیکن ہمت نہ ہوئی کہ اپنے خواب کو دوسروں سے نقل کروں لیکن حضرت امام حسن عسکریؑ کے دیدار کے شوق کہ جنھیں رسول خداؐ کے ساتھ دیکھا تھا، بڑھتا گیا اور اس طرح کہ میں ان کے اشتیاق میں بیمار ہوگئی میرے باپ اطباء کو لائے لیکن ان کی دواؤں نے کچھ فائدہ نہ دیا ایک دن قیصر میرے پاس آیا اور کہا کہ اے میری پیاری بیٹی کیا چاہتی ہو تو میں نے کہا کہ میں کچھ نہیں چاہتی پوچھا کہ کیا آرزو رکھتی ہو؟

میں نے کہا کہ اگر مسلمان اسیروں کو آزاد کر دو تو شاید میرا حال کچھ ٹھیک ہو جائے، میرے جد نے حکم دیا:

اسیر مسلمانوں کے ایک گروہ کو آزاد کر دیا گیا اور دوسرے بقیہ اسیروں کی زندگی کے حالات میں بھی تبدیلی لائی گئی، میں نے بھی کچھ کھانا کھایا تا کہ بتاؤں کہ میرا

حال ٹھیک ہو گیا ہے، رات میں حضرت فاطمہ زہرا ؑ اور حضرت مریم کو خواب میں دیکھا کہ میرے پاس تشریف لائیں ہیں حضرت مریم سے اپنی شکایت کی تو حضرت مریم نے فرمایا کہ اپنے شوہر کی مادر گرامی سے کہو، اس وقت حضرت فاطمہ زہرا ؑ کو پہچانا اور میں نے ان کے فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کے بارے میں شکایت کی کہ اس رات سے ان کے جد رسول خداؐ نے میری شادی ان سے کی ہے ان کو ابھی تک نہیں دیکھا ہے حضرت فاطمہ زہرا ؑ نے فرمایا کہ جب تک تم مسلمان نہیں ہوگی وہ تمہارے پاس نہیں آ سکتے تم کہو:

"اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰه" تا کہ مسلمان ہو جاؤ خواب (۱) میں حضرت فاطمہ زہرا ؑ کے ذریعہ مسلمان ہوئی اور اس کے بعد حضرت فاطمہ زہرا ؑ نے فرمایا کہ اب اس کے بعد ہر شب کو میرے فرزند کی زیارت کرو گی، پھر اس کے بعد میں ہر شب کو خواب میں ان بزرگوار کو دیکھتی تھی یہاں تک کہ ایک رات انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ عنقریب مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان جنگ ہوگی اور تم فلاں راستے سے اپنے کو اسیروں میں شامل کر لو، اس طرح سے کہ تم کو نہ پہچانیں'' لہٰذا میں نے اپنے امام کے فرمان کے مطابق اُسراء کے ساتھ اپنے کو شامل کیا یہاں تک کہ وہ مجھے یہاں پر لائے۔

....

(۱) اولیاء اوصیاء، وانبیاء، وآئمہ معصومین کا خواب میں ہدایت کرنا اسی طرح سے معتبر سمجھا جاتا ہے جس طرح سے بیداری کی حالت میں وہ ہدایت کرتے ہیں۔

بُشر کہتا ہے کہ اس کنیز کو سامرہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے پاس لے گیا، حضرتؑ نے اس سے فرمایا کہ دس ہزار اشرفی تم کو ہدیہ دوں یا بشارت جس میں تیری سعادت ہے، شاہزادی نے کہا کہ آقا مجھے بشارت دیں، امامؑ نے فرمایا کہ تم کو بشارت ہو کہ بہت جلد تجھ سے ایک فرزند پیدا ہوگا کہ خداوند عالم اس بچے کے ذریعہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

اس کے بعد امامؑ نے اس کنیز کو اپنی خواہر حکیمہ خاتونؑ کے حوالہ کیا تا کہ دین کے معارف انھیں تعلیم دیں، حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے بائیس سال کی عمر میں نرجس خاتون سے شادی کی، چودہ شعبان ۲۵۵ھ یا ۲۵۶ھ قمری میں حکیمہ خاتون حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر گئیں اور رات میں واپس ہونا چاہتی تھیں تو حضرتؑ نے فرمایا کہ پھوپھی جان کہاں جا رہی ہیں؟ آج رات میں مہدی موعودؑ متولد ہوگا۔

حکیمہ خاتون نے پوچھا کہ کس سے پیدا ہوگا؟ امامؑ نے فرمایا کہ نرجس خاتون سے۔ حکیمہ خاتون نے کہا کہ کوئی علامت حمل کی اور ولادت کی ظاہر نہیں ہے، حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ امام مہدیؑ کا تولد حضرت موسیٰ کی ولادت کے مانند پوشیدہ ہے جس وقت حضرت موسیٰؑ اپنی ماں کے شکم میں تھے ماں، حمل کا کوئی اثر نہیں رکھتی تھی اس لئے کہ فرعون نے عہد کیا تھا کہ تمام بچوں کو قتل کر دے اسی وجہ سے خداوند عالم نے حضرت موسیٰؑ کی ولادت کو مخفی رکھا تا کہ دشمن دھوکہ میں رہ کر آگاہ نہ ہو سکے اسی طرح حضرت مہدیؑ کے بھی دشمن بہت زیادہ تھے خصوصاً ان میں سے دربار

خلافت زبردست دشمن تھا۔

حکیمہ خاتون اس شب گھر میں ٹھہریں اور امامؑ سے پوچھا کہ کس وقت بچہ پیدا ہوگا؟ امامؑ نے فرمایا کہ اذان صبح کے نزدیک، حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ فجر ثانی کے وقت ناگہان نرجس خاتون کو دیکھا کہ خواب سے بیدار ہوئیں میں نے پوچھا کہ کسی چیز کا احساس ہو رہا ہے؟

تو نرجس خاتون نے فرمایا: جی ہاں، میں نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا اور سورہ ہائے سجدہ ویٰس پڑھا حکیمہ خاتون بیان کرتی ہیں کہ میرا بدن سست ہوگیا اور میرے اور نرجس خاتون کے درمیان ایک پردہ حائل ہوگیا کہ میں پشت پردہ نہ دیکھ سکی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ حجاب ہٹا نرجس خاتون کا چہرہ چمک رہا تھا اور ایک خاص نورانیت رکھتا تھا اس طرح سے کہ اس نے میری آنکھ کو خیرہ کر دیا ایک پیارے بچے کو میں نے دیکھا کہ سر سجدہ میں رکھ کر فرما رہا ہے کہ:

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے تبارک وتعالیٰ یگانہ ویکتا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ میرے جد بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰؐ خدا کے نبی اور رسول ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ میرے باپ حضرت علی ابن ابی طالب محمدؐ کے جانشین اور وصی ہیں اور امام حسن وامام حسین علیہم السلام اور ان سب کی ذریت طاہرہ سب کے سب خدا کی حجت ہیں۔

اور پھر بچہ نے اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی:

”وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ

اَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ"

(سورہ قصص، آیت ۵)

ترجمہ: اور ہم تو یہ چاہتے تھے کہ جو لوگ روئے زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان ہی کو لوگوں کا امام وپیشوا بنائیں اور ان ہی کو اس (سرزمین) کا مالک بنائیں۔

پھر عرض کیا کہ اے خداوند عالم تو نے جس چیز کا مجھ سے وعدہ کیا ہے اس پر عمل فرما اور زمین کو میرے ذریعہ، عدل وانصاف سے بھر دے، بچہ کا بدن خالص چاندی اور بلور کے مانند چمک رہا تھا اور اس کے بازو پر لکھا ہوا تھا:

"جَاۤءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا"

(سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۱)

ترجمہ: دین حق آ گیا اور (دین) باطل نیست ونابود ہو گیا اس میں شک نہیں کہ باطل مٹنے والا ہی تھا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے بلند آواز سے فرمایا کہ میرے فرزند ارجمند کو لے آؤ جب اس بچہ کو ان کے والد بزرگوار کے پاس لے گئی تو اس بچہ نے امام کو سلام کیا۔

(مہدی موعود، ص ۴۰)

صفین کا زخم

ایک روز ایک شخص اربلی (۱) کے حضور میں بیٹھا تھا اور فضول باتیں کر رہا تھا اتفاق سے اسی حال میں اس کے سر سے عمامہ گر پڑا اور اسکے سر میں زخم کا بہت بڑا نشان دکھائی دیا، اربلی نے پوچھا یہ زخم کیسا ہے اس نے جواب دیا کہ یہ زخم مجھے جنگ صفین میں ہوا ہے، اربلی نے کہا کہ تم کہاں اور جنگ صفین کہاں، جنگ صفین تقریباً سات صدی پہلے ہوئی تھی، اس نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ میں مصر کا سفر کر رہا تھا، ایک شخص غزہ (۲) کا رہنے والا تھا وہ بھی میرے ساتھ تھا راستے میں جنگ صفین کے بارے میں باتیں ہوئیں میرے ہمسفر نے کہا کہ اگر میں جنگ صفین میں ہوتا تو اپنی شمشیر کو حضرت علی اور ان کے اصحاب وانصار کے خون سے سیراب کرتا۔

....

(۱) علی ابن عیسیٰ اربلی یہ ساتویں صدی ہجری کے بہت بڑے شیعہ علماء میں سے ہیں ان کی کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الآئمہ کے نام سے مشہور ہے جو چودہ معصومین کی زندگی کے بارے میں ہے اور مورد اعتماد واستناد علماء شیعہ ہے۔

(۲) غزہ . یہ فلسطین کے شہروں میں سے ایک شہر ہے جس پر اس وقت اسرائیل غاصب قابض ہے، مظلوم اور بے پناہ، ناتوان فلسطینی مسلمانوں پر بے انتہا ظلم وتشدد کی بوچھار کر رہا ہے.

میں نے بھی کہا کہ اگر میں جنگ صفین میں ہوتا تو اپنی شمشیر کو معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے خون ناپاک سے رنگین کرتا۔ اب یہ کہ تم اور ہم علیؑ و معاویہ کے ماننے والے ہیں تو پھر آجاؤ آپس میں جنگ کریں.

اس نے قبول کیا اور ہم وسط بیابان میں لڑائی کرنے میں مشغول تھے تھوڑی دیر گذری اور خستگی نے مجھے بہت پریشان کر دیا اسی وقت اس نے اپنی شمشیر میرے سر پر لگائی خون نے میرے چہرے کو چھپالیا، اور میں بے ہوش ہو گیا تھوڑی دیر گذری اور مجھے احساس ہوا کہ کوئی شخص مجھے اپنے نیزہ کے گوشہ سے اٹھا رہا ہے، میں نے اپنی آنکھ کھولی ایک نورانی و مقدس آقا گھوڑے سے اترے اور میرے سر پر اپنے دستِ مبارک پھیرے اسی وقت میرا زخم ٹھیک ہو گیا، ان بزرگوار نے فرمایا کہ یہیں رہو میں ابھی آتا ہوں، تھوڑی دیر انتظار کیا اور وہ بزرگوار واپس اس طرح سے کہ میرے ہمسفر کا کٹا ہوا سر لا رہے ہیں اور اس کے گھوڑے کو بھی اپنے ساتھ لا رہے ہیں، جب وہ بزرگوار مجھ تک پہونچے تو فرمایا کہ یہ تمہارے دشمن کا سر ہے چونکہ تم میری نصرت کے لئے اٹھے ہم نے بھی تمہاری مدد کی جس طرح کوئی خدا کی مدد کرے تو خدا بھی اس کی مدد کرتا ہے۔

میں نے پوچھا میرے آقا آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ میں حجۃ ابن الحسن العسکری تمہارا امام ہوں، پھر حضرت نے فرمایا کہ جو شخص بھی تجھ سے پوچھے کہ یہ زخم کیسا ہے تو اس سے کہو کہ یہ زخم جنگ صفین میں مجھے ملا ہے۔

(قلب سلیم جلد دوم ص ۵۵۱)

ہدایت

جب خداوند عالم کسی کو بطور خاص ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اہل سنت کے لئے حضرت امام مہدیؑ کا معجزہ ایجاد کرتا ہے محدث نوریؒ لکھتے ہیں کہ ۱۳۱۷ھ قمری میں ایک سنی گھرانے کے افراد نے نجف اشرف میں مذہب شیعہ قبول کیا چونکہ یہ واقعہ عجیب و غریب و استثنائی تھا محدث نوریؒ نے خاندان کے رئیس و بزرگ سے کہا کہ تم خود اس واقعہ کو اپنے قلم سے تحریر کرو، خاندان کے رئیس کا نام سید عبدالحمید تھا وہ خطیب اور قاریٔ قرآن کریم تھا اور نجف اشرف میں کتاب فروشی کرتا تھا وہ اپنے گھرانے کے شیعہ ہونے کے بارے میں اس طرح رقم کرتا ہے کہ:

ایک دن ایک عورت مُلّایان میں سے بہت سخت و شدید سر کے درد میں مبتلا ہوئی اور اس کا سونا اور کھانا پینا سب چھوٹ گیا اور بے خوابی کی وجہ سے کچھ دن کے بعد دونوں آنکھیں بھی اندھی ہو گئیں جب اس کے گھر کے لوگ علاج کرتے کرتے بے بس ہو گئے اور ناامید ہو چکے تو میرے پاس آئے اور کوئی حکمت و تدبیر چاہی، میں نے کہا کہ اس کی بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے مگر حضرت علی علیہ السلام جو مشکل کشا ہیں وہ علاج کر سکتے ہیں، رات میں جب حرم مطہر خالی ہو جائے تو اس عورت کو حرم مطہر میں لے جاؤ اور حضرت علی علیہ السلام کے دامن سے متمسک ہو، اتفاق سے اُسی رات کو

عورت کا درد کم ہوا اور چند دنوں کے بعد بے خوابی گہری نیند میں بدل گئی، اس عورت نے خواب میں دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام کے حرم مطہر کے اندر جانا چاہتی ہے تو اس حال میں ایک روحانی اور نورانی شخص اس عورت کے پاس آتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے خاتون آرام سے رہو اچھی ہو جاؤ گی، خاتون نے عرض کی آقا آپ کون ہیں تو ان بزرگوار نے فرمایا کہ میں امام مہدیؑ آل محمدؐ ہوں، خاتون خواب سے بیدار ہوئی ابھی اس کی آنکھ اندھی تھی لیکن اس کو عجیب آرام مل گیا تھا، چہار شنبہ کی صبح کو اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے وادی السلام بمقام حضرت مہدیؑ لے جایا جائے، ان کی ماں اور بہن اور دوسرے چاہنے والوں نے اس خاتون کو وہاں پہنچا دیا۔

وہ محراب میں بیٹھی اور حضرت بقیۃ اللہ الاعظم سے استغاثہ اور گریہ وزاری کرنا شروع کی اس طرح سے کہ بے ہوش اور بے حال ہوگئی تو اس وقت دیکھتی ہے کہ دو نورانی بزرگوار جن میں سے ایک کو جو پہلے بھی دیکھ چکی تھی اس کے پاس آئے ان دونوں میں سے ایک بزرگوار نے فرمایا کہ آرام سے رہو خداوند عالم نے تجھ کو شفا دیدی، خاتون نے کہا کہ آقا آپ کون ہیں؟ تو آقا نے فرمایا کہ میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں اور یہ میرا فرزند امام مہدی علیہ السلام ہے، خاتون کو ہوش آیا متوجہ ہوئی کہ بینا ہوگئی اور ہر طرف دیکھنے لگی خوش ہو کر آواز دی اور پکارا کہ اماں میں شفا پا گئی اس کو لے کر خوشی خوشی شہر میں لائے تو پھر اس معجزہ کے بعد وہ پورا گھرانہ اور چند اہل سنت کے دوسرے لوگوں نے بھی مذہب شیعہ اختیار کر لیا۔

(ایمان جلد اول ص ۸۱)

دوبارہ حیات

ابوراجح حمامی: اہل بیتؑ کے مخلص شیعوں میں سے اور شہر حلہ کا رہنے والا تھا، یہ امام مہدیؑ حضرت ولی عصر کا بہت ہی زیادہ چاہنے والا تھا کسی ایک ماجرا کی وجہ سے حاکم حلہ اس پر غضبناک ہوا اور اس نے حکم دیا کہ اسے اتنا مارا جائے کہ مر جائے اسے لوگوں نے بہت ہی شدت وسختی کے ساتھ مارا اس طرح سے کہ اسکے تمام دانت گر گئے اور سر سے پیر تک زخمی ہو گیا اور پھر اس کی ناک میں سوراخ کیا اور اس کے اندر بال ڈال کر باندھا پھر اس کے نیم جان بدن کو کوچہ و بازار میں کھینچا راستے میں وہ مرنے ہی والا تھا۔

حاکم نے حکم دیا کہ اس کو اسی جگہ قتل کر دیا جائے کچھ لوگ جمع ہوئے اور کہا کہ یہ بیچارہ مرنے والا ہے تو پھر کیا ضرورت ہے چھوڑ دو، وہ خود ہی مر جائے گا، حاکم کے سپاہیوں نے اس کو چھوڑ دیا اور چلے گئے، سب لوگ اس انتظار میں تھے کہ ابھی اس کی موت آئے گی اس کے گھر والوں کو معلوم ہوا، اور آئے اور اس کے نیم جان بدن کو لے گئے، صبح کے وقت دوسرے دن لوگوں نے دیکھا اور تعجب کیا کہ ابوراجح مصلے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور صحیح وسالم تعقیبات نماز میں مشغول ہیں، لوگ ان کے چاروں طرف جمع ہو گئے اور پوچھا کہ تمہارا واقعہ کیا ہے کہ تمہارا بدن کچی چاندی کی طرح صاف اور ستھرا

ہے اور کل کے زخم کے نشانات کا اصلاً پتہ نہیں ہے تیرے منہ اور دانت بہت صحیح وسالم ہیں بلکہ پہلے سے زیادہ تم خوبصورت اور جوان ہو گئے ہو؟

اس نے کہا کہ کل رات میں نے اُسی بیچارگی ومظلومیت کی حالت میں حضرت امام مہدیؑ سے متوسل ہونا چاہا لیکن زبان نہیں تھی میرا دل ٹوٹ گیا، ٹوٹے ہوئے دل سے اپنے مولا کی طرف توجہ کی ، اچانک دیکھا کہ ہوا نورانی وروشن ہوئی آقا ومولا حضرت امام مہدی وامام زمانہؑ تشریف لائے اور اپنے دستِ مبارک سے میرے سر سے پیر تک مس کیا اور مجھے شفا عنایت کی،

ابوراجح آبلہ رو بھی تھے لیکن اس واقعہ کے بعد ان کی صورت صاف اور بہت خوبصورت ہوگئی اور اسی وجہ سے حلّہ کے رہنے والے اسے برابر دیکھنے جانے لگے اور جب اس معجزہ کی خبر حاکم کے پاس پہنچی اور اسے معلوم ہوا ڈر کے مارے کانپنے لگا کہ کیوں میں نے اس کے ساتھ ایسا ظلم وستم کیا اور پھر اس نے توبہ کی اور اسکے بعد مقام حضرت مہدیؑ (۱) کے پاس مودب اور نہایت احترام کے ساتھ بیٹھتا تھا خداوند عالم نے دوبارہ حیات دینے کے علاوہ ابوراجح کو چند فرزند بھی عطا کئے۔

(مہدی موعود، ص ۸۹)

....

(۱) مقام حضرت مہدی علیہ السلام ابھی بھی عراق کے شہر حلّہ میں موجود ہے وہ زیارت گاہ اور نیک لوگوں کی عبادت کی جگہ ہے۔

بیس سال سفر

جب غیبت کبریٰ کا آغاز ہوا تو اسکے بعد علی بن مہزیار نے اپنے سے آرام وآسائش کو سلب کرلیا، یہ ہر سال مکہ مکرمہ مشرف ہوتے تھے، یہ سب سے پہلے مکہ معظمہ تشریف لے جاتے تھے اور سب سے آخر میں واپس آتے تھے چونکہ یقین رکھتے تھے کہ حضرت ولیعصرؑ ہر سال مراسم ومناسک حج مخصوصاً عرفات میں تشریف لاتے ہیں انکا شوق اس بیس سال کی مدت میں آنحضرت کا دیدار تھا، بہت زیادہ کوشش کی، نہایت تضرع وگریہ وزاری کی ، خدا کی بارگاہ میں نالے کئے لیکن زیارت امام زمانہؑ کی توفیق حاصل نہ کرسکے پھر انھوں نے عہد کیا کہ اب حج کرنے نہیں جاؤں گا، لیکن اسی رات خواب میں ان سے کہا کہ امسال حج کرنے جاؤ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاؤ گے بیدار ہوئے اور وسائل سفر کو آمادہ کیا اور کوفہ گئے اور وہاں سے مدینہ کا راستہ طے کیا اور پھر مکہ گئے ، ایک رات ہوا تاریک ہونے سے پہلے طواف کی حالت میں ایک خوبصورت جوان کو دیکھا کہ عبادت کے نور سے اس کی پیشانی چمک رہی ہے اور دو سفید حلّے پہنے ہوئے ہے وہ بزرگوار شخص ابن مہزیار کے پاس پہنچے اور آپس میں روبوسی کی، اس نے ابن مہزیار سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ ابن مہزیار نے کہا کہ

اہواز کا رہنے والا ہوں تو ان بزرگوار نے پوچھا کہ ابن خضیب (۱) کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہے، ابن مہز یار نے کہا کہ وہ دنیا سے چلے گئے اور پھر تین بار کہا کہ خدا کی ان پر رحمت ہو، کیسی راتیں تھیں کہ وہ اٹھکر بارگاہ خداوندی میں جا کر عبادت وراز و نیاز کرتا تھا ان پر خدا کی رحمت ہو.

پھر اس وقت بزرگوار نے پوچھا کہ ابن مہز یار کے بارے میں تمہیں کچھ پتہ ہے؟ کیا اطلاع رکھتے ہو؟

انھوں نے جواب دیا کہ ابن مہز یار میں ہی ہوں، اس شخص نے کہا کہ وہ امانت جو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی تمہارے پاس رہ گئی ہے وہ کہاں ہے؟ ابن مہز یار نے انگوٹھی جواُن کی میراث میں ملی تھی ان بزرگوار کو دی، اس شخص نے انگوٹھی کو لیا اور بوسہ دیا اور گریہ کیا اور پھر پوچھا کہ تمہیں فلاح ونجات ملی کس قصد سے یہاں آئے ہو، ابن مہز یار نے کہا کہ بیس سال سے اس امید میں کہ امام محجوب کا دیدار (جو پردہ غیب میں ہیں) کروں، ان بزرگوار نے فرمایا کہ امام محجوب نہیں ہے تم محجوب ہو، تمہارے برے اعمال باعث بنے ہیں کہ آنخضرت سے محجوب ہو گئے ہو، پھر اس وقت فرمایا کہ مجھے اجازت دی گئی ہے کہ تجھ کو امامؑ کے پاس پہنچادوں، آج رات کو جب سارے ستارے روشن ہو جائیں تو پھر کوہ صفا کے پاس آؤ تا کہ تم کو آنخضرت کے پاس لے چلوں، جوان وعدہ کے مطابق ابن مہز یار کے ساتھ چلا تا کہ لے جائے

....

(۱۔ابن خضیب اہل بیت کے ماننے والوں میں سے اور مجتہد تھے سحر خیز وشب زندہ دار تھے)

جب تھوڑی دیر بلندی اور پستی سے گذرے تو اس کے بعد فرمایا کہ: وقت سحر اور موقع نماز شب ہے دونوں نے نمازِ شب پڑھی اور پھر چلے، جب سحر کی سفیدی نمودار ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ سواری سے اتر جاؤ تا کہ نماز صبح کو اول وقت پڑھ لیں نماز پڑھنے کے بعد پھر چلے ایک وادی میں پہنچے جو دور سے نورانی نظر آ رہی تھی اور مشک وعطر کی خوشبو سے پوری فضا معطر تھی، وسط وادی میں ایک خیمہ لگا تھا کہ اس سے آسمان تک نور ساطع ہو رہا تھا اور جب وادی میں پہنچے تو انھوں نے فرمایا کہ اترو اور اپنی سواری کو رہا کردو یہ امن وامان کی وادی ہے، ابن مہز یار اترے اور چلنے لگے چند قدم چلے تھے کہ انھوں نے کہا کہ یہیں کھڑے رہو تا کہ تمہارے ورود کے لئے اجازت لے لوں، وہ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد لوٹے اور کہا کہ تم خیر پر کامیاب ہو گئے داخل ہو جاؤ، اس وقت خیمہ کی چادر کو اٹھایا گیا، اور ابن مہز یار داخل ہوئے، حضرت امام زمانہؑ کے چہرۂ مبارک کا نورِ منور اس قدر تھا کہ وہ بے ہوش ہو جانے والے تھے.

ابن مہز یار نے عرض ادب وارادت کیا، آنخضرتؐ نے عراق کے شیعوں کے حالات پوچھے، ابن مہز یار نے جواب دیا: حضرتؐ نے فرمایا کہ میں لوگوں کی آبادیوں اور آمد ورفت کی جگہوں سے دور اور گوشہ وکنار میں رہتا ہوں، ابن مہز یار سونے کی ایک تھیلی جو لئے ہوئے تھے امامؑ کی خدمت میں پیش کی تو آنخضرتؐ نے فرمایا کہ ہمیں اس کی احتیاج نہیں ہے خود تم اسے رکھ لو کہ جلد ہی تم کو اس کی ضرورت پڑے گی۔

(مہدی موعود، ص ۷۵)

شفائے اسمٰعیل

اسمٰعیل ہرقلی ایک پرہیزگار شیعہ تھے وہ سید ابن طاؤس (۱) کے زمانہ میں رہتے تھے مدتوں آپ کی ران میں ایک زخم تھا جس سے آپ کو بہت رنج پہنچتا تھا اور جب بہار کا موسم آتا تھا تو پھوڑا پھوٹ جاتا تھا جس کی وجہ سے خون اور پیپ نکلتی تھی اور اسمٰعیل کو اتنی تکلیف ہوتی تھی کہ وہ شدت تکلیف سے موت کی آرزو کرتے تھے ایک دن اسمٰعیلؒ سید بن طاؤس کے پاس گئے تو انھوں نے شہر حلّہ کے تمام ڈاکٹروں کو بلایا، ڈاکٹروں نے زخم کا معائنہ کیا اور سبھی نے کہا کہ اس بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے چونکہ زخم رگ کے اوپر ہے اگر ہم چاہیں کہ زخم کا علاج کریں تو ہمیں چاہئے کہ پیر کو قطع کریں اور اگر پیر کاٹیں گے تو وہ خود مر جائیں گے۔

سید بن طاؤس نے اسمٰعیل سے کہا کہ میں بہت جلد بغداد جاؤں گا اور تجھے بھی اپنے ساتھ لے جاوں گا اور بغداد کے ماہر ڈاکٹروں کو دکھاؤں گا، بغداد میں بھی

....

(۱) سید ابن طاؤس بہت بڑے شیعہ عالم تھے آپ نے کئی مرتبہ حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف سے ملاقات کی تھی اور اپنے زمانے میں شیعوں کے نقیب و سردار تھے اور ان کے امور کو انجام دیتے تھے اور ان کے حق کا احقاق کرتے تھے۔

تمام ڈاکٹروں نے بھی جواب دیدیا کہ اس زخم کا کوئی علاج نہیں ہے سید ابن طاؤس یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اسمٰعیل نے سید ابن طاووس سے کہا کہ اجازت دیں تو سامرہ کا سفر کیا جائے اور حضرت امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ و حکیمہ خاتون (حضرت امام حسن عسکریؑ کی پھوپھی) اور نرجس خاتونؑ (۱) کے روضوں کی زیارت کریں۔

اسمٰعیل سامرہ پہنچ گئے حرم مطہر میں جانے سے پہلے حضرت امام زمانہؑ کے مبارک گھر کے سرداب مقدس میں جا کر نماز پڑھی اور زیارت کی، دوسرے دن صبح کے وقت انھوں نے اپنے دل میں ہی کہا کہ پہلے نہر کے کنارے جاؤں اور خود کو پاک و پاکیزہ کروں اور خون و گندگی کو صاف کر کے غسل زیارت کروں اور پھر حرم مطہر میں مشرف ہوں، شاید خدا رحم کرے اسی کام کو اسمٰعیل نے انجام دیا، لباس کو دھویا اور اپنے بدن کو صاف کیا اور غسل کیا اچانک چار سوار شخص کہ ان میں سے تین سوار ایک ساتھ چل رہے تھے اس کے سامنے ظاہر ہوئے ان تینوں کے درمیان ایک ضعیف العمر شخص بھی دکھائی دے رہا تھا اور وہ بزرگوار جوان تینوں سے جدا چل رہے تھے اسمٰعیل کے قریب آئے اور فرمایا:

....

(۱) نرجس خاتون حضرت امام زمانہ (عج) کی مادر گرامی ہیں یہ رومی بادشاہ کی شاہزادی تھیں اور حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں سے ایک حواری کی نسل سے تھیں انھوں نے خواب میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو دیکھا اور دین اسلام کو قبول کر لیا پھر رومی لشکروں میں گئیں اور اسیر کے عنوان سے سامرہ میں لائیں گئیں اور وہاں سے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے گھر لائیں اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے شادی ہوئی اور پندرہ شعبان ۲۵۵ھ یا ۲۵۶ ہجری قمری میں آپ سے حضرت امام مہدی متولد ہوئے۔

اسمٰعیل اپنے پیر دکھاؤ اور زخم کی نشان دہی کرو، اسمٰعیل اس کو سنتے ہی ذرا اور وہ اپنے دل میں سوچنے لگا کہ میں نے ابھی ابھی غسل کیا ہے اور اگر وہ بزرگوار زخم پر ہاتھ رکھیں اور خون نکل آئے تو پھر دوبارہ میرا لباس کثیف ہو جائے گا اسی وجہ سے تھوڑا سستی کی اور مسامحہ کیا یہاں تک کہ خود وہ آقا آگے آئے اور اپنے دستِ مبارک کو زخم پر رکھا اور تھوڑا سا دبایا، ان ضعیف بزرگوار نے کہا کہ اسمٰعیل تم نجات پا گئے اسمٰعیل نے جواب دیا تم بھی رستگار ہوئے انھوں نے کہا کہ اسمٰعیل تم ان بزرگوار آقا کو پہچانتے ہو؟

وہ تیرے مولیٰ و آقا حضرت امام زمانہؑ ہیں حضرت امام زمانہؑ کا نام سنتے ہی اسمٰعیل والہ و دیوانہ وار حضرت کی طرف دوڑا اور چاہا کہ رکاب کو پکڑ لے اور حضرت کے پیر پر گر پڑے تو حضرتؑ نے اسمٰعیل سے فرمایا: پلٹ جا، اسمٰعیل پلٹے، لیکن ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ان کی طاقت تمام ہوگئی اور پھر حضرتؑ کی طرف چلے اور حضرت کو قسم دی کہ تھوڑا توقف کریں حضرت امامؑ کھڑے ہو گئے اور وہ بوڑھے بزرگ (جو احتمالاً حضرت خضرؑ تھے) انھوں نے اسمٰعیل سے کہا کہ حیا کرو، جب امامؑ نے فرمایا کہ پلٹ جاؤ تو پھر اطاعت کرو، اسمٰعیل اس شخص کے مانند تھے جیسے ابھی ابھی خواب سے اٹھے ہوں اسمٰعیل کھڑے ہوئے حضرتؑ نے اُس سے فرمایا:

اے اسمٰعیل جب تم بغداد واپس ہو گے تو خلیفہ عباسی المستنصر تم کو پیسے دینا چاہے گا تم اس سے وہ پیسہ نہ لینا، ہمارے فرزند سید ابن طاؤس سے کہنا کہ تیری سفارش علی بن عوض سے کر دیگا اور ہم بھی تیری سفارش اس سے کریں گے حضرت یہ اوامر فرمانے کے بعد ناگہان اسمٰعیل کی نظر سے پوشیدہ ہو گئے، اسمٰعیل نے اپنے پیر کی طرف

دیکھا تو زخم کا کوئی اثر نہ تھا شک میں پڑ گئے اور اپنے دل ہی دل میں کہا کہ ممکن ہے زخم دوسرے پیر میں ہو، دوسرے پیر کی طرف دیکھا اس پیر میں بھی کوئی زخم کا اثر نہ دکھائی دیا، خوش ہو کر سامرہ پلٹے، جب اس شہر کے لوگوں کو اطلاع ہوئی تو سب کے سب ان کی طرف دوڑے اور انکے لباس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور تبرک کے عنوان سے لے گئے، اسماعیل نے زیارت کی اور بغیر تاخیر کے بغداد واپس ہوئے اور جب چاہا کہ شہر میں داخل ہو، تو بہت سے لوگ کہ جن کو یہ ماجرا معلوم ہو گیا تھا شہر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے تھے اور جو شخص بھی آتا تھا اس کا نام پوچھتے تھے اور اسمٰعیل کو تلاش کرتے تھے۔

تو اس وقت سید ابن طاؤس بھی آئے اور اسمٰعیل سے کہا کہ یہ شور و غوغا تجھ سے متعلق ہے اپنے پیر کو دکھاؤ، اسمٰعیل نے دست مبارک حضرت امام زمانہؑ کی جگہ دکھائی تو سید ابن طاؤس زمین پر غش کھا کر گر گئے لوگ ان کو ہوش میں لائے، اسمٰعیل و سید ابن طاؤس لوگوں کے ہمراہ وزیر کے پاس گئے تو وزیر نے کہا کہ ڈاکٹروں کو بلانا چاہئے جو تمہاری بات کی تصدیق کریں۔

سید ابن طاؤس نے ڈاکٹروں کو بلایا جب وہ سب لوگ وزیر کے محل میں آئے تو سید ابن طاؤس نے فرمایا کہ کتنے دن پہلے تم لوگوں نے اسمٰعیل کے پیروں کو دیکھا تھا، ڈاکٹروں نے کہا کہ دس دن پہلے، سید نے پوچھا کہ ان کا زخم کیسا تھا تو ڈاکٹروں نے کہا کہ اس کا علاج ناممکن تھا، سید ابن طاؤس نے کہا کہ:

اگر علاج بھی ہوتا تو زخم صحیح ہونے میں کتنے دن لگتے، ڈاکٹروں نے کہا کہ برفرض محال اگر زخم اچھا ہوتا تو دو مہینہ لگتا کہ اس جگہ گوشت نکلے اور اس کے بعد زخم کی

جگہ کھال آتی لیکن بال نہ اگتا اور زخم کا اثر ہمیشہ کے لئے باقی رہتا، جب ڈاکٹروں نے اعتراف کیا تو اسمٰعیل نے اپنے پیر کو دکھایا سبھی نے دیکھا کہ زخم اچھا ہوگیا ہے اور زخم کا نشان تک بھی باقی نہیں رہا اور زخم کے اوپر بھی بال نکل آئے ہیں دوسرے پیر کو بھی دیکھا پھر بھی زخم کا کوئی نشان نہیں تھا۔

ان ڈاکٹروں میں ایک عیسائی ڈاکٹر بھی تھا اس نے کہا کہ خدا کی قسم حضرت عیسیٰؑ نے اس کو شفا دی ہے سید ابن طاؤس نے کہا عیسیٰؑ کے مولا و آقا نے اس کو نجات دی ہے اسمٰعیل کو نجات دینے والا وہ شخص ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے، یہ خبر خلیفہ تک پہنچی تو اس نے اسمٰعیل کے لئے ہزار اشرفیاں بھیجیں، تو اسمٰعیل نے کہا کہ میں یہ پیسے قبول نہیں کر سکتا، لوگوں نے کہا کہ کیوں؟

تو کہا کہ اس آقا نے جس نے مجھے شفا دی ہے اسی نے تاکید کی ہے کہ خلیفہ کے پیسے قبول نہ کرنا، خلیفہ رنجیدہ ہوگیا اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا پیسہ اس بارگاہ کے قابل نہیں ہے کچھ مدت بعد اسمٰعیل حضرت امام زمانہؑ کی برکت سے دولت مند و با اقتدار شخص ہوگئے۔

(مہدی موعود، ص۳۳۴)

مشکلکشا

مقدس اردبیلی (زمانہ صفوی) میں بہت بڑے عالم دین اور بزرگ دانشمند اور علماء اسلام میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار مانے جاتے تھے اور ان کے مانند بہت کم پیدا ہوئے ہیں ان کے شاگردوں میں سے ایک بیان کرتا ہے کہ صحن مطہر بارگاہ حضرت علی علیہ السلام میں ایک حجرہ میں رہتا تھا اور مشغول علم دین تھا خدام ہر شب حرم مطہر کے دروازے کو بند کر دیا کرتے تھے اور چراغوں کو بجھا دیا کرتے تھے ایک رات کو چراغوں کو خاموش کرنے کے بعد کسی کام کے لئے حجرہ سے باہر گیا دور سے ایک شخص کو دیکھا کہ قبلہ صحن کے دروازہ سے صحن حرم مطہر میں وارد ہوا آہستہ سے نزدیک گیا، دیکھا کہ میرے استاد بزگوار مقدس اردبیلی ہیں جب یہ صحن کے دروازے پر پہونچے، وہ دروازہ جو مقفل تھا خود بخود کھل گیا۔

وہ حرم میں داخل ہوگئے اور میں بھی ان کے پیچھے گیا، مقدس اردبیلیؒ رَوَاق کے پاس پہنچے اپنے ہاتھ کو دروازے پر رکھا رواق کا دروازہ بھی کھل گیا اور وہ اندر تشریف لے گئے اور میں بھی حیران و تعجب کرتے ہوئے ان کے پیچھے گیا اس کے بعد کا دروازہ بھی اسی طرح سے کھلا، مقدس اردبیلی گئے اور حرم مطہر کے اندر قبر امام علی علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہوئے اور زمزمہ کرنا شروع کر دیا، میں صحیح طریقہ سے نہیں سمجھا کہ کیا

کہا اور کیا سنا تھوڑی دیر کے بعد وہ پلٹے میں نے اپنے کو پوشیدہ رکھا وہ حرم سے باہر چلے گئے اور صحن میں گئے دروازہ یکے بعد دیگرے بند ہوتے گئے اور میں بھی ان کے پیچھے چلتا رہا، میں نے دیکھا کہ شہر کے باہر جا رہے ہیں میں نے بھی پوشیدہ طور پر ان کا پیچھا کیا وہ نجف اشرف کے دروازے تک پہونچے در جو مقفل تھا وہ کھلا اور وہ شہر سے باہر نکل گئے اور کوفہ کی جانب پیادہ جانے لگے یہاں تک کہ مسجد کوفہ پہنچے، مسجد میں داخل ہوئے اور سیدھے محراب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام میں گئے اور وہاں پر بھی زمزمہ کرنا شروع کیا میں ایک گوشہ میں پنہاں تھا، اور فقط زمزمہ اور ان کی آواز اور ان کی گفتگو کو کسی سے کرتے ہوئے سن رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد مقدس اردبیلی مسجد سے نکلے اور نجف اشرف واپس آگئے تو اس وقت مجھے کھانسی آنے لگی اور چھینک آگئی۔

مقدس اردبیلیؒ ایک دفعہ پلٹے اور میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ یہاں پر کیا کر رہے ہو میں نے کہا کہ آج رات صحن حضرت علی علیہ السلام سے مسجد کوفہ تک آپ کے ہمراہ پیچھے پیچھے تھا کیا ممکن ہے مجھ پر احسان کریں اور بتائیں کہ حضرت علیؑ سے کیا کام رکھتے تھے، مقدس اردبیلیؒ نہیں چاہتے تھے کہ کچھ بتائیں لیکن جب میں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ:

تم سے بیان کرتا ہوں بشرطیکہ جب تک میں زندہ رہوں کسی سے بھی اس کے بارے میں بیان نہ کرنا، جب میں نے عہد کیا کہ کسی سے نہیں بتاؤں گا تو مقدس اردبیلیؒ نے فرمایا کہ جب کبھی بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے اور اس کے حل کرنے سے عاجز ہوتا ہوں تو حرم مطہر حضرت علی علیہ السلام میں شرفیاب ہوتا ہوں اور اپنی مشکلوں کو

حلال مشکلات سے بیان کرتا ہوں آج رات اسی وجہ سے امام کے حضور میں گیا تو حضرت نے فرمایا کہ ہر زمانے میں ایک امامؑ کا وجود ہوتا ہے اور اس زمانے کے لوگ اس امامؑ سے مراجعہ کریں اس وقت تم سب کے امام حضرت مہدی علیہ السلام ہیں اپنی مشکلات کو حضرت مہدیؑ سے بیان کرو، میں نے عرض کیا کہ میرے مولا و آقا امام زمانہؑ کو ہم کیسے اور کہاں دیکھ سکتے ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وقت وہ مسجد کوفہ میں ہیں مقدس اردبیلیؒ کہتے ہیں کہ میں بھی مسجد کوفہ پہونچا اور حضرت امام عصر کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنی مشکلات کو ان سے بیان کیا انھوں نے بھی میری مشکلوں کو حل کیا، غرض یہ ہے کہ آج کے زمانے میں لوگ اپنی اپنی مشکلوں کو حضرات آئمہ معصومینؑ بالخصوص امام زمانہؑ سے چاہیں کہ وہ حل کریں اور لوگ آنحضرتؑ کے دامن سے متمسک ہوں اور فردی واجتماعی مشکلات کا حل آنحضرتؑ سے طلب کریں۔

یا ابن العسکریؑ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج آپ کے شیعہ اور حقیقی مسلمان دنیا کے گوشہ گوشہ میں کس مصیبت اور بلا میں گرفتار ہیں آپ کے چاہنے والوں کی آنکھیں آپ کے استقبال میں انتظار کر رہی ہیں۔

(معارفی از قرآن، ص ۴۵۷)

ملکوتی درخت

جب رسول خداؐ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ ہجرت کررہے تھے تو راستے میں ام معبد، کے خیمہ میں پہنچے اس حال میں کہ کھانا وغیرہ بھی نہیں تھا، رسول اکرمؐ نے اُمّ مَعبد سے پوچھا کہ کیا تمہارے گھر میں کھانا موجود ہے؟

تو اُس خاتون نے شرمندہ ہوکر کہا کہ چند گوسفند ہمارے پاس ہیں کہ میرا شوہران سب کو چرانے کے لئے صحرا میں گیا ہے فقط ایک کمزور بکری کا بچہ یہاں پر ہے بیماری کی وجہ سے صحرا میں چرنے نہیں گیا ہے، حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ کیا تمہاری اجازت ہے اس کو دُوہ لوں؟

خاتون نے کہا کہ اس کے دودھ نہیں ہے لیکن آپ کو اختیار ہے، حضورؐ نے اپنے معجز نما دست مبارک کو بکری کے اوپر رکھا وہ فوراً صحیح وسالم ہوگئی اور اس کے پستان میں دودھ آگیا ظرف لایا گیا سبھی برتن دودھ سے بھر گئے اور اُمّ مَعبد کے بھی تمام ظروف دودھ سے بھر گئے اس کے بعد حضورؐ کے تمام ساتھیوں نے ساتھ میں دودھ نوش کیا۔

اور پھر اس کے بعد حضور اکرمؐ نے اُمّ مَعبد سے پانی طلب کیا تا کہ نماز کے لئے وضو کریں، خاتون حضور کے لئے پانی لائی، خیمہ کے پاس ایک خاردار درخت تھا

رسول اکرمؐ نے درخت کے کنارے وضو کیا اور اسی حال میں فرمایا کہ یہ درخت کرامات کا حامل ہوگا، اُمّ معبد کی بہن کا بیٹا کہتا ہے کہ ہم نے اس روز تک کبھی وضو اور نماز کو نہیں دیکھا تھا رسول اسلامؐ اور ان کے ساتھیوں نے نماز پڑھی اور وہاں سے چلے گئے۔

دوسرے دن اسی واقعہ کے بعد درخت پر اسرار طور پر سرسبز وشاداب اور بڑا ہوگیا اور شاخ وپتے نکل آئے اور اس سے ایسا میوہ پیدا ہوا جو شہد سے زیادہ شیرین اور مشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار تھا کوئی بھی جاندار اور ذی روح میوہ کو کھالیتا تھا فوراً اس کی حالت بہتر ہوجاتی تھی اور جب حیوانات اس کے پتے کھاتے تھے تو پُر شیر (زیادہ دودھ والے) ہوجاتے تھے عرب کے قبائل جب وہاں سے گذرتے تھے تو پتے اور درخت کے میوے کو دوا کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے تھے آہستہ آہستہ اُمّ مَعبد کی زندگی اچھی ہونے لگی اور وہ درخت کی برکت سے دولتمند وثروتمند ہوگئی۔

دس سال گذر گئے ایک دن وہاں کے رہنے والوں نے درخت کی حالت دیکھی کہ درخت کی حالت بگڑ گئی میوے سب گر گئے اور پتوں کی تازگی ختم ہوگئی، تھوڑے دنوں کے بعد لوگ خبر لائے کہ حضور اکرم حضرت محمد مصطفیؐ رحلت فرما گئے ہیں۔

اس کے بعد درخت کے میوے کم اور چھوٹے ہوگئے اور اس کا مزہ بھی ختم ہوگیا پھر تیس سال اور بھی گذر گئے ایک دن لوگوں نے تعجب سے دیکھا کہ درخت کے تمام پتے اور میوے گر گئے ہیں اور درخت برہنہ ہوگیا ہے۔

تھوڑے دنوں کے بعد خبر پہونچی کہ حضرت علی علیہ السلام خانہ خدا مسجد کوفہ میں شہید ہوگئے ہیں پھر اس کے بعد درخت سے کوئی میوہ اور پتہ نہ نکلا لیکن لوگ اس

درخت کی شاخوں سے بیماروں کی دوا کے لئے استفادہ کرتے تھے پھر بیس سال اور بھی گذر گئے ایک دن لوگوں نے کمال حیرت سے دیکھا کہ درخت کی شاخوں سے خون کی بارش ہو رہی ہے متحیر ہو گئے کہ کون سا حادثہ پیش آ گیا ہے۔

رات کے وقت پُر اسرار طور پر درخت کے چاروں طرف سے آہ و نالوں کی آوازیں بلند ہوتی تھی اور یہ فریادیں سنائی دیتی تھیں کہ آہ آہ اے فرزند رسول خداؐ آہ پسر وصی محمد مصطفیٰؐ، زیادہ دن نہ گذرا تھا کہ لوگ خبر لائے کہ سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے فرزند واصحاب وانصار سبھی کربلا میں بھوکے پیاسے شہید کر دیئے گئے، اس کے بعد وہ درخت خشک ہو گیا اور آہستہ آہستہ بالکل ختم ہو گیا۔

(سید الشہدا، ص ۱۹۹)

وفائے نذر

حضرت امام حسن وحضرت امام حسین علیہما السلام جب بچے تھے تو بیمار ہو گئے اور بیماری کی حالت میں بستر پر لیٹے تھے جب رسولؐ خدا نے اپنے نواسوں کی بیماری سے باخبر ہونے تو حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ سے چاہا کہ اپنے بچوں کی سلامتی کے ئے نذر کریں، حضرت علی علیہ السلام اور حضرت زہراؑ نے نذر کیا کہ اگر ہمارے بچے صحیح وسالم ہو جائیں تو خدا کی خوشنودی کے لئے تین دن روزہ رکھیں گے، تھوڑے دنوں کے بعد خداوند عالم نے بچوں کو شفا دی اور حضرت علی علیہ السلام اور حضرت زہراؑ نے ارادہ کیا کہ اپنی نذر پوری کریں جب حضرت امام حسن وحضرت امام حسین علیہما السلام کو یہ معلوم ہوا کہ نذر مانی تھی تو ان دونوں نے بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ روزہ رکھنے کا ارادہ کیا اور حضرت فضہ جو گھر کی کنیز تھیں اور مومنہ اور پرہیزگار تھیں اور درس فداکاری حضرت فاطمہ زہراؑ سے سیکھے ہوئے تھیں انھوں نے بھی ان بزرگواروں کی اقتدا کرتے ہوئے عہد کیا کہ تین دن روزہ رکھیں۔

وفائے عہد و نذر کے پہلے روز گھر میں کوئی کھانا نہیں تھا، حضرت علی علیہ السلام طعام کے اہتمام وانتظام کے لئے باہر نکلے اور ایک تاجر کے پاس گئے، تاجر نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ تھوڑا اون مجھ سے لے لیں اور اس کو کاتیں اور اس کے عوض میں تھوڑا

گیہوں لے لیں، حضرت علی علیہ السلام نے تاجر کی بات کو قبول کیا اور اُون اور گیہوں لے کر گھر میں آئے اور اس اُون کو کاتنے کے لئے حضرت فاطمہ زہرا کو دیا اور پھر کام کرنے کے لئے گھر سے باہر چلے گئے، رسول کی بیٹی نے اون کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ایک حصہ کاتا اور پھر تھوڑا سا گیہوں لے کر چکی میں پیسا اور آٹا بنا کر اس سے پانچ روٹیاں تیار کیں، جب مغرب کا وقت قریب آیا اور افطار کا وقت ہوا، حضرت فاطمہ زہراؑ نے دسترخوان بچھایا تو اس پر صرف پانچ روٹیاں اور ایک برتن میں پانی نظر آ رہا تھا اور جب افطار کرنے کے لئے سب بیٹھے یکایک دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی اور ایک مسکین نے مدد چاہی۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی روٹی اٹھائی اور فقیر کو دیدی، حضرت فاطمہ زہراؑ نے بھی اپنے شوہر کی فداکاری کی پیروی کرتے ہوئے اپنی روٹی کو دیدی اس کے بعد حضرت امام حسن وامام حسین علیہما السلام نے بھی ماں باپ کی اطاعت کرتے ہوئے اپنی اپنی روٹی فقیر کے حوالے کر دی نیز فضہ نے بھی اہل بیتؑ کے ایثار کو دیکھ کر اپنی روٹی دیدی، فقیر خوش ہو کر چلا گیا اور اس رات کو اہل بیتؑ نے پانی سے افطار کیا اور بھوکے پیٹ لیکن ایمان سے سرشار دلوں کے ساتھ بستر پر سو گئے، سحر کے وقت بھی کھانا نہ تھا سبھی نے پانی پیا اور نماز ادا کرنے کے بعد بستر پر چلے گئے۔

دوسرا دن آیا اور گرم و جانسوز آفتاب نے شہر مدینہ کو اپنی گرم گرم شعاعوں کے تازیانے کے تحت لے لیا اور ایسے عالم میں حضرت علی علیہ السلام بھوکے پیٹ گھر سے نکلے تا کہ کام کرنے کے لئے صحرا میں جائیں اور حضرت فاطمہ زہراؑ نے اُون کے دوسرے حصے کو کاتا اور تھوڑے سے گیہوں کو چکی میں پیسا اور آٹا بنایا اور پھر پانچ روٹیاں

تیار کیں، حضرت امام حسن وامام حسینؑ ابھی تازے ہی بستر علالت سے اٹھے تھے اور ابھی ان کا بدن کمزور اور جسم کا رنگ زرد تھا دوسرے روز کا روزہ بھوکے پیٹ کے ساتھ شروع کیا یہ دن بھی ختم ہوا اور مغرب کے وقت نماز پڑھنے گئے اس کے بعد اہل بیتؑ نے اپنے معمولی سے دسترخوان بچھائے اور حسب معمول پانچ روٹیاں اور پانی موجود تھا جب حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو افطار کے لئے بڑھایا اور پہلا ہی لقمہ اٹھایا تھا کہ دروازے پر کسی نے دق الباب کیا تو اس دفعہ ایک یتیم اہل بیتؑ کے در پر آیا تھا، حضرت علیؑ نے کہ ابھی تک کسی نیازمند کو نا اُمید نہیں کیا تھا، فداکاری و ایثار کرتے ہوئے اپنی روٹی یتیم کو دیدی اور حضرت فاطمہ زہراؑ و حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ نے بھی اپنی اپنی روٹیاں دیدیں، اور یتیم کو روٹی دیکر اس کے دل کو خوش کیا، فضہ نے بھی اپنی روٹی دیدی ایک بار پھر انھوں نے پانی سے افطار کیا اور خالی شکم سو گئے، سحر کے وقت بھی اس دسترخوان پر کہ جس پر پانی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا یہ حضرات حاضر ہوئے تا کہ سلامتی کی نعمت کے واسطے خدا کا شکر ادا کریں اور نذر کو وفا کریں۔

تیسرا روزہ بھی نذر پورا کرنے کا آیا گرم آفتاب نکلا حضرت علیؑ بھوکے پیٹ گھر سے نکلے تا کہ کام کرنے کے لئے صحرا جائیں اور ایک سخت دن سخت اور طاقت فرسا کاموں کی انجام دہی کے ساتھ گذاریں، حضرت فاطمہ زہراؑ نے تیسرے دن روزے کی حالت میں بقیہ اُون کو کاتا اور گندم پیس کر آٹا بنایا اور پھر پانچ روٹیاں تیار کیں روٹی کی خوشبو گھر میں پھیلی ہوئی تھی، یہ ایسا گھر تھا کہ پورے تین دن روزہ تھے اور لب کھانے تک نہ پہنچے تھے اور گرسنگی فقط خدا کی خوشنودی کے لئے برداشت کی تھی حضرت امام حسنؑ اور حضرت

امام حسینؑ دونوں لاغر اندام بچے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اپنی مہربان ماں کی کمک کر رہے تھے تین دن کی بھوک اچھے اچھے پہلوانوں کی حالت بھی خراب کر دیتی ہے لیکن ان دونوں بچوں نے ایمان کامل کے ساتھ اس پر تحمل کیا غروب کے وقت جب افطار کرنے کے لئے اہل بیت عصمت وطہارتؑ حسب معمول اپنے معمولی دسترخوان پر بیٹھے تا کہ تین دن کے روزے اور تین دن کی بھوک کے تحمل کے بعد روٹی سے افطار کریں، ایک بار پھر دروازے سے آواز آئی، تو اس مرتبہ ایک اسیر دروازے پر کھڑا تھا جو اظہار گرسنگی کر رہا تھا پھر حضرت علیؑ کے پر محبت و مہربان دل نے رحم کیا اور اپنی روٹی اسے دیدی اور پھر آپ کے اتباع میں حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ نے بھی اپنی اپنی روٹیاں اسیر کو دیدی اور فضہ نے بھی آپ حضرات کا اتباع کیا، اسیر خوش ہو کر چلا گیا اور اہل بیت گھر میں بھوکے رہ گئے تو اس وقت حضرت رسول خدا پر خداوند کریم و رحیم کی جانب سے سورہ "ھل اتی" نازل ہوا اور خدا نے اہل بیتؑ کی بے نظیر فداکاری کی خبر دی حضور اکرمؐ اپنے داماد حضرت علی علیہ السلام کے گھر تشریف لائے جب حضور اکرم گھر میں داخل ہوئے تو اپنی دختر نیک اختر اور نواسوں کو اس حال میں دیکھا کہ کمزور اور نہایت لاغر ہو گئے ہیں چہروں کا رنگ اڑ گیا ہے لیکن ان کے دل ایمان سے سرشار اور لبوں پر مسکراہٹ ہے، اس وقت جبرئیل امین خداوند منان کی طرف سے نازل ہوئے اور بہشتی طعام حضرات اہل بیت علیہم السلام کے لئے ہدیہ لائے، بہشتی طعام کی خوشبو ایک ہفتہ تک ان کے گھر سے آتی رہی۔

(سیدالشہدا، ص ۲۰)

محبت اہل بیتؑ

اعمش جو عالم بزرگ و مفسر و محدث ہیں روایت کرتے ہیں کہ سفر میں ایک اعرابی کے پاس پہنچا کہ جس کی آنکھ اندھی تھی وہ بیابان و جنگل میں بیٹھا ہوا اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کئے دعا کر رہا تھا کہ:

خداوند عالم اس قُبّہ کے حق کا واسطہ کہ جس کا دامن بہت وسیع ہے اور اس بارگاہ کے حق کا واسطہ جس کے میوے بہت شیرین ہیں میری آنکھ کی بینائی واپس کر دے، میں آگے بڑھا اور کہا کہ اے اعرابی کیا کہہ رہے ہو؟

قُبّہ و بارگاہ کونسی ہے؟ اور میوہ کونسا ہے؟

تو اس نے کہا کہ میری قُبّہ سے مراد حضرت محمد مصطفیؐ اور بارگاہ سے مراد حضرت فاطمہ زہراؑ اور میووں سے مراد حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ ہیں میں رونے لگا دو درہم اپنے سفر کے خرچ سے اسے دیئے اور راستہ طے کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد میرا سفر ختم ہو گیا اور اسی راستہ سے پلٹا دیکھا کہ وہ شخص اپنی آنکھ کی بینائی واپس لے چکا ہے، اس کے احوال کو پوچھا اور اس سے چاہا کہ اپنی آنکھ کی شفا کی کیفیت مجھے بتائے تو وہ اعرابی کہتا ہے کہ آل محمدؐ نے مجھے شفا دی ہے، ایک دن

تنہا میں یہیں بیٹھا تھا اور نالہ کر رہا تھا کہ اتفاق سے ایک غیب کی آواز آئی اور کہا کہ:

اگر حضرت علی علیہ السلام کی محبت اور ولایت میں سچے ہو تو اپنی آنکھ کو بند کر کے کھولو، میں نے اپنی آنکھ بند کی اور تھوڑی دیر بعد کھولی دیکھا کہ دنیا روشن ہے اور ہر جگہ دیکھ سکتا ہوں۔

اِدھر اُدھر بہت دیکھا لیکن آواز دینے والا نہ دیکھائی پڑا، تو میں نے کہا کہ اے وہ شخص جو میری مدد کو پہنچا تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اپنا تعارف کراؤ، آواز آئی کہ میں خضر پیغمبر ہوں جان لو کہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی محبت و دوستی دنیا و آخرت میں نجات عطا کرتی ہے۔(۱)

(صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہرؑا ص ۶۸)

---

(۱) اسی کے مشابہ واقعہ پہلے بھی اسی عنوان (اے زندہ دل! مردہ نہیں جانتے کہ کون ہے) سے آچکا ہے۔ ص ۴۷۔

بجلی

کربلا کے خشک صحراء میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اعزّا واقرباء واصحاب وانصار کی جانگداز شہادت کے بعد ظالموں نے ان کے سروں کو تن سے جُدا کر کے نیزوں پر نصب کیا اور اسیروں کے قافلہ کے آگے آگے لے کر چلے جب اسیروں کا یہ قافلہ شام کے دروازے پر پہنچا، پانچ عورتوں نے جو دشمنان اہل بیتؑ سے تھیں سپاہیوں سے پوچھا کہ حضرت امام حسین ابن علی علیہ السلام کا سر کون سا ہے، جب حضرتؑ کے سر مبارک کو ان سب کو بتایا تو ان سب نے پتھر اٹھائے اور حضرت کے سر مبارک کی طرف مارنے لگیں، حضرت زینبؑ نے جب یہ ماجرا دیکھا تو آپ کو نہایت ہی درد ہوا، سر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا کہ خداوند عالم آتش جہنم سے پہلے ان لوگوں کو آتش میں ڈال دے اور ان کی بنیادوں کو تباہ و برباد کردے اسی وقت ایک صاعقہ آیا اُس نے ان کے گھروں کو جلا ڈالا گھر جل کر راکھ ہوگئے اور وہ سب گمراہ عورتیں ایک ساتھ ہلاک ہوگئیں۔

(زندگانی حضرت زینبؑ ص ۱۷)

حقیقی طبیب

گذشتہ صدی کے ایک بزرگ عالم نے نقل کیا ہے کہ جس وقت میں شہر بروجرد میں تھا، آنکھ کے درد میں مبتلا ہوگیا اور بائیں آنکھ میں ایک زخم پیدا ہوگیا اور میری آنکھ میں ورم ہوگیا بہت زیادہ علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، مجبور ہوکر سلطان آباد گیا اور چند طبیب سے مراجعہ کیا بعض ڈاکٹروں نے کہا کہ اس درد کی کوئی دوا نہیں ہے اور بعض دوسرے طبیب نے کہا کہ چھ ماہ تک علاج کریں گے تو ممکن ہے کہ ٹھیک ہوجاؤ۔

کچھ دن گذر گئے اور آنکھ کا ورم بڑھتا گیا اور سیاہی چشم ختم ہوگئی اس سے بھی بدتر اتنا سخت درد ہوگیا کہ میری نیند حرام ہوگئی تھی اس موقع پر کہ میں کمال بیماری اور ناامیدی کی حالت میں تھا میرے دوستوں میں سے ایک دوست مجھے دیکھنے آیا وہ کربلا جانا چاہتا تھا، اور خدا حافظی کے لئے آیا تھا، تو اُس وقت میں سوچنے لگا کہ کب تک میں اس لاعلاج درد کے ساتھ رہوں گا۔

اور حقیقی طبیب (حضرت امام حسین علیہ السلام) کے پاس نہ جاؤں تا کہ خداوند عالم مجھے اس درد سے نجات دے، مسافرت کرنے کی اجازت طبیب سے لینے

گیا، طبیب نے کہا کہ مسافرت کرنے سے ضرر ہوگا اور دوسری منزل پہونچنے سے پہلے ہی تم اندھے ہوجاؤ گے، میں نے طبیب کی بات نہ سنی اور میرے جاننے والے اور دوستوں نے بھی بہت زیادہ اصرار کیا کہ سفر نہ کرو۔

لیکن میں نہ مانا اور میں نے ان لوگوں سے کہا کہ اگر میں مرنے ہی والا ہوں تو کتنا اچھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے راستے ہی میں انتقال کر جاؤں۔

قافلہ کے ساتھ چلا آنکھ کا درد دھیرے دھیرے بڑھتا گیا پہلی ہی منزل پر پہنچا تھا کہ چند لوگوں نے سختی سے کہا کہ ابھی دیر نہیں ہوئی ہے شہر کی طرف پلٹ جاؤ، اس قافلے میں فقط ایک مومن و دیندار و پرہیزگار نے مجھے تشویق کی اور کہا کہ:

اچھا کیا ہم لوگوں کے ساتھ چل رہے ہو حقیقی شفا کربلائے حسینی میں ہے میں خود نو سال تک قلبی بیماری میں مبتلا تھا۔

آخر کار سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کی قبر منور پر گیا اور انھیں سے مجھے شفا ملی، جب دوسری منزل پر پہنچے درد بہت ہی زیادہ شدید ہوگیا تھا اور آنکھ میں پہلے سے زیادہ ورم ہوگیا تھا اور مجھے نیند بھی نہیں آرہی تھی اور رات بھر گریہ کیا کرتا تھا یہاں تک کہ جس رات میں درد سے بیتاب تھا اس کی صبح کو اچانک مجھے سکون محسوس ہوا اور سوگیا تو خواب میں حضرت زینبؑ کو دیکھا کہ اپنی چادر کے گوشہ سے میری آنکھ پر مس کیا، جب خواب سے اٹھا تو احساس کیا کہ:

"درد بالکل نہیں ہے"

لیکن ابھی بھی ڈر رہا تھا کہ جو آنکھ پر رومال باندھا تھا اسے کھولوں، جب

اپنے دوستوں سے کہا کہ اس وقت مجھے آرام ہے اور کوئی درد بھی نہیں ہے کسی نے بھی یقین نہیں کیا پھر سوار ہوئے اور دوسری منزل کی طرف بڑھے راستے میں اتفاق سے سوچا کہ اپنی آنکھ سے رومال کھول لوں، جب رومال کھولا تو دنیا کو نور وطراوت سے سرشار پایا، اس وقت سمجھ گیا کہ مجھے پوری طرح سے روشنی وبینائی مل گئی ہے۔

آواز دی دوستو! آؤ اور میری آنکھوں کو دیکھو۔

میرے دوست آئے اور میری آنکھوں کو دیکھا اور جب کامل طور پر صحیح وسالم دیکھا تو پوچھا کہ تمہاری آنکھ کونسی اندھی ہوگئی تھی؟

میں نے جواب دیا کہ میری بائیں آنکھ خراب تھی جس کی سیاہی بھی ختم ہوگئی تھی دوستوں نے ایک صدا ہوکر کہا:

خداوند عالم کا شکر ہے کہ جس نے برکت امام حسین علیہ السلام واہل بیتؑ سے تیری بینائی پلٹادی۔

(زندگانی حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا ص ۱۸)

جھوٹی قسم

ایک نیک شخص کربلائے معلی سے مشرف ہوا، وہ بیان کرتا ہے کہ ایک روز حرم مطہر حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام میں بیٹھا ہوا تھا، سخت گرمی کا موسم تھا اسی وجہ سے کوئی شخص حرم میں نہیں تھا تو اس وقت میں نے دیکھا کہ دو شخص ایک بوڑھا اور ایک جوان حرم مطہر میں وارد ہوئے، بوڑھے نے جوان کو پکڑ کر کہا کہ اس مولا وآقا حضرت ابوالفضلؑ کی قسم کھاؤ کہ تم نے پیسہ نہیں لیا ہے۔

تو میں ان سب کے پاس گیا اور ماجرا پوچھا، بوڑھے نے کہا کہ اس جوان نے میرے ایک سو تومان (پیسے) لے لئے ہیں اور اب نہیں دے رہا ہے اور منکر ہوگیا ہے یہ حضرت عباسؑ کی قسم کھائے کہ میں نے نہیں لیا ہے، جوان سے میں نے کہا کہ اگر اس کا پیسہ لے گئے ہو تو اسے واپس کردو لیکن ایسا نہ ہو کہ تم جھوٹی قسم کھاؤ، جوان نے کہا کہ میں نے نہیں لیا ہے اور قسم بھی کھاتا ہوں پھر جوان نے کہا کہ بحق قمر بنی ہاشم میں نے پیسہ نہیں لیا ہے تو اس وقت ایک مہیب آواز سنائی دی مثل اس کے کہ کوئی چیز جوان کی صورت پر لگی ہو اور اس نے اس کو زمین پر گرادیا وہ بوڑھا شخص بھاگ گیا اور حرم مطہر کے خادم وغیرہ جمع ہوگئے اور اس جوان کو دھیرے دھیرے کھینچتے ہوئے باہر لے گئے۔

جی ہاں قہر حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام قہر خدا کا ایک نمونہ ہے۔

(امامت ص ۷۸)

ٹوٹی ہوئی ناک

نجف اشرف کے ایک عالم نے بیان کیا ہے کہ میرے ماں باپ اصفہان میں رہتے تھے اور ہم خط کے ذریعے سے ایک دوسرے کے حالات کو معلوم کرتے تھے ایک مدت گذر گئی اور ان لوگوں کا کوئی خط نہیں آیا ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے اور اس کے جنازے کو لے جا رہے ہیں اس حال میں کہ ناک ٹوٹی ہوئی ہے اور اس سے خون جاری ہے اور چند لوگ اسے مار رہے ہیں، لوگوں نے کہا کہ:

یہ سب اس وجہ سے ہے کہ وہ نماز کو سبک اور خفیف سمجھتی تھی اور ماہ رمضان المبارک میں روزہ نہیں رکھتی تھی، اسی وجہ سے ہم مامور ہوئے کہ اس پر عذاب کریں، میں خواب سے چونکا، تھوڑی دیر گذری تھی کہ مجھے خبر دی گئی کہ تمہاری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، اور اس کے جنازے کو کربلا لے جانا چاہتے ہیں جب جنازہ کربلا میں پہونچا میں نماز میت پڑھنے اور دفن کے لئے گیا جب اپنی ماں کا سر تابوت سے باہر نکالا دیکھا کہ کفن خون سے آلودہ ہے اور جب توجہ کی اور غور سے دیکھا تو ناک شکستہ تھی جنازہ لانے والوں سے اس کی علت پوچھی؟

تو اس نے کہا کہ تمہاری ماں کی ناک جو ٹوٹی ہے ہماری تقصیر نہیں ہے اس لئے

کہ کئی جنازے کربلا کے لئے ساتھ لایا ایک منزل پر راستے میں اترے اور جنازوں کو ترتیب سے رکھ دیا تو اس وقت خچروں نے لڑائی کر لی اور ان میں سے ایک تابوت سے ٹکرا گیا اور تمہاری ماں کا جنازہ گر گیا اور اس کی ناک ٹوٹ گئی، جب یہ بات میں نے حمل جنازہ کے مامور سے سنی تو میں سمجھ گیا کہ میرا خواب صحیح تھا اور میری ماں عالم برزخ میں عذاب و شکنجہ کے تحت ہے، اس کی قبر اور عالم برزخ کے عذاب کے بارے میں سوچنے لگا، اسی خاطر حرم مطہر حضرت ابوالفضل العباسؑ میں گیا اور آنحضرت سے متوسل ہوا اور مولا سے خلوص نیت کے ساتھ کہا کہ:

میری ماں کی شفاعت کریں اور عہد کیا کہ اپنی ماں کی قضا نماز اور روزوں کی ادائیگی کے لئے نائب معین کروں گا، اپنی والدہ کی طرف سے ایک دو ماہ کے لئے نائب تعین کیا اس مدت اور وقت میں حضرت ابوالفضل العباسؑ کی شفاعت کی وجہ سے میری ماں امن و امان میں تھی یہاں تک کہ میں ان سب باتوں کو بھول گیا تھوڑے دنوں کے بعد خواب میں دیکھا کہ پھر میری ماں کو عذاب ہو رہا ہے، میں نے پوچھا کہ کیا حضرت قمر بنی ہاشمؑ واسطہ نہیں ہوئے تھے؟

تو جواب دیا گیا کہ کیوں؟ لیکن تم نے اپنے عہد کو پورا نہ کیا میں خواب سے اٹھا اور دوبارہ اپنی ماں کی قضا نماز اور روزوں کی ادائیگی کے لئے نائب معین کیا۔

(معراج ص۱۸۶)

جناب فضّہ

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے قُشیری سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ سفرحج میں قافلے کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہ ناگہان ایک عورت کو دیکھا کہ وہ قافلے سے پیچھے رہ گئی ہے اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟

عورت نے بجائے سوال کا جواب دینے کے مجھے سمجھایا بطریق اسلام سلام کرو، میں نے سلام کیا تو جواب میں یہ قرآنی آیت تلاوت فرمائی:

"وَاِذَا جَآءَکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ"

(سورہ انعام آیت ۵۴)

ترجمۂ آیت: اور جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں تمہارے پاس آئیں تو تم سلام علیکم (تم پر خدا کی سلامتی) کہو۔

میں نے پوچھا: کہاں جارہی ہو تو جواب میں اس آیۂ کریمہ کی تلاوت فرمائی:

"وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلاً"

(سورہ آل عمران آیت ۹۷)

ترجمۂ آیت: اور لوگوں پر واجب ہے کہ محض خدا کے لئے خانہ کعبہ کا حج کریں

جنھیں وہاں تک پہونچنے کی استطاعت (قدرت) ہو۔

میں سمجھ گیا کہ وہ عورت مکہ جارہی ہے، میں نے کہا کہ کہاں سے آرہی ہو؟

تو اس نے جواب میں اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی:

"اُولٰٓئِکَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّکَانٍ بَعِیْدٍ"

(سورہ فُصلت (حم سجدہ) آیت ۴۴)

ترجمۂ آیت: (تو گرانی کی وجہ سے گویا) وہ لوگ بڑی دور کی جگہ سے پکارے جاتے ہیں (اور نہیں سنتے)

میں جان گیا کہ بہت دور سے آئی ہوئی ہے، میں نے پوچھا کہ کتنے دنوں سے راستے میں ہو تو جواب میں اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ"

(سورہ ق آیت ۳۸)

ترجمۂ آیت: اور ہم ہی نے یقیناً سارے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے چھ دن میں پیدا کیے۔

اُس سے میں سمجھ گیا کہ چھ روز سے راستے میں ہے، پھر میں نے سوال کیا کہ کیا تم بھوکی ہو؟

تو جواب میں اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا کَانُوْا خَالِدِیْنَ"

(سورہ انبیاء آیت ۸)

ترجمۂ آیت: اور ہم نے ان (پیغمبروں) کے بدن ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ (دنیا میں) ہمیشہ رہنے سہنے والے تھے۔

اس آیت کے پڑھنے سے میں سمجھ گیا کہ وہ بھوکی ہے اس کو کھانا دیا جب کھانا کھا چکی تو میں نے اس سے کہا کہ جلدی جلدی چلو تا کہ قافلے سے مل جاؤ۔

تو اس کے جواب میں اس آیت کی تلاوت کی:

"لَایُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَهَا"

(سورہ بقرہ آیت ۲۸۶)

ترجمۂ آیت: خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

میں سمجھ گیا کہ خستہ ہوگئی ہے اور جلدی جلدی راہ نہیں طے کر سکتی اسی وجہ سے اس سے کہا کہ آؤ میرے اونٹ پر سوار ہو جاؤ، تا کہ تجھے قافلے تک پہنچا دوں تو اس نے اس کے جواب میں اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا"

(سورہ انبیاء آیت ۲۲)

ترجمۂ آیت: اگر بالفرض محال زمین و آسمان میں خدا کے علاوہ چند معبود ہوتے تو دونوں کب کے برباد ہو گئے ہوتے۔

اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ نامحرم عورت و مرد ایک ساتھ اونٹ پر سوار نہیں ہو سکتے، میں مجبوراً اونٹ سے اترا اور اس کو سوار کیا تو اس نے اس وقت اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ"

(سورہ زخرف آیت ۱۳)

ترجمۂ آیت: خدا ہر عیب سے پاک ہے جس نے اس کو (کشتیاں) ہمارا تابع دار بنایا حالانکہ ہم تو ایسے (طاقتور) نہ تھے کہ اس پر قابو پاتے۔

ہم راستہ طے کرنے لگے اور قافلہ تک پہونچے تو اس عورت سے میں نے پوچھا کہ کیا اس قافلے میں تمہارے متعلقین ہیں تو اس نے اس کے جواب میں یہ چار آیتیں پڑھیں:

"یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ" (سورہ ص آیت ۲۶)

اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں (اپنا) نائب قرار دیا۔

"اَنْ یَّا مُوْسٰی اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ"

(سورہ قصص آیت ۳۰)

اے موسیٰ اس میں شک نہیں کہ میں ہی اللہ سارے جہان کا پالنے والا ہوں۔

"یَا یَحْیٰ خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّةٍ" (سورہ مریم آیت ۱۲)

ترجمۂ آیت: اے یحییٰ کتاب (توریت) مضبوطی کے ساتھ لو۔

"وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ"

(سورہ آل عمران آیت ۱۴۴)

ترجمۂ آیت: اور محمدؐ تو صرف رسول ہیں (خدا نہیں) ان سے پہلے اور بھی بہت سے پیغمبر گذر چکے ہیں۔

میں سمجھ گیا کہ یہ چار لوگ یعنی داوود موسیٰ یحییٰ اور محمد اس خاتون کے رشتہ دار ہیں، میں قافلہ میں گیا ان چاروں کو پکارا وہ لوگ آئے اور سلام کیا تو عورت نے ان چاروں کے سامنے اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی:

"قَالَتْ اِحْدٰهُمَا يَا اَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِيْنُ" (سورہ قصص آیت ۲۶)

ترجمۂ آیت: (اسی اثنا میں) ان دونوں میں اس ایک لڑکی نے کہا اے ابا جان ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ آپ جس کو بھی نوکر رکھیں سب میں بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانتدار ہو اور ان میں دونوں باتیں پائی جاتی ہیں،

اس شخص کو خدمت کے لئے لے لو کہ بہترین شخص خدمت کے لئے وہ ہے جو امین و توانا ہو۔

اور پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" (سورہ آل عمران آیت ۱۴۸)

ترجمۂ آیت: اور خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

میں سمجھ گیا کہ اس کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو نیک کام میں نے انجام دیئے ہیں مجھے ان کی جزا دیں، میں نے جزا لینے سے انکار کیا اور ان لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگ اس خاتون سے کیا نسبت رکھتے ہو؟

تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم سب ان کے بیٹے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کون عورت ہے کہ جو کچھ کہتا ہوں اس کا جواب قرآن مجید سے دیتی ہے تو ان لوگوں نے کہا

کہ یہ فضہ حضرت فاطمہ زہرا کی کنیز و خدمت گذار ہیں اور بیس سال ہو گئے ہیں کہ فقط اور فقط قرآن کریم سے باتیں کر رہی ہیں، یہ مقام و منزلت و علم و تقوی مرہون منت ہے اہل بیت؏ عصمت و طہارت سے متمسک ہونے سے۔

ایک دوسرا شخص نقل کرتا ہے کہ حج کے سفر میں جنگل میں ایک عورت کو دیکھا کہ اس کا اونٹ بیکار ہو گیا ہے اور وہ قافلے سے پیچھے رہ گئی ہے اور پیادہ راستہ طے کر رہی ہے اس کے قریب گیا دیکھا کہ اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے یہ کہہ رہی ہے کہ اے خداوندا! میں گھر میں بیٹھی تھی تو نے مجھے گھر سے باہر نکالا اور اپنے گھر خانہ کعبہ کی طرف لے آیا اور راستے میں سرگردان کیا خدایا اگر کوئی دوسرا مجھ سے یہ معاملہ کرتا تو تجھ سے شکایت کرتی، اس وقت غیب سے ایک شتر سوار ظاہر ہوا اور ہوا کی طرح تیز رفتار آ کے عورت کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ کیا تم سوار ہو سکتی ہو؟

تو عورت نے کہا کہ جی ہاں اس نے کہا کہ سوار ہو جاؤ وہ خاتون اونٹ پر سوار ہوئی اونٹ بجلی کی طرح چلا اور میری نظر سے پوشیدہ ہو گیا جب میں مکہ معظمہ پہنچا تو دیکھا کہ وہی عورت کعبہ کا غلاف پکڑے ہوئے ہے اس کے پاس گیا اور اس کو قسم دی کہ بتاؤ تم کون ہو؟ تو اس خاتون نے بتایا کہ میں شہرۃ حضرت فاطمہ زہرا؏ کی کنیز فضہ کی نسل سے ہوں۔

(صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہرا؏ ص ۴۵)

وفادار غلام

ابوذر غفاریؓ کے پاس ایک غلام تھے بنام جَونؓ یہ حبشی سیاہ و بدصورت تھے لیکن مومن و پرہیزگار تھے عثمان کے ہاتھوں ابوذر کی شہادت کے بعد جونؓ نے اپنا تعلق اہل بیتؑ سے زیادہ کرلیا، اور اپنے رابطہ کو حضرات اہل بیتؑ سے بڑھا دیا تا کہ اس راہ سے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کریں، جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے کوفہ کی طرف چلے تو جون بھی حضرت امامؑ کے ساتھ کربلا کے لئے روانہ ہوئے، توشب عاشور کو جب اصحاب کو یقین ہوگیا کہ کل شہادت کا دن ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے چراغوں کو بجھا دیا اور فرمایا کہ جو جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے، لیکن امام کے وفادار ساتھی سبھی اپنی جگہ پر محکم واستوار باقی رہے اور کہا کہ مولا ہم آپ پر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں اور وہ اپنی محکم باتوں اور ایمان واستقامت پر گامزن رہے اسی اثنا میں امام نے جونؓ سے فرمایا کہ خداوند عالم تم پر رحمت کرے کہ تم ہمارے ساتھ آئے اس وقت تجھے رخصت کرتا ہوں تا کہ زندہ وسالم اپنے گھر والوں کے پاس چلے جاؤ اس لئے کہ اگر یہاں رہو گے تو تمہیں اذیت پہنچے گی جونؓ نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول خداؐ، میں خوشیوں اور نعمتوں میں آپ کے ہمراہ آپ کی روٹیاں کھاتا رہا کیا مناسب ہے، سختیوں

میں آپ کو تنہا چھوڑ دوں؟ خدا کی قسم میرے بدن کی بُو بُری ہے، اور میں معمولی نسل سے ہوں اور سیاہ رنگ ہوں، مولا! بہشت کو مجھ سے دور نہ کریں تا کہ میرے بدن کی بو خوشبودار اور میرا جسم، شریف اور چہرہ سفید ہوجائے، خدا کی قسم میں آپ سے جدا نہیں ہونگا یہاں تک کہ میرا خون عزیزوں کے خون کے ساتھ مل جائے، جب حضرت نے جونؓ کے اصرار کو دیکھا تو قبول کرلیا کہ جہاد میں وہ بھی شریک ہوں روز عاشورہ وہ میدان جنگ میں گئے اور پچیس سے زیادہ دشمنوں کو ہلاک کیا یہاں تک کہ خود بھی شہید ہوگئے، جب ان کا جنازہ لائے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کے جنازے کے پاس کھڑے ہوکر دعا کی:

اے خداوند عالم اس کے چہرے کو سفید کردے اور اس کے بدن کی بُو کو خوشبو دار کردے اور قیامت کے دن اسے نیک لوگوں کے ساتھ محشور کر اور آل محمدؐ کا ہمنشین ورفیق قرار دے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: واقعہ عاشورہ کے بعد لوگ کربلا گئے تا کہ شہداء کے جسموں کو دفن کریں، جون کے جسم دس روز کے بعد حاصل کیا اس حال میں کہ اسکے جسم مبارک سے عطر ومشک وعنبر کی سی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔

(قلب سلیم ج۲ ص۱۶۱)

بُریر کا مباہلہ

حضرت بُریرؓ جو کوفہ کے بزرگ ترین علماء میں سے تھے اور بہت ہی زیادہ مشہور ومعروف تھے آپ کو سید القراء کا لقب دیا گیا تھا اس لئے کہ تفسیر وتدریس قرآن مجید میں لوگوں میں سب سے زیادہ عالم اور افضل تھے۔

یہ مسجد کوفہ میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے اور انھوں نے حضرت علی علیہ السلام کی زیارت اور مصاحبت کا شرف بھی حاصل کیا تھا اور ایسے متقی وپرہیزگار انسان تھے کہ چالیس سال تک نماز عشاء کے وضو سے نماز صبح کو ادا کیا۔

یعنی شب زندہ دار تھے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے، جس وقت بُریرؓ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسینؑ نے مکہ معظمہ خدا کے گھر میں پناہ لی ہے تو اپنے سرو سامان کو اکٹھا کیا اور مکہ کی جانب روانہ ہوئے اور حضرت کی خدمت میں پہنچے اور انھیں کے ساتھ کربلا کی جانب روانہ ہوئے۔

عاشور کا دن تھا ظہر کے وقت بُریرؓ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ادب واحترام کے ساتھ عرض کیا کہ آقا بچے پیاس سے بلک رہے ہیں اجازت دیجئے کہ عمر بن سعد کے پاس جاؤں اور بچوں اور اصحاب کے لئے پانی کی سبیل کروں، امامؑ نے

اجازت دی اور یہ ابن سعد کے خیمہ کی طرف گئے اور دربان سے کہا کہ جا کر ابن سعد سے کہو کہ بُریرؓ تم سے کام رکھتے ہیں۔

چونکہ بُریرؓ بہت زیادہ مشہور انسان تھے ابن سعد نے فوراً خیمہ کے اندر داخل ہونے کی اجازت دی، بُریرؓ وارد ہوئے اور عمر بن سعد کی کوئی اعتناء کئے بغیر اور بغیر سلام کے بیٹھ گئے۔

ابن سعد نے کہا سلام کیوں نہیں کیا، کیا ہم کو مسلمان نہیں سمجھتے؟ بُریرؓ نے فرمایا اگر تم مسلمان ہو اور خدا ورسول کو مانتے ہو تو کیوں آل پیغمبرؐ پر تم نے پانی بند کر دیا ہے؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ آب فرات یہاں تک کہ تمام حیوانوں کے لئے بھی مباح ہے۔

ابن سعد نے اپنے سر کو تھوڑی دیر تک جھکا لیا اور کہا کہ مجھے حکومت رَے کا وعدہ دیا گیا ہے، میں اس حکومت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

بُریرؓ حضرت امام حسینؑ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آقا ابن سعد ''مُلکِ رَے'' کو چاہتا ہے اور پانی نہیں دے رہا ہے، جس وقت بُریرؓ میدان میں گئے دشمن کے لشکر میں سے ایک شخص یزید بن معقل نام کا مقابلہ میں آیا اور کہا کہ:

اے بُریرؓ! تم قاریٔ قرآن ہو، تمہیں کیا کام ہے جو حضرت امام حسینؑ کے ساتھ ہو اور ان کی نصرت وحمایت کرتے ہو، تمہیں یاد ہے کہ کہتے تھے کہ معاویہ باطل پر ہے اور حضرت علیؑ حق پر ہیں۔

جناب بُریرؓ نے فرمایا:

میں اب بھی وہی کہتا ہوں ابھی بھی حق حضرت علی علیہ السلام اور ان کے فرزند

حضرت امام حسینؑ کے ساتھ ہے اور معاویہ اور اس کی اولاد باطل پر ہیں اگر ان باتوں کا انکار کرتے ہو تو آؤ ہم آپس میں مباہلہ کریں۔

اور یہ دعا کریں کہ حق ہم میں سے جس کے ساتھ ہو خداوند عالم دوسرے مقابل کو ہلاک کر دے اس نے قبول کیا اور قریب گیا۔

بُریرؓ نے دعا کیلئے ہاتھوں کو بلند کیا اور عرض کیا خداوندا!

اگر حق اس شخص کے ساتھ ہے تو مجھے اس کے ہاتھوں قتل کرادے اور اگر حق میرے ساتھ ہے تو اسے میرے ہاتھ سے نابود کرادے اور پھر آپس میں جنگ کرنا شروع کر دی بُریرؓ نے اپنی تلوار کو اس کے نحس سر پر مارا اور شمشیر کو پوری طاقت سے ایسا مارا کہ اس کے سر کے اندر کافی نیچے تک پیوست ہوگئی اس طرح کہ بڑی مشکل سے اس کے سر کے وسط سے تلوار نکالی اور اسے واصل جہنم کر دیا۔

(قیام حسینی ص ۴۷)

فداکاری

یہ بات مشہور ہے کہ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ بہتر افراد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے لیکن جو لوگ امام مظلوم کے ساتھ کربلا میں وارد ہوئے تھے ان افراد کی تعداد پانچ سو اور ہزار کے درمیان کی بتائی گئی ہے ان میں اکثر افراد شب تاسوعا لشکر امام حسین سے الگ ہو گئے۔

جناب سکینہ حضرت امام حسین کی پیاری بیٹی نے بیان فرمایا ہے کہ شب عاشور میرے والد بزرگوار نے خطبہ دیا اور خبر دی کہ کل عاشور کے دن جو میرے ساتھ ہوگا وہ قتل کر دیا جائیگا اس بنا پر جو یہاں سے جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے جب چراغوں کو گل کیا تو میں نے دیکھا کہ دس دس افراد اور پانچ پانچ افراد کم اور زیادہ کی تعداد میں اکٹھا یا تنہا تنہا چھوڑ کر فرار کر گئے یہاں تک کہ بہت کم لوگ باقی رہ گئے۔

شہدائے کربلا میں سے سترہ افراد بنی ہاشم سے اور امام حسین کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے اور ان میں حضرت امام حسین کے بھائی اور بھتیجے اور فرزندان عزیز تھے ۲۳ لوگ اسی رات کو لشکر دشمن سے نکل کر حضرت امام حسین کے لشکر سے ملحق ہو گئے اور بقیہ یعنی ۳۲ افراد حضرت کے وفادار و جانثار اصحاب اور ناصرین کی صفوں میں سے

تھے یہ وہی لوگ ہیں جنکے متعلق حضرت رسول وعلی مرتضی اور اہلبیت علیہم السلام سے عجیب وحیرت انگیز تعبیرات بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت امام حسین نے اپنے اصحاب کے بارے میں فرمایا کہ خدایا: میں کسی صحابی کو اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار اور نیک نہیں جانتا یعنی یہ اصحاب حسینؑ شہدائے بدر واُحد اور صحابیٔ رسول سے زیادہ بلند وبالا مرتبہ رکھتے ہیں تو پھر گذشتہ انبیاء کے اصحاب کی کیا بات ہے؟

اور کسی خاندان اور گھرانے کو جو صلہ رحم کریں اپنے اہلبیت سے افضل نہیں جانتا، کون بھائی ہے جو مثل قمر بنی ہاشم صلہ رحم کرے اور کون بھتیجا مثل قاسم بن الحسن کے اور کون بیٹا ہے مثل علی اکبر کے ہے کہ اس طرح سے اپنے بھائی اور عمو اور باپ کیلئے قربانی دی ہو۔

(قیام حسینی ص۴۴)

اہل یقین کا ایک نمونہ

ایک خراسانی جنگجو شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا آپ اہلبیت عصمت وطہارت، رحمت ورافت ہیں حالانکہ ایک لاکھ شمشیر زن خراسان میں موجود ہیں جو چاہتے ہیں آپ کے ہم رکاب ہوکر جنگ کریں آپ کیوں بیٹھے ہیں اور اپنے حق کو لینے کیلئے قیام نہیں کرتے؟

امامؑ نے اسکے جواب میں اطمینان سے فرمایا کہ اے خراسانی: اسلئے کہ ہم ناصر ومددگار نہیں رکھتے پھر امامؑ نے حکم دیا کہ تنور روشن کیا جائے۔

تنور روشن کیا گیا اس طرح کہ سرخ اور شعلہ فشاں ہوگیا اور اسکے شعلے بھڑکنے لگے اسوقت امام نے فرمایا اے خراسانی اٹھو اور تنور میں بیٹھ جاؤ۔

خراسانی شخص کو اس بات کی امید نہ تھی وہ گھبرایا۔ ڈرا اور کہا اے میرے مولا اے فرزند رسول مجھے آگ میں مت ڈالئے اور مجھے درگزر فرمائیں خدا آپ کو درگزر فرمائے۔

حضرت نے فرمایا پریشان مت ہو تجھ کو درگزر کیا، اسی ہنگام میں امام کے اہل ایمان اور بزرگ شاگردوں اور دوستوں میں سے ایک ہارون مکی نام کے امامؑ کے گھر

میں وارد ہوئے وہ اپنے ہاتھوں میں جوتے لئے ہوئے تھے انھوں نے امام کو دیکھتے ہی عرض کیا:

"سلام علیکم یا بن رسول اللہ"

سلام ہو آپ پر اے فرزند رسول خدا امام نے جواب سلام دیا اور فرمایا کہ اپنے جوتے کو زمین پر رکھ دو اور تنور میں کود جاؤ، ہارون نے جلدی سے جوتے کو زمین پر رکھا اور دہکتے ہوئے تنور میں کود پڑے حضرت اس خراسانی کی طرف متوجہ ہوے اور وہ حوادث وواقعات جو خراسان میں پیش آئے تھے ان کے بارے میں گفتگو شروع کردی تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے کہا اے خراسانی اٹھو اور تنور کے اندر دیکھو۔

خراسانی اٹھا اور تنور پر نظر ڈالی ہارون کو دیکھا کہ چہارزانو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں تھوڑی دیر کے بعد ہارون مکی تنور سے باہر آئے اور آنے کے بعد ان لوگوں کو سلام کیا۔ حضرت امام صادقؑ نے خراسانی سے کہا کہ خراسان میں ہارون مکی جیسے کتنے افراد ہیں اس نے عرض کی قسم بخدا ایک شخص بھی نہیں ہے، امام نے فرمایا ہم اپنے قیام کا وقت سب سے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں اور جس زمانہ میں کہ حتیٰ پانچ افراد بھی ہم ناصر ومددگار نہیں رکھتے قیام نہیں کرتے۔

(قلب سلیم جلد اول ص ۳۴۵)

مقدادؓ اور آہنی دل

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا رسولؐ کی رحلت کے بعد لوگ حق سے پھر گئے سوائے تین افراد کے وہ ہیں سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، راوی نے پوچھا عمار یاسرؓ کیسے تھے؟

حضرتؑ نے فرمایا وہ بھی حق سے پھر گئے تھے لیکن بعد میں توبہ کی اور حق کا راستہ اختیار کیا اسکے بعد امامؑ نے فرمایا:

اگر اس شخص کو پوچھنا چاہتے ہو کہ جس نے کچھ بھی شک نہ کیا اور کوئی چیز اسکے دل پر نہیں گذری، وہ مقداد ہیں، اسلئے کہ سلمان نے اپنے دل میں سوچا تھا باوجود اسکے کہ امیر المومنین حضرت علیؑ اسم اعظم جانتے ہیں کیوں نفرین نہیں کرتے تا کہ لوگ ہلاک ہو جائیں لیکن ابوذر غفاریؓ باوجود یکہ مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے انھیں حکم دیا تھا کہ تقیہ کریں اور خاموشی اختیار کریں اور لوگوں کی سرزنش کی اعتناء نہ کریں لیکن انھوں نے تقیہ نہ کیا اور دشمنان ولایت وامامت کے خلاف قیام کیا۔

(قلب سلیم جلد اول ص ۳۴۵)

عمار کوفی کا تواضع

عمارِ دُھنی (کوفی) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بہت ہی عظیم شاگردوں میں شمار کئے جاتے تھے اور کوفہ میں رہتے تھے ایک دن ایک محاکمہ کی خاطر جو پیش آ گیا تھا قاضی ابی لیلیٰ کے پاس آئے تا کہ گواہی دیں جس وقت انھوں نے قاضی کے سامنے گواہی پیش کی تو قاضی نے کہا آپ کی شہادت قبول نہیں ہے اس لئے کہ آپ رافضی (۱) اور شیعہ (۲) ہیں عمار نے جیسے ہی یہ بات سنی ابر بہاری کی طرح گریہ و نالہ شروع کر دیا قاضی جو عمار کو پہچانتا تھا اور جانتا تھا کہ وہ عاقل و متقی انسان ہیں اس نے متاثر ہو کر کہا کہ اگر میری باتوں سے رنجیدہ ہوئے ہو تو تم اعلان کر سکتے ہو کہ رافضی و شیعہ حضرت علیؑ نہیں ہو تا کہ میں تمھاری گواہی کو قبول کروں، عمار دھنی نے کہا:

میرا گریہ کرنا میری اور تیری خاطر ہے اپنے لئے اس وجہ سے روتا ہوں کہ تم نے مجھ سے بہت بڑے مرتبہ کی نسبت دی کہ میں اپنے کو اس کا لائق و سزاوار نہیں

....

(۱) رافضی۔ یعنی ترک کرنے والا، رہا کرنے والا، قاضی ابی لیلیٰ کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ عمار دھنی نے اہلسنت کی پیروی کو ترک کر دیا ہے اس وجہ سے اس کی گواہی قبول نہیں ہے۔

(۲) شیعہ یعنی پیرو، تابع اور اسلام میں امیر المومنین حضرت علی بن ابیطالب اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے تابعین و پیروں کو اصطلاحاً شیعہ کہا جاتا ہے۔

سمجھتا تم مجھے رافضی کہتے ہو۔ لیکن رافضی وہ لوگ ہیں جو تمام باطل کو ترک کریں اور حق کی جانب چلیں درآنحالیکہ میں ایسا نہیں ہوں، تم مجھے شیعۂ امیر المومنین حضرت علی بن ابیطالب کے نام سے یاد کرتے ہو، لیکن میں کہاں؟ اور شیعہ و پیروِ علی ہونا کہاں؟

لیکن تیرے لئے گریہ اس وجہ سے ہے کہ اتنے بڑے اور بلند مرتبوں کا ذکر تم نے سکی و اہانت کے ساتھ کیا جب عمار دھنی کی باتوں کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آنحضرت نے فرمایا اس ادب تواضع کیوجہ سے جو عمار نے پیش کئے (برفرض) اس کے تمام گناہ یہاں تک کہ اگر زمین و آسمان سے بڑے رہے ہوں وہ بھی معاف ہو گئے اور خداوند عالم نے اسکے اچھے اعمال کو ہزار گنا کر دیا۔

بلندی از آن یافت کہ او پست شد

در نیستی کوفت تا ہست شد

اس نے بلندی اس وجہ سے پائی کہ اپنے کو پست و حقیر سمجھا اور وہ راہِ خدا میں فنا ہو گیا تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے باقی ہو گیا۔

جی ہاں: ہم کہاں اور شیعۂ علی ہونا کہاں؟

ہم فقط شیعیان علی کی شکل و صورت رکھتے ہیں اور اسی پر ہم خوش ہیں ہم سب ان کو اور انکے شیعوں کو دوست رکھتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ خداوند عالم ان حضرات کے ساتھ ہمیں بھی محشور کرے۔ (الٰہی آمین)

(سرائے دیگر ص ۲۲۵)

تین افراد کے علاوہ

حمران، حضرت امام باقر علیہ السلام کے وفادار شاگردوں اور ناصروں میں سے تھے ایک دن حمران نے امام سے عرض کی: آپ کے قربان جاؤں ہم شیعہ کتنے کم ہیں؟

اگر ایک گوسفند کو پکائیں اور تمام شیعہ جمع ہوکر اسے کھانا چاہیں تو تمام لوگ شکم سیر ہو جائیں گے اور پھر بھی زیادہ بچ گا۔ امام نے فرمایا یہ عجیب ہے لیکن چھوڑو کہ اس سے بھی زیادہ عجیب بات تم سے بتاتا ہوں رسول اسلام کی وفات کے بعد تمام مھاجرین وانصار منحرف ہو گئے تھے اور دین حق سے پھر گئے تھے بجز تین افراد کے سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ ، حمران نے عرض کی کہ عمار یاسرؓ کی حالت کیسی ہے؟

امامؑ نے فرمایا: خدا عمار پر رحمت نازل کرے اپنے امامؑ سے بیعت کی اور خدا کی راہ میں شہید ہو گئے حمران اپنے دل میں فکر کرنے لگا کہ عمارؓ ایک بلند مرتبہ پر پہنچ گئے اس لئے کہ شہید ہو گئے تو اس موقع پر امام نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ شاید گمان کر رہے ہو کہ عمار ان تین افراد کی طرح ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔

(قلب سلیم جلد اول ص ۳۴۴)

مقاومت

رُشید ہجری حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کے فدا کار اصحاب میں سے تھے ایک دن مولا علی نے فرمایا میری شہادت کے بعد ابن زیاد تجھے گرفتار کریگا اور تم سے یہ کہے گا کہ مجھے دشنام دو تم اس وقت کیا کرو گے؟ رشید نے عرض کی میری ماں میرے غم میں بیٹھے اگر ایسا کروں، حضرت نے فرمایا اگر مجھے دشنام نہ دو گے تو تیری زبان اور تیرے ہاتھ اور پیر کاٹ ڈالیں گے اور تجھے قتل کریں گے رُشید نے کہا میں بھی خدا کی راہ میں صبر کرونگا حضرت نے فرمایا اگر ایسا کرو گے تو قیامت کے دن میرے ساتھ محشور ہو گے چند سال کے بعد رشید کو گرفتار کیا گیا اور ابن زیاد کے پاس لائے وہ اس وقت حاکم کوفہ تھا ابن زیاد نے رشید سے پوچھا:

تیرے مولا علیؑ نے میرے بارے میں کیا کہا ہے؟ رُشید نے کہا میرے مولا وآقا نے فرمایا ہے کہ تم میرے قاتل ہو میرے ہاتھ اور پیر اور میری زبان کو کاٹو گے اور مجھے شہید کردو گے ابن زیاد نے کہا کہ تجھے میں آزاد کردوں گا تا کہ تیرے مولا حضرت علی علیہ السلام کی بات جھوٹی ثابت ہو پھر حکم دیا کہ اسے آزاد کیا جائے جب رُشید، ابن زیاد کے دربار سے باہر نکلے تو اسکے کسی رشتہ دار نے رشید کے بارے میں اس سے کہا کہ رشید بہت خطرناک شخص ہے وہ مداح حضرت علی علیہ السلام ہے اور لوگوں کو تیرے اور

تیری حکومت کے خلاف خروج وشورش کیلئے ابھارتا ہے۔ابن زیاد نے حکم دیا کہ اس کو دوبارہ گرفتار کیا جائے اور جب گرفتار کر کے لائے تو ظالم حاکم نے حکم دیا کہ اسکے ہاتھ وپیر کو کاٹا جائے لیکن اس کی زبان کو سالم رکھا جائے تا کہ مولا علیؑ کی بات غلط نکلے، جب ہاتھوں اور پیروں کو قطع کیا تو انھیں یونہی چھوڑ کر چلے گئے۔

تو اس وقت رُشید کی بیٹی اپنے باپ کے نیم جان جسم کے پاس پہنچی اور اس نے کہا اے بابا جان: آپکے درد کی سوزش کیسی ہے رشید نے فرمایا میرا دل خوش ہے کہ اپنے مولا علی کی محبت وولایت میں ایسا ہوا ہوں مجھے گھر لے چلو۔

جب رُشید کو گھر لے جایا گیا تو رشتہ داروں اور قریبی افراد اور عوام کو خبر پہنچائی گئی کہ جو چاہتا ہے کہ اسرار واخبار حضرت علی بن ابیطالب سے باخبر ہو وہ اپنے کو رشید کے گھر پہنچائے لوگ اس کے گھر جمع ہو گئے رشید نے آخری سانس تک حضرت علی بن ابیطالب کی حقانیت اور فضیلت لوگوں سے بیان کی۔

جب یہ اطلاع ظالم حاکم کے کانوں تک پہنچی تو حکم دیا کہ رشید کی زبان بھی کاٹ لی جائے تا کہ وہ حق باتوں کو لوگوں کے سامنے بیان نہ کر سکیں اور پھر اسی رات رشید ہجری دنیا سے چلے گئے تا کہ حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ کی دوستی کی خاطر آنحضرت کے ساتھ محشور ہوں۔

قیام حسینی ص۸۶)

تازہ لاش

جب شاہ اسمٰعیل صفوی: وارد کربلا ہوئے تو آپ نے حکم دیا کہ قبر مطہر حضرت امام حسین علیہ السلام اور اصحاب امام حسینؑ کو تعمیر کیا جائے اور پھر ان سب کے بعد ارادہ کیا کہ جناب حر کی قبر بھی تعمیر کیجائے، جناب حرؑ کی قبر حضرت امام حسینؑ کی قبر اطہر سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر موجود ہے؟

اسلئے کہ حر کی شہادت کے بعد ان کے قبیلے والوں نے لاش کو اٹھایا اور موجودہ جگہ پر دفن کیا جب شاہ اسمٰعیل نے چاہا کہ جناب حر کی قبر منور پر بارگاہ وگنبد بنائے تو چند لوگوں نے ان سے کہا کہ جناب حر ابتداء میں دشمنان سید الشہداء میں سے تھے اور اس قابل نہیں کہ ان کی قبر منور پر بارگاہ بنائی جائے لیکن چند افراد یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جناب حر بہر حال حضرت امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے ہیں اور اسی وجہ سے یہ آنحضرت کے ساتھیوں میں شمار کئے جاتے ہیں، شاہ اسمٰعیل نے کہا:

میں خود امتحان کروں گا اور اس مشکل کو حل کروں گا، شاہ جناب حر کی قبر پر گیا اور حکم دیا کہ قبر کو کھودا جائے قبر کو کھودنا شروع کیا گیا یہاں تک کہ حر کا جسم مطہر ظاہر ہوا اور کمال تعجب سے لوگوں نے مشاہدہ کیا کہ جناب حُر کا جسم ہزاروں سال بعد بھی تر و تازہ

صحیح وسالم ہے اوران کی پیشانی پر رومال بندھا ہوا تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس رومال کو حر کے سر پر حضرت امام حسین نے باندھا تھا تا کہ آپکے سر مبارک سے بہتے ہوئے خون کو روک دے پھر حر کے قبیلہ والوں نے اسی رومال کے ساتھ قبر میں دفن کردیا شاہ اسمٰعیل نے کہا کہ چونکہ یہ رومال اقدس امام کا ہے اسے کھولتا کہ میں تبرک کی خاطر اسکو اپنے کفن میں رکھوں، جیسے ہی رومال کو کھولا گیا فوراً پیشانی سے خون کا فوارہ جاری ہوا ایسا کہ تھوڑی دیر میں قبر خون سے بھر گئی اور جو بھی حکمت وکوشش کی گئی خون بند نہ ہوسکا مجبور ہوئے کہ دوبارہ اسی رومال اقدس کو جناب حر کی پیشانی پر باندھا جائے۔

پھر شاہ اسمٰعیل نے کہا رومال کو کھولو اور مجھے دیدو اور میرے رومال کو ان کے سر پر باندھو، جیسے ہی رومال کو کھولا گیا دوبارہ خون جاری ہوا معلوم ہوا کہ فقط خون اسی رومال اقدس سے بند ہوسکتا ہے جسے حضرت امام حسین نے جناب حر کو ہدیہ کیا تھا اور یہ وہ تاج ہے جسے حضرت نے اپنے ہاتھوں سے جناب حرؑ کے سر پر رکھا ہے تا کہ اسی تاج کے ساتھ وارد صحرائے محشر ہوں، لہذا دوبارہ اسی رومال کو حر کے سر اقدس پر باندھا گیا اور پھر ان کی قبر کو بند کردیا گیا۔

اور پھر بعد میں شاہ اسمٰعیل کے حکم سے وہ گنبد جو ابھی تک موجود ہے ان کی قبر پر تعمیر کیا گیا۔

(قیام حسینی ص۱۷)

آل علی کی دشمنی کا انجام

کردیم بسی تجربه در این دار مکافات
با آل علیؑ هر که در افتاد، بر افتاد

اک تجربہ ہوا یہ زمانہ میں بار بار
آل علی سے جو بھی ہے اُلجھا وہ گر پڑا

کاشان میں چند سال قبل ایک شخص دوکانداروں اور عطاروں سے مالیات کے ٹیکس لینے کا افسر تھا۔ اس نے یہ اعلان کیا تھا کہ کسی بھی صورت میں عطاری کی چیزیں خرید وفروخت نہ کی جائیں ایک محترم سید اولاد اہلبیت میں سے فقیر وغریب تھا وہ تین کلو سریش لے آیا اور چاہتا تھا کہ وہ اسے فروخت کرے۔

جب یہ اطلاع ٹیکس کے افسر کو ملتی ہے تو حکم دیتا ہے کہ سید کو بازار میں گرفتار کیا جائے جب سید کو گرفتار کیا گیا اور اسکے پاس لے گئے تو اس نے محترم سید کو گالی دی اور بہت برا کہا اور چند طمانچہ رخسار پر رسید کیا اور پھر چھوڑ دیا۔

سید روتا ہوا وہاں سے جارہا تھا اور کہا کہ میرے جد بزرگوار تجھے سزا دیں گے

جب ظالم نے یہ جملہ سنا تو غصہ اور ناراض ہوا حکم دیا کہ دوبارہ سید محترم کو گرفتار کر کے لایا جائے جب لایا گیا تو سید کی پشت گردن پر محکم طریقے سے کئی مرتبہ مارا اور کہا کہ اب جاؤ اپنے جد بزرگوار سے کہدو کہ میرے بازو توڑ دیں اور سزا دیں۔

کچھ دنوں بعد وہ ظالم افسر بیمار ہوا، رات کے وقت اسکے بازوؤں میں درد اٹھا بیماری کے دوسرے دن اس کے بازو ورم کر گئے اور سیاہ ہو گئے پھر ان میں بدبودار پیپ ہو گئی اس طرح کہ چوتھے دن ڈاکٹروں کو مجبور ہونا پڑا کہ اسکے بازو کے تمام گوشتوں کو کاٹیں اور جب کاٹا تو بازو کی ہڈی بدن سے باہر آ گئی اور وہ ساتویں دن دنیا سے جہنم کی جانب سفر کر گیا۔

(گناہان کبیرہ جلد دوم ص ۵۴)

مشکلوں میں ایک فریادرس

کچھ لوگ خانہ خدا (مکہ معظمہ) کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے تھے انھوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ہر دعا کے بجائے فقط پیغمبر اور اہلبیت عصمت وطہارت علیہم السلام پر درود وسلام بھیجتا ہے صفا ومروہ کے درمیان، سعی میں، وُقُوف میں، مشعر میں، عرفات ومنیٰ میں، ہر ایک شخص دعائیں پڑھ رہا تھا اور وہ صلوات ودرود پڑھ رہا تھا۔ ایک دن اس سے لوگوں نے پوچھا: ہم نے صلوات کے علاوہ تجھ سے کوئی اور چیز نہیں سنی اسکی کیا وجہ ہے؟ اس نے جواب دیا میں اپنے ضعیف باپ کے ہمراہ چند سال قبل خانہ خدا کی زیارت کیلئے جا رہا تھا راستے میں وہ مریض ہو گئے اور بستر مرگ پر پڑ گئے ایک دفعہ ناگہان دیکھا کہ ان کا چہرہ تارکول کے مانند سیاہ ہو گیا اور آثار عذاب چہرے پر نمایاں ہو گئے اس حالت میں میرے والد بزرگوار نالہ وفریاد کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں جل گیا، میں جل گیا مجھے آگ لگ گئی۔

میں تو بہت پریشان اور بیکس وعاجز تھا خدا سے پناہ طلب کی اور کہا کہ خداوندا: اگر میرا باپ اس حال میں مرجائے تو میری رسوائی وذلت کا باعث ہوگا، اور ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا کہ باپ کا چہرہ دھیرے دھیرے بدلنے لگا اور چہرہ سیاہ

ہونے کے بجائے دھیرے دھیرے سفید اور نورانی ہونے لگا اور جبکہ انھیں آرام مل گیا اور لب پر مسکراہٹ آگئی تھی اسکے بعد دنیا سے گذر گئے میں نے اپنے دل میں کہا خداوندا مجھے بتا کہ میرے ماں باپ پر کیا گذری اس شب کو خواب میں اپنے والد مرحوم کو بہت ہی خوش وخرم دیکھا اور میں نے ان کے حالات پوچھے تو میرے والد مرحوم نے فرمایا کہ:

تم نے میرے اعمال وکردار ورفتار کو دیکھا تھا اور میں واقعاً مستحق عذاب الٰہی تھا اور جس وقت ملک الموت میرے پاس آئے تو بدترین وسخت ترین حالت میں تھا، ناگہاں حضرت محمد مصطفیٰؐ کی آواز بلند ہوئی کہ اے شخص کہ تم اپنی پوری عمر ہم پر بہت زیادہ صلوات ودرود بھیجتے تھے اب اس وقت تلافی کا موقع ہماری وجہ سے ہے پھر اسکے بعد میرا چہرہ سفید ونورانی ہوگیا اور مجھ سے عذاب دور ہوگیا اور مجھے آرام اور خوشی حاصل ہوگئی اور اب بھی ان پر صلوات ودرود کی برکت سے جو میں اہلبیت پر بھیجتا تھا امان وسعادت میں ہوں یہ سب کا سب صلہ وہدیہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کا ہے صلوات ودرود کے عوض میں "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّلْ فَرَجَھُمْ"

وہ جوان کہتا ہے کہ اس دن کے بعد سے پھر میں نے قطعی طور پر فیصلہ کرلیا کہ صلوات ودرود کو کبھی چھوڑ نہیں سکتا تا کہ پیغمبر اکرم اور ائمہ معصومین واہلبیت طاہرین کی شفاعت مجھے نصیب ہو، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَعَجِّلْ فَرَجَھُم"

(آدابی از قرآن ص ۱۷۹)

قرآن کی ولایت وبرکت

دو عیسائی جوان تازہ مسلمان ہوئے تھے اور دینی تحصیلات کیلئے ملک مراکش، گئے تھے اُن دونوں نے بیان کیا کہ چند سال قبل ہم اِسپین ملک میں قید کی زندگی بسر کر رہے تھے قید خانے میں ایک عراقی مسلمان جوان سے ہم آشنا ہوگئے۔ وہ روزانہ بیکار اور خالی وقت میں ایک گوشہ میں بیٹھا تھا اور بہترین آواز وتجویدی صوت ولحن میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا تھا ہم عیسائی تھے اور عربی زبان سے واقفیت نہیں رکھتے تھے اسکی باتوں سے کچھ نہیں سمجھتے تھے لیکن جب وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتا تھا تو ہم لوگ معنوی لذت حاصل کرتے تھے اسی وجہ سے ارادہ کیا کہ اپنے فارغ اوقات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عربی زبان سیکھی جائے، اسی عراقی مسلمان جوان کے پاس تھوڑی تھوڑی عربی زبان سیکھی اور اتنی سیکھ لی کہ جس وقت وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا تو ہم آیات قرآن کے معنی کو سمجھتے تھے یہاں تک کہ اس نے ایک دن اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ: "رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحْمَۃً وَّھَیِّءْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رُشْداً"

(سورہ کہف آیت ۱۰)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنی بارگاہ سے رحمت عطا فرما اور ہمارے

واسطے ہمارے کام میں کامیابی عنایت کر۔ خداوند عالم سے رحمت طلب کرو اور پھر آیت پڑھی کہ "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" (سورہ مومن آیت ۶۰)

ترجمہ: اور تمھارا پروردگار ارشاد فرماتا ہے کہ تم مجھ سے دعائیں مانگو میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔

اور پھر اس آیت کی تلاوت کی "وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ" (سورہ بقرہ آیت ۱۸۶)

ترجمہ: اے رسولؐ جب میرے بندے میرا حال تم سے پوچھیں تو (کہدو کہ) میں ان کے پاس ہی ہوں اور جب کوئی مجھ سے دعا مانگتا ہے تو میں ہر دعا کرنے والے کی (دعا سن لیتا ہوں اور جو مناسب ہو تو) قبول کرتا ہوں پس انھیں چاہئے کہ (میرا ہی کہنا مانیں اور) مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ سیدھی راہ پر آجائیں۔

اس موقع پر ہم لوگوں نے سوچنا شروع کیا کہ اسلام اور عیسائی مذہب میں زمین و آسمان کا فرق ہے، مسلمان جب بھی چاہیں اپنے پروردگار عالم سے گفتگو و راز و نیاز و عبادت و مناجات کریں تو وہ دنیاوی و مادی و غیر الٰہی وسیلہ و واسطہ کے محتاج نہیں ہوتے (۱) لیکن عیسائی لوگ اپنے مذہب میں بے ہودہ و بے مقصد شان و تشریفات رکھتے ہیں اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی شخص بھی خدائے وحدہ لاشریک سے راز و نیاز و

(۱) سوائے خدا کے مخصوص نمائندوں کے جو کہ انبیاء اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام ہیں۔

مناجات و عبادات نہیں کر سکتا اور اس کام کو بجالانے کیلئے عیسائی پادری عالم کے پاس جائے اور ان کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرے اور پیسے بھی دے تاکہ عیسائی پادری عالم اسے معاف کردے جبکہ خود پوپ کوئی راستہ خدا کی طرف نہیں رکھتا اور نہ خود راہ راست پر ہے، ہم لوگ ان آیات الٰہی کو سن کر منقلب ہو گئے اور شک میں پڑ گئے اور آپس میں فکر کرنے لگے کہ آیا خداوند عالم حقیقت میں ہم سے نزدیک ہے، اور ہم بغیر واسطہ کے خدا سے اپنی آرزوؤں کو طلب کر سکتے ہیں؟ تھوڑے دن گذرنے کے بعد ایک دن ہمیں قید خانے میں بھوک اور پیاس کا غلبہ ہوا اور کوئی بھی زندان کے احاطہ میں نہ تھا کہ اس سے پانی طلب کرتے۔ جب پیاس سے جان بہ لب ہو گئے تو اچانک قرآن کریم کی آیات یاد آئیں اور دعا کی کہ خدایا:

اگر یہ آیات قرآن تیری طرف سے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰؐ تیرے رسول اور نبی ہیں تو ہماری فریاد کو پہنچ ورنہ پیاس سے ہلاک ہو جائیں گے تو اسی وقت ناگہان ہمارے سامنے کی دیوار سے پانی کی نہر جاری ہو گئی اور ہم دونوں نے اس سے پانی پیا اور سیراب ہوئے اور اسی وقت عہد کر لیا کہ مسلمان ہو جائیں گے اسی بنا پر زندان سے رہا ہونے کے بعد اسلام قبول کیا اور تحصیل علم دین کے استمرار کیلئے یہاں مراکش آئے ہیں۔

(آدابی از قرآن ص ۲۰۵)

قارئین کرام! قرآن مجید الٰہی قانون ہے جو کہ انسانوں کی دنیاوی اور اخروی سعادت کے لئے نازل ہوا ہے، لہٰذا اس کتاب مقدس کا مطالعہ اور اس پر عمل کرنا

ساری دنیا کے مسلمانوں کی آزادی اور اتحاد کی ضمانت ہے:

"اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ یَهْدِی لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ. (سورۂ اسریٰ آیت ۹)

جیسا کہ سورہ جمعہ کی دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے: هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ....

ترجمہ: خدا وہ ہے جس نے امّی (اَن پڑھ) لوگوں میں سے ایک پیغمبر بھیجا کہ اس کی آیات کو لوگوں کے لئے پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور ان کو تعلیم دیتا ہے۔

رسول اکرمؐ کے زمانے میں آپ کے حکم سے بعض لوگ قرآن کریم کی قرائت، حفظ اور اس کو محفوظ رکھنے میں مصروف تھے جن کو قرّاء (قاری) کہا جاتا تھا۔

"هُنَالِکَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَیْرٌ ثَوَاباً وَخَیْرٌ عُقْباً"

(سورۂ کہف آیت ۴۴)

ترجمہ: ایسی جگہ سے ثابت ہوگیا کہ ولایت وسرپرستی خاص خدا ہی کے لئے ہے جو سچا ہے وہی بہتر ثواب (دینے) والا ہے اور انجام کے خیال سے بھی وہی بہتر ہے۔

تمت بالخیر

والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته.

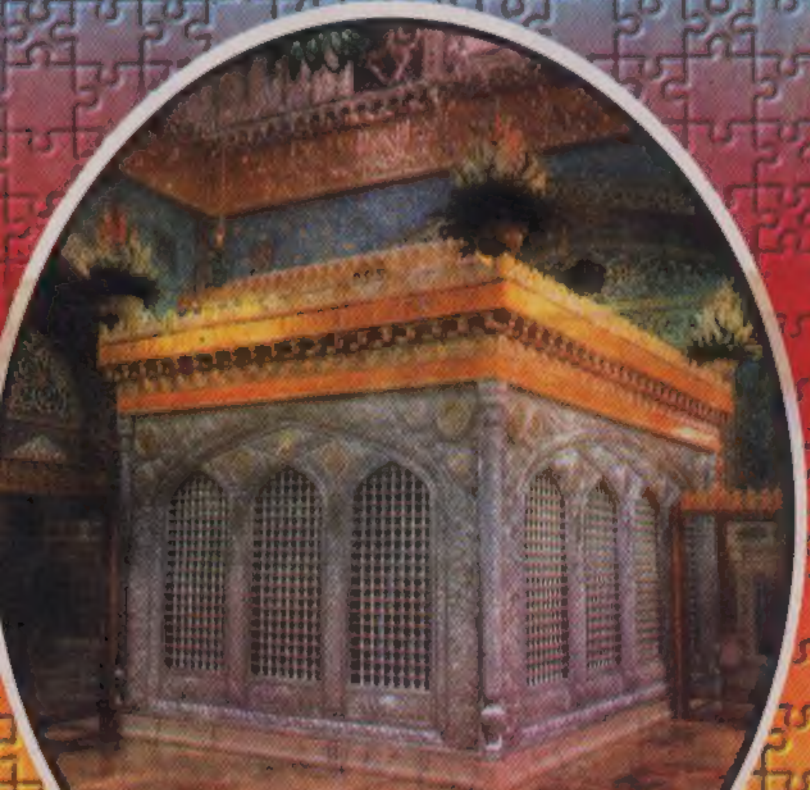

(ضریح مطہر امام علی رضا علیہ السلام)